وللہ میراث السموات والارض

سراجی بزبان اردو

تسہیل السراجی

میراث کے دل نشین اسباق

مسئلہ حل کرنے کے مختلف طریقے

مشقیں اور تشریحات

تقسیم میراث کے مسائل

سراجی کے مغلق مقامات کا حل

فتویٰ نویسی کے اصول اور نمونے

متنِ سراجی مفید تعلیقات کے ساتھ

مفتی ابولبابہ شاہ منصور

وللہ میراث السموات والارض

سراجی بزبان اردو

تسہیل السراجی

میراث کے دلنشین اسباق

مسائل کرنے کے مختلف طریقے

مشقیں و تشریحات

تقسیم میراث کے وسائل

سراجی کے مغلق مقامات کا حل

فتویٰ نویسی کے اصول و نمونے

متن سراجی مفید تعلیقات کے ساتھ

مفتی ابولبابہ شاہ منصور

السعید
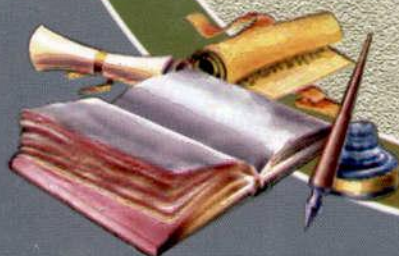
کتاب...تسہیل السراجی

مؤلف...مفتی ابولبابہ شاہ منصور

تعداد...ایک ہزار

طبع اول...۱۴۲۱ھ-۲۰۰۰م

طبع دوم...۱۴۲۷ھ-۲۰۰۶م

طبع سوم...۱۴۲۸ھ-۲۰۰۷م

طبع چہارم...۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹م

ناشر...السعید

ملنے کے پتے

پاکستان کے تمام مشہور کتب خانوں سے دستیاب ہے۔

رابطہ: 0313-9264214

فہرست

پہلا ربع

دوسرا ربع

تیسرا ربع

چوتھا ربع

انتساب

مصنفِ سراجی علامہ محمد بن محمود بن عبد الرشید السجاوندی الحنفی رحمہ اللہ

اور

میرے دادا اُستاذ، شیخ التفسیر والحدیث، امام الفرائض

حضرت مولانا شریف اللہ صاحب دامت برکاتہم

کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احوالِ واقعی

نحمده ونصلّي على رسوله الكريم وعلى آله وأصحابه وورثته أجمعين.

یہ آج سے تقریباً دس سال قبل کی بات ہے، بندہ علم میراث کے حصول کے شوق میں مدرسہ تفسیریہ شمس العلوم رحیم یار خان میں استاذ الاساتذہ، شیخ التفسیر والحدیث، امام المیراث، حضرت مولانا شریف اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ان دنوں دورۂ میراث کی تدریس اپنے صاحبزادہ حضرت الاستاذ مولانا خلیل اللہ صاحب مولویانوی دامت برکاتہم کے سپرد کر چکے تھے، لہٰذا بندہ نے ان سے وقت دینے کی درخواست کی۔ ان دنوں دورۂ میراث ختم ہو چکا تھا، اور استاذ محترم سال بھر تدریس کے بعد دورہ کی محنت سے تھکے ہوئے تھے، لیکن بکمال مہربانی شاگردی میں قبول فرمایا، اور دورۂ تفسیر میں شریک ایک طالبعلم کو میرے ساتھ جوڑ کر دونوں کو سبق شروع کرا دیا۔ (حضرت کے طریقۂ تدریس میں گردان ضروری ہوتی ہے، اس لیے ساتھی طالبعلم درکار ہوتا ہے) یہ سب اس لیے ذکر کر رہا ہوں کہ اس خاندان کی کمال شرافت اور اعلیٰ ظرفی ظاہر ہو جائے، کہ ایک غریب الدیار، اجنبی اور عام طالب علم کو واپس لوٹانا گوارا نہ کیا، اور کسی نہ کسی طرح اس کے حصول علم کے اسباب مہیا کر دیے۔ اللہ رب العزت اس پر ان کو دنیا و آخرت میں وہ بہترین اجر دے، جو وہ اپنے خاص مخلصین و محبّین صادقین کو دیتا ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال رہی، اور بندہ نے ۲۳ دنوں میں (یکم تا ۲۳ رمضان المبارک) اسباق کی تکمیل کی۔ میرے دادا استاذ کی لکھی ہوئی کتاب "تسہیل الفرائض" کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ یہ کتاب مخطوطہ ہے۔ بندہ کے علم کے مطابق تا حال زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی۔ بندہ نے اس سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ اسباق کو قلمبند کرنا شروع کیا۔ یہ اسباق "تسہیل الفرائض" سے قدرے جداگانہ نوعیت کے ہیں، اور فن میراث کے سہل اور دلنشین طرز تدریس پر مشتمل ہیں۔ بندہ نے اس سے پہلے اور بعد میں کئی انداز سے میراث پڑھی ہے، کئی مختلف طریقوں کو سیکھا ہے، لیکن ایسا آسان اور قلب و دماغ میں بسہولت جاگزیں ہونے والا اور تا دیر یاد رہ جانے والا طریقہ نہیں دیکھا۔

اسباق کی تکمیل پر بندہ نے واپس آ کر اس املائی مجموعے کی مدد سے سراجی پڑھانا شروع کی اور اس طرز کو سراجی کے ساتھ تطبیق دے کر جاری کرنے کی مشق کی۔ اس کے حیرت انگیز نتائج برآمد ہوئے۔ بندہ کامل وثوق سے عرض کرتا ہے کہ اگر اس خلاصے کو یاد کر کے اور اس کی مشق کر کے سراجی پڑھی پڑھائی جائے تو ادنیٰ استعداد والا طالبعلم بھی میراث میں دسترس حاصل کر سکتا ہے۔ یہ اسباق حضرت استاد محترم کی آواز میں تین کیسٹوں میں محفوظ کر لیے گئے ہیں اور درج بالا پتے سے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

یہ مجموعہ حواشی کے ساتھ پیش خدمت ہے۔ اس میں بندہ نے ضمناً کچھ اور طریقوں کا بھی اضافہ کیا ہے جو بندہ نے بعد میں سیکھے۔ نیز تحشیہ، اضافات، سراجی کے مغلق مقامات کا حل اور میراث کی اہم کتابوں سے فوائد ونکات نقل کیے ہیں۔

بعض رفقاء کے مشورے سے اس کو "تسہیل السراجی" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اہل علم دیکھیں گے کہ یہ ایک اعتبار سے مستقل کتاب ہے اور ایک اعتبار سے " سراجی بزبان اردو " ہے۔ اس کی ترتیب سوائے چند ناگزیر مقامات کے سراجی کی ترتیب کے موافق ہے۔ میراث پڑھنے پڑھانے اور مسائل حل کرنے کے بہت سے طریقے ہمارے علمی حلقوں میں رائج ہیں، لیکن چونکہ سراجی پہلی اور آخری درسی کتاب ہے، اور وفاق کے نصاب میں شامل ہونے کی وجہ سے اسی کو پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے، اس لیے وہی طریقہ زیادہ کامیاب، بارآور اور اساتذہ وطلبہ میں مقبول ومتداول ہو سکتا ہے جس میں سراجی کو حل کیا گیا ہو۔ اس بناء پر بندہ نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ جملہ مفید طریقوں کو سراجی کے متن کے تابع کر کے بیان کیا جائے۔ اہل علم کسی خامی پر واقف ہوں تو از راہ شفقت وخیر خواہی مطلع فرمائیں، ان کے شکریہ اور ان کے لیے دعا کے ساتھ اصلاح کر لی جائے گی۔

اساتذہ وطلبہ کو اس سے کوئی فائدہ پہنچے تو وہ میرے استاد صاحب کا صدقہ جاریہ ہے۔ اگر غلطی نظر آئے تو وہ میرے سوءِ فہم کا نتیجہ ہے۔ اول پر بندہ کے استادوں کے لیے اجر عظیم کی دعا فرمائیں، اور ثانی پر بندہ کی اصلاح فرمائیں کہ یہی اہل علم کی شان ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله خير الوارثين، وصلى الله على نبينا محمدٍ الذى ورَّث العلم للعاملين، وعلى آله وأصحابه و كل من أعطى حظاً من تركته أجمعين.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلّی علی رسوله الکریم.

فن بھی کتاب بھی

(تیسری طباعت کے مقدمے کے طور پر لکھی گئی تحریر)

آج سے تقریباً پانچ سال پہلے جب تسہیل السراجی پہلی مرتبہ چھپی تو دل میں یہی خیال تھا کہ میرے استاد محترم (حضرت مولانا خلیل اللہ صاحب مولویانوی دامت برکاتہم مہتمم مدرسہ شمس العلوم تفسیریہ رحیم یار خان جو استاذ العلماء، امام الفرائض حضرت مولانا شریف اللہ صاحب مولویانوی کے فرزند اور جانشین ہیں) کا فیض عام ہو جائے۔ بندہ نے جس طرح فن میراث کئی انداز سے پڑھنے کے بعد ان کے پاس پہنچ کر علمی حوالے سے سکون اور اطمینان پایا اس طرح دوسرے طالب علم ساتھی بھی حیران و سرگرداں ہونے اور اس فن کی ظاہری پیچیدگی سے پریشان ہونے کے بجائے اس کے آسان طرز تدریس قانونی فارمولوں سے واقف ہوں اور اس کی جامعیت سے لطف اندوز ہو کر اسے بآسانی ضبط کر سکیں۔

اللہ پاک کا فضل و کرم ہے کہ اکثر طلبہ نے یہی بتایا کہ انہیں اس مجموعے کے ذریعہ فن اور کتاب دونوں کے سمجھنے اور حل کرنے میں مدد ملی ہے۔ اس اطلاع نے ہمت بڑھائی اور دوسرا ایڈیشن تصحیح کے بعد چھاپا گیا اور اب الحمد للہ یہ تیسرا ایڈیشن ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں محض تصحیحات تھیں البتہ اس تیسرے ایڈیشن میں سراجی کا متن ترقیم و تقطیع کے جدید انداز کے ساتھ چار حصوں میں دیا گیا ہے۔ ہر پاؤ کے ساتھ ایک حصہ۔ اس کے علاوہ کمپوزنگ کا فونٹ اور ڈیزائننگ بھی تبدیل کی گئی ہے نیز دقت نظر کے ساتھ تصحیح بھی مد نظر رہی ہے۔ ان دونوں طباعتوں میں نظر ثانی، تصحیح اور مراجعت کی ذمہ داری برادرم مولانا مفتی شہباز صاحب زید مجدہم نے نہایت توجہ اور عرق ریزی سے نبھائی۔ مولانا ماشاء اللہ قابل اور ذہین عالمِ دین ہیں اور جامعۃ الرشید میں کئی سال سے میراث کے علاوہ جغرافیہ فلکیات، اسلامک بینکنگ اور دیگر کتب پڑھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں پیش از پیش ترقی عطا فرمائے اور ان سے دین کا خوب خوب کام لے۔ آمین

میں نے جن حضرات سے یہ فن باقاعدہ پڑھا، یہ انہی کا صدقہ جاریہ ہے۔ بندہ کی حیثیت محض جامع و مرتب کی ہے۔ حضرت الاستاد آج بھی ہر سال ماہ رجب میں دورۂ میراث مذکورہ بالا مدرسے میں پڑھاتے ہیں۔ یہ ان کی خاندانی روایت ہے جو تقریباً ایک صدی سے زائد عرصہ ہوا کہ چلی آرہی ہے۔ جو طالب علم اس فن کو علی وجہ البصیرت پڑھنا چاہتا ہے اس کے لیے یہ دورہ نعمت بے بہا ہے۔ طلبہ سے گزارش ہے کہ اگر اس کتاب سے انہیں کسی طرح کا کوئی فائدہ ہو تو میرے ان محسنوں کو دعائے خیر میں ضرور یاد فرمائیں! اس کا اچھا بدلہ اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا میں بھی دے گا! ان شاء اللہ!

مفتی ابولبابہ شاہ منصور

۲۸/ ربیع الثانی، ۱۴۲۸ھ

سراجی کے چار اجزاء

سراجی کو اس کے مضامین کے اعتبار سے چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱- خطبہ سے لے کر فصل فی المحروم والمحجوب تک، اس میں مستحق وغیر مستحق میراث کا بیان ہے۔

۲- مسئلہ بنانے کے طریقے سے لے کر مناسخہ تک، اس میں مستحق کو اس کا حصہ پہنچانے کے طریقے کا بیان ہے۔

۳- ذوی الارحام کی پوری بحث۔

٤- فصل فی الخنثیٰ سے لے کر آخر تک، اس ربع میں متفرقات کا بیان ہے۔

سراجی کے ان چار حصوں میں سے ہر حصے کے اختتام پر خلاصے کو اچھی طرح ضبط کر کے سراجی کے متن پر منطبق کر کے آگے بڑھنا چاہیے، خصوصاً نصف اول کو، کیونکہ یہ مبادی اور اہم مقاصد فن پر مشتمل ہے، اس میں کمزوری رہ جانے سے آخر تک مشکل پیش آتی ہے۔

مشورہ:

سراجی کی تدریس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہر بحث کا خلاصہ ضبط کر کے اس کی مشق کر لی جائے، پھر سراجی کو پڑھا جائے تو آب رواں کی طرح سبک ہو جاتی ہے۔ اساتذہ کرام کو چاہئے کہ جب تک پچھلا سبق رواں اور پختہ نہ ہو جائے اس وقت تک اگلا سبق شروع نہ کریں، ورنہ ساری محنت رائیگاں جانے کا اندیشہ ہے۔ اسی طرح ایک ربع مکمل ہونے کے بعد اس کا مکمل "پھیرا" دلوائیں، اس کے بعد اگلا ربع شروع کریں۔

أحوال المصنّف☆

اسم گرامی محمد، کنیت ابوطاہر، لقب سراج الدین، والد کا نام محمد اور دادا کا نام عبد الرشید ہے۔ نسبت میں سجاوندی مشہور ہیں۔ مفسر، فقیہ، اور ریاضی داں تھے۔

علامہ حمید الدین محمد بن علی نوقدی وغیرہ نے آپ سے تعلیم حاصل کی ہے۔

علم فرائض میں سراجیہ، علم حساب میں تجنیس وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں اور خود سراجیہ متن کی شرح بھی لکھی ہے۔

اس کے علاوہ یہ کتابیں یادگار چھوڑیں:

(۱) رسالة فی الجبر والمقابلة

(۲) عين المعانی فی تفسير السَبع المثانی

(۳) الوقف والابتداء

(٤) ذخائر نثار فی أخبار السيد المختار صلى الله عليه وسلم۔[۱]

هدية العارفين میں ہے کہ آپ ۶۰۰ھ کے آس پاس میں فوت ہوئے۔[۲]

☆ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی کے بارے میں تراجم کی کتابوں میں تفصیل نہیں ملتی، اس لیے جو کچھ ملا بعینہ درج کیا جاتا ہے۔

۱- كذا فی معجم المؤلفين: ۱۱/ ۲۳۳

۲- هدية العارفين: ۲/ ۱۰٦

أحوال المصنّف

فرائض السجاوندى:

هو للإمام سراج الدين محمد بن محمود بن عبد الرشيد، السجاوندى، الحنفى المتوفى سنة ٦٠٠هـ ويقال لها: "الفرائض السراجية" أيضا، وهى مقبولة متداولة، ولها شروح، وقد شرحها غير واحد من الفضلاء، واشتغل بشرحها جم غفير من العلماء، منهم:

الشيخ أكمل الدين محمد بن محمود، البابرتى المصرى الحنفى المتوفى سنة٧٨٦.

والمولى شمس الدين أحمد بن سليمان المعروف بابن كمال باشا المتوفى سنة ٩٤٠، قال: لما فرغت من تصحيحها أردت أن أشرحها شرحا وافيا، وتتبعت من شروحها المنهاج المنسوب إلى البخارى وغيره.

والمولى سعد الدين مسعودبن عمر التفتازانى المتوفى سنة ٧٩١.

والسيدالشريف على بن محمد الجرجانى، فرغ من تأليفه بسمرقند سنة ٨٠٤. وهو الشرح الباهر المتداول بين الأنام ،ولذلك سوّد العلماء وجه الأوراق بالحواشى عليه.

ومن مختصراتها: "لب الفرائض" للعالم خضر بن محمد الأمامى. أوله: الحمد لله الذى شرع الفرائض علينا لمّاربنا [لمآربنا] إلخ. وهو قدر نصفها، وفرغ فى صفر سنة ١٠٦٤ء "وإرشاد الراجى لمعرفة الفرائض السراجى" لمحمود بن أحمد اللارندى الحنفى المتوفى سنة ٧٢٠.

وتخريج أحاديث الفرائض أى للسجاوندى للشيخ زين الدين قاسم بن قطلوبغا.

وترجمة السراجية بالتركية لعبدا للطيف بن حاجى أحمد أقحامى المتوفى سنة ٨٧٤.[1]

١- ملخصا من كشف الظنون: ١٢٤٧-١٢٥٠

پہلا ربع

مستحق وغیر مستحق میراث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العٰلمین حمدالشاکرین، والصلوة والسلام علی خیر البریة محمّد وآلہ الطیبین الطاھرین.[1]

مبادیٔ علم میراث

تعریف:

علم میراث فقہ وحساب کے چند ایسے قواعد ومسائل کا نام ہے جن کے ذریعے ہر وارث کا حصہ معلوم ہوجاتا ہے۔

موضوع:

اس علم کا موضوع وارث اور ترکہ ہے۔

غرض وغایت:

ہر وارث کو اس کا شرعی حصہ پہنچ جانا۔

فضیلت:

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: "تعلموا الفرائض وعلّموھا الناس؛ فإنھا نصف العلم". علم میراث باعتبار زیادت مشقت وکثرت ثواب نصف علم ہے، یا باعتبار جزئیات کثیرہ کے، یا اس وجہ سے کہ اس کا تعلق موت کے بعد سے ہے اور بقیہ علوم کا حیات سے۔[2]

۱- "طیبین" سے مراد باطنی آلودگی (یعنی روحانی بیماریوں) سے پاک اور "طاھرین" سے مراد ظاہری گناہوں سے اجتناب کرنے والے ہیں۔

۲- وقیل: إنه ممالایدرك معناه، فنصدق بأنه نصف العلم ولانبحث عن وجهه. ثم اعلم أن ماذكره من الأوجه مبني على أن النصف يراد به أحد قسمي الشيء، فإن كل شيء تحته نوعان، أحدهما نصف له، وإن لم يتحد عددهما. ومنه حديث أحمد: "الطهور نصف الإيمان" وقول العرب: "نصف السنة حضر ونصفها سفر" أي تنقسم زمانين وإن تفاوتت عدّتهما، وقول شريح وقد قيل له: كيف أصبحت؟ فقال: "أصبحت ونصف الناس عليّ غضبان". يريد أنهم بين محكوم له راض ومحكوم عليه غضبان، وقول الشاعر:

إذا مت كان الناس نصفان شامت　　　وآخر راض بالذی کنت أصنع

أفاده ابن حجر في شرح الأربعين. (رد المحتار: ٦/ ٧٥٨ مطبع سعيد، كراتشي)

اسباب ارث:

اسباب ارث تین ہیں: قرابت، نکاح، ولاء۔

موانع ارث:

موانع ارث چار ہیں: رق، قتل، اختلاف دین، اختلاف دار۔ (ان کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔)

مستحقین میراث:

میراث کے مستحق بالترتیب دس اصناف ہیں:

۱- ذوی الفروض

۲- عصبہ نسبی

۳- عصبہ سببی (یعنی معتق یا مولی العتاقۃ)

٤- عصبہ سببی کا عصبہ بنفسہ

۵- ذوی الفروض نسبی پر ردّ

٦- ذوی الارحام

۷- مولی الموالاۃ[1] (پھر اس کا عصبہ بنفسہ)[2]

۸- مقرلہ بالنسب علی الغیر، یعنی میت نے مرنے سے پہلے جس کے بھائی یا چچا وغیرہ ہونے کا اقرار کیا ہو۔

اس کو چار شرطوں کے ساتھ[3] آٹھویں درجے میں میراث ملے گی:

❁ شخص مجہول النسب ہو۔

❁ میت نے اقرار کے ضمن میں اس کا نسب کسی اور پر ڈالا ہو، اگر اس نے اس کا نسب براہ راست اپنی

۱- هو من قال له الميت: أنت مولاى، ترثني إذا مت، وتعقل عنى إذا جنيت، فقبل هذه الموالاة (ردالمحتار: ٦/ ٧٦٤ مطبع سعيد، كراتشى)

۲- قال فى الشامية ما ملخصه: ثم عصبته [الذكور] ترث أيضا على ترتيب عصبة مولى العتاقة وإن لم يذكره المصنف، فالأصناف أحد عشر. انتهى بتلخيص وتغيير. (٦/ ٧٦٢-٧٦٤ مطبع سعيد، كراتشى)

۳- قولہ: "چار شرطوں کے ساتھ" ان میں سے آخری تین شرطیں تو صراحتاً کتاب میں ذکر ہیں، پہلی کو شارحین نے ذکر کیا ہے۔

طرف منسوب کیا، جیسے اس کو اپنا بیٹا کہا تو یہ دوسرے بیٹوں کی طرح حصۂ شرعی کا حقدار ہوگا۔

❁ والد یا دادا نے اس کو بیٹا تسلیم نہ کیا ہو۔ اگر انہوں نے اس کا نسب تسلیم کرلیا تو یہ میت کے ثابت النسب بھائی یا چچا کی طرح عصبہ نسبی کی حیثیت سے دوسرے درجے میں میراث پائے گا۔

❁ میت انتقال تک اس اقرار پر قائم رہا ہو۔ اگر اس نے مرنے سے پہلے اپنے اعتراف سے رجوع کرلیا تو یہ آٹھویں درجے میں بھی میراث نہ پائے گا۔

۹- موصی لہ بما زاد علی الثلث

۱۰- بیت المال

حقوق اربعہ:

مال میت کے ساتھ چار حقوق بالترتیب تعلق رکھتے ہیں:

(۱) تجہیز و تکفین علی وجہ السنۃ[۱]

(۲) ادائیگی قرض

(۳) اجرائے وصیت از ثلث مال

(٤) تقسیم بقیہ مال بین الورثۃ

اقسام ورثہ:

ورثہ کی تین قسمیں ہیں:

۱- **ذوی الفروض**: "وہ ورثہ جن کے حصص قرآن، حدیث یا اجماع امت سے متعین ہوں"۔

۲- **عصبات**: "عصبہ وہ وارث ہے جس کا سہم مقرر نہ ہو، ذوی الفروض نہ ہو تو یہ کُل مال ورنہ بقیہ مال لیتا ہے"۔[۲]

۳- **ذوی الأرحام**: "ذوی الفروض کے سوا وہ رشتہ دار جو مؤنث ہوں یا میت کی طرف بواسطہ مؤنث منسوب ہوں"۔

۱- یعنی مسنون مقدار سے کمی زیادتی کے بغیر۔ یہ کمی زیادتی نہ عدداً ہونی چاہئے اور نہ قیمتاً۔ عدد سے مراد کفن کے کپڑوں کو مقدارِ مسنون (جو مرد کے لیے تین اور عورت کے لیے پانچ کپڑے ہے) سے کم زیادہ کرنا اور قیمت سے مراد مرحوم کی زندگی کی پوشاک سے بہت سستے یا کافی مہنگے کپڑے میں کفن دینا ہے۔

۲- بعض نے یہ تعریف کی ہے: "ذوی الفروض کے علاوہ وہ مرد رشتہ دار جو میت کی طرف بلاواسطہ یا بواسطۂ مذکر منسوب ہوں، یا وہ عورتیں جو میت کی طرف بواسطۂ مذکر منسوب ہوں۔ قال فی الشامیة: "وبالجملة فتعريف العصبة لا يخلو عن كلام، ولو بعد تحرير المراد، فإنه لا يدفع الإيراد". (رد المحتار: ٦/٧٧٤ مطبع سعيد، كراتشي)

ذوی الفروض کا بیان

ذوی الفروض ان ورثہ کو کہتے ہیں جن کا حصہ متعین ہو۔

حصص متعینہ کل چھ ہیں: نصف، ربع، ثمن۔ ثلثان، ثلث، سدس۔

ذوی الفروض کل بارہ نفر ہیں: چار مرد اور آٹھ عورتیں، ان کی ترتیب تعلیمی[1] یہ ہے:

اب، جدِ صحیح، اخ خیفی، اخت خیفی، زوج، زوجہ، بنت، بنت الابن، اخت عینی، اخت علّی، ام اور جدۂ صحیحہ۔

أحوال الأب☆

اب کی تین حالتیں اور چار صورتیں ہیں۔

تین احوال یہ ہیں: سدس فقط، عصبہ محض، سدس مع العصبۃ۔

اور چار صورتیں یہ ہیں: دیکھا جائے گا کہ میت کی اولاد زندہ ہے[2] یا نہیں:

(۱) اگر میت کی زندہ اولاد نہ ہو تو اب عصبہ محض ہوگا۔

اور اگر اولاد ہو تو تین حال سے خالی نہیں: نرینہ ہوگی، یا مادہ، یا دونوں۔

(۲) اگر اولاد صرف نرینہ ہے تو اب کو فقط سدس ملے گا۔

(۳) اگر نر و مادہ دونوں ہوں تو تب بھی فقط سدس ملے گا۔

۱- یہ ترتیب مذکر و مؤنث کے اعتبار سے نہیں، بلکہ "آسان سے مشکل کی طرف" کے اصول کے مطابق ہے، اس لیے اس کو ترتیب تعلیمی کہتے ہیں۔

☆ احوال سے مراد احکام ہیں۔

۲- تمام احوال میں جہاں بھی اس قسم کی عبارت آئے کہ "اولاد ہے یا نہیں" یا "اخوہ واخوات ذی عدد ہیں یا نہیں" وغیرہ تو اس سے مراد اس وقت زندہ ہونا یا نہ ہونا ہوگا۔ اگر پہلے تھے لیکن مورث کی موت سے پہلے وہ مر گئے تو ان کا اعتبار نہ ہوگا۔ "اب" کے تمام احوال میت کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں، جیسا کہ صورتوں کی تفصیل سے ظاہر ہے، گویا کہ اولاد آئینہ کی مانند ہے جس میں اب کے حالات اربعہ دیکھے جاسکتے ہیں۔ پھر چونکہ اولاد چار حال سے خالی نہیں، لہٰذا اب کی حالتیں بھی چار ہیں۔ قال اللہ عزّوجل: "لله ملك السّموات والأرض، يخلق مايشآء، يهب لمن يشاء إناثاً، ويهب لمن يشاء الذكور، أو يزوجهم ذكراناً وإناثاً، ويجعل من يشاء عقيماً، إنه عليم قدير". (سورة الشورى، آية: ۵۰)

(٤) اور صرف مادہ ہے تو اب سدس بھی لے گا اور عصبہ بھی ہوگا۔

فائدہ: اصطلاح میراث میں اولاد اسے کہتے ہیں جو میت کی طرف بلاواسطہ یا بواسطہ مذکر منسوب ہو۔ بلاواسطہ جیسے ابن، بنت، بواسطہ مذکر، جیسے: ابن الابن، بنت الابن۔ اس قید سے ابن البنت اور بنت البنت (نواسا، نواسی) خارج ہوگئے۔[1]

مشق

(١) میت

اب
(عصبہ محض)

(٢) میت

ابن	اب
	سدس فقط

(٣) میت

بنت	ابن	اب
		سدس فقط

(٤) میت

بنت	اب
	سدس وعصبہ

اہم مثالیں

میت

ابن البنت	اب
م	عصبہ محض

میت

بنت البنت	اب
م	عصبہ محض

میت

ابن بنت البنت	اب
م	عصبہ محض

میت

بنت ابن البنت	اب
م	عصبہ محض

١- قولہ: "خارج ہوگئے" لہٰذا اگر کسی میت کے یہ چار وارث ہوں: پوتا، پوتی، نواسا، نواسی تو پہلے دو کو میراث ملے گی، آخری دو محروم ہوں گے۔

أحوال الجد الصحيح

جدّ کی دو قسمیں ہیں: جدّ صحیح، جدّ فاسد۔

جد صحیح وہ ہے کہ میت کی طرف اس کی نسبت میں ام کا واسطہ نہ ہو، جیسے أب الأب (دادا) وإن علا.

جد فاسد وہ ہے کہ میت کی طرف اس کی نسبت اُمّ کے واسطے سے ہو، جیسے أب الأم (یعنی نانا) وإن عَلا. یہاں مقصود جد صحیح کے احوال کا بیان ہے، جد فاسد[1] کا نہیں۔

جد صحیح کے چار[2] احوال اور پانچ صورتیں ہیں:

چار احوال یہ ہیں: سدس فقط، عصبہ محض، سدس مع العصبہ اور حجب۔

اور پانچ صورتیں یہ ہیں:

دیکھا جائے گا کہ میت کا اب ہے یا نہیں:

(۱) اگر میت کا اب ہو تو جد محجوب ہوگا۔

اور اگر میت کا اب نہیں ہے تو جد، اب کے قائم مقام ہو جائے گا، اور اب والی چار صورتیں اس پر جاری ہوں گی یعنی:

(۲) میت کی اولاد نہیں تو یہ عصبہ محض ہوگا۔

(۳،٤) اگر نرینہ اولاد ہو یا نر و مادہ دونوں ہوں تو جد کو فقط سدس ملے گا۔

(۵) اور اگر اولاد صرف مادہ ہو تو جد کو سدس بھی ملے گا اور وہ عصبہ بھی ہوگا۔

"وأب الجد وإن علا مثل الجد في سائر الأحوال".

۱- قوله: "جد فاسد کا نہیں" لأنه من ذوي الأرحام.

۲- اب کے احوال اور صورتوں پر ایک حال اور ایک صورت کی زیادتی ہے، وهي الحجب عند وجود الأب.

"تنبیہ" میراث کے تمام مسائل میں جدّ اب کی طرح ہے، سوائے چار مسائل کے، ان میں سے تین بالترتیب اخت علی، ام اور جدّہ صحیحہ کے احوال میں اور چوتھا عصبہ سببی (مولی العتاقة) کے بیان میں آئے گا۔

مشق

(۱) میت

اب (عصبہ محض) — جد محجوب

(۲) میت

جد عصبہ محض

(۳) میت

جد سدس فقط — ابن/ ابن الابن

(٤) میت

جد سدس فقط — ابن/ ابن الابن — بنت/ بنت الابن

(٥) میت

جد سدس وعصبہ — بنت/ بنت الابن

اہم مثالیں

میت

اب الاب عصبہ محض — أب الأم

میت

أب أب الأب عصبہ محض — أب أم الاب

میت

أب الأب عصبہ محض — ابن البنت/ بنت البنت

أحوال الإخوة والأخوات الخيفية☆

خیفی ماں شریک بہن بھائیوں کو کہتے ہیں یعنی جن کی ماں ایک ہو اور باپ الگ الگ ہو۔

ان کی تین حالتیں اور تین صورتیں ہیں:

تین حالتیں یہ ہیں: سدس، ثلث اور حجب۔

تین صورتیں یہ ہیں: دیکھا جائے گا کہ میت کے اصول[1] وفروع میں سے کوئی زندہ ہے یا نہیں:

(۱) اگر ان میں سے کوئی زندہ ہے تو یہ محجوب ہوں گے۔

اور اگر ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں تو دیکھا جائے گا کہ اخ واخت خیفی ایک ہے یا زیادہ:

(۲) اگر ایک ہو تو سدس[2] ملے گا۔

(۳) اور اگر ایک سے زیادہ ہوں، تو ثلث میں[3] برابر کے شریک ہوں گے، "للذكر مثل حظ الأنثيين" کا قانون جاری نہ ہوگا۔

☆خیفی فی الفارسیة: "برادر مادری" و "مولود مادر" وسماهم فی السّراجية أولاد الأم.

۱- قولہ: "میت کے اصول" یعنی باپ دادا الی آخرہ۔ یاد رہے کہ اصطلاح اہل فرائض میں ام کو میت کے اصول میں سے نہیں مانا جاتا۔

۲- قولہ: "سدس ملے گا" چاہے اخ ہو یا اخت۔

۳- قولہ: "برابر کے شریک ہوں گے" چاہے سب اخ ہوں یا سب اخت، یا کچھ اخ ہوں اور کچھ اخت۔ قال في السراجية: "ذكورهم وإناثهم في القسمة (عند اجتماع الأخ والأخت) والاستحقاق (عند انفرادهما) سواء".

مشق

(۱) میت

اختِ خ	اخِ خ	اب
م	م	عصبہ محض

میت

اختِ خ	اخِ خ	أب الأب
م	م	عصبہ محض

میت

اختِ خ	اخِ خ	ابن/ بنت
م	م	

میت

اختِ خ	اخِ خ	ابن الابن/ بنت الابن
م	م	عصبہ

(۲) میت

اخِ خ

سدس

میت

اختِ خ

سدس

(۳) میت

اخِ خ — اخِ خ

ثلث

میت

اخِ خ — اختِ خ

ثلث

میت

اختِ خ — اختِ خ

ثلث

اہم مثالیں

میت

اب أم الأب	/	أب الأم	اخِ خ
م		م	سدس

میت

بنت البنت	/	ابن البنت	اختِ خ
م		م	سدس

أحوال الزّوج

زوج کی دو حالتیں ہیں: نصف، ربع۔

اور دو ہی صورتیں ہیں: دیکھا جائے گا کہ میت کی اولاد[1] ہے یا نہیں:

(۱) اگر اولاد نہیں ہے تو زوج کو نصف ملے گا۔

(۲) اور اگر اولاد ہو (خواہ اسی شوہر سے خواہ دوسرے سے) تو زوج کو ربع ملے گا۔

مشق

(۱) میت

زوج	اب
نصف	عصبہ

(۲) میت

زوج	ابن
ربع	

میت

زوج	بنت
ربع	

میت

زوج	ابن الابن
ربع	

میت

زوج	بنت الابن
ربع	

اہم مثالیں

میت

زوج	ابن البنت
نصف	

میت

زوج	بنت البنت
نصف	

۱- اب کی طرح زوج اور زوجہ کے احوال کا دارومدار بھی میت کی اولاد پر ہے۔

أحوال الزّوجه

زوجہ کی بھی دو ہی حالتیں ہیں: ربع[۱] ثمن۔

اور دو ہی صورتیں ہیں: دیکھا جائے گا کہ میت کی اولاد ہے یا نہیں:

(۱) اگر میت کی اولاد نہیں تو زوجہ[۲] کو ربع ملے گا۔

(۲) اور اگر اولاد ہو (خواہ اسی زوج سے خواہ دوسرے سے) تو زوجہ کو ثمن ملے گا۔

مشق

(۱) میت

زوجه — اب
ربع — عصبه

(۲) میت

زوجه — ابن
ثمن

میت

زوجه — بنت
ثمن

میت

زوجه — ابن الابن
ثمن

میت

زوجه — بنت الابن
ثمن

اہم مثالیں

(۱) میت

زوجه — ابن البنت
ربع

(۲) میت

زوجه — بنت البنت
ربع

(۳) میت

زوجه زوجه زوجه زوجه — جد
ربع — عصبه محض

(٤) میت

زوجه زوجه زوجه زوجه — ابن
ثمن — عصبه محض

۱- گویا کہ جہاں زوجہ کے حصص کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے زوج کے حصص کی ابتداء ہوتی ہے۔

۲- قولہ: "زوجہ کو ربع ملے گا" چاہے ایک ہو یا زیادہ۔

أحوال البنت

بنت کی تین حالتیں ہیں: نصف، ثلثان، عصبہ۔

اور تین ہی صورتیں ہیں: دیکھا جائے گا کہ بنت کے ساتھ ابن ہے یا نہیں:

(۱) اگر بنت کے ساتھ ابن ہو تو بنت ابن کے ساتھ مل کر عصبہ بنے گی[1]۔

اور اگر ابن نہ ہو تو دیکھا جائے گا کہ بنت ایک ہے یا زیادہ:

(۲) اگر ایک ہو تو اسے نصف ملے گا۔

(۳) ایک سے زائد ہوں تو ثلثان میں برابر کی شریک ہوں گی۔

مشق

(۱) میت

زوج	بنت
ربع	نصف

(۲) میت

زوجہ	۳ بنت
ثمن	ثلثان

(۳) میت

اب	بنت	ابن
سدس فقط	عصبہ	

۱- قولہ: "عصبہ بنے گی" لہذا عصوبت کا مال ان میں " للذکر مثل حظ الأنثيين" کے قانون سے تقسیم ہوگا۔

أحوال بنت الابن

بنت الابن کے احوال کے ضبط کے لیے چار جملے[1] ہیں۔

دیکھا جائے گا کہ میت کی اولاد ہے یا نہیں:

(۱) اگر میت کی اولاد نہیں[2] تو بنت الابن، بنت کے قائم مقام ہوگی، چنانچہ اگر اس کے ساتھ ابن (یعنی ابن الابن) موجود ہو تو عصبہ ہوگی، ورنہ اگر ایک ہو تو نصف لے گی، ایک سے زیادہ ہوں تو ثلثان میں برابر کی شریک ہوں گی۔

۱- قولہ: "چار جملے" بغرض تسہیل یوں ہی یاد کروایا جاتا ہے، ورنہ اس کے احوال پانچ اور صورتیں دس ہیں، پانچ احوال یہ ہیں: نصف، ثلثان، سدس، عصبہ، حجب۔ اور دس صورتیں ان جملوں میں غور کرنے سے سمجھ میں آسکتی ہیں۔ پہلے جملے میں مذکور حالتیں بنت اور بنت الابن کے درمیان مشترک ہیں اور بقیہ تین جملے بنت الابن کے ساتھ خاص ہیں۔ اب اور زوجین کی طرح بنت الابن کے احوال کا تعلق بھی اولاد کے ساتھ ہے۔

تنبیہ: یہاں سراجی اور تسہیل سراجی کے ضبط احوال میں تھوڑا سا فرق ہے۔ سراجی میں پہلے ہر ذی فرض کی وہ حالت بیان کی جاتی ہے جو دوسرے ورثہ کے نہ ہوتے ہوئے (یعنی حاجب نقصان وحرمان کے نہ ہوتے ہوئے) اس پر جاری ہوتی ہے، پھر حاجب نقصان وحرمان کے ہونے سے جو حالتیں لگتی ہیں وہ درجہ بدرجہ بیان کی جاتی ہیں، مثلاً بنت الابن کے احوال کو لے لیجیے، اس میں پہلے وہ صورت بیان کی گئی ہے جب بنت الابن اکیلی ہو، صلبی اولاد نہ ہو، پھر وہ صورت بیان کی گئی ہے جس میں اس کے ساتھ بنت موجود ہو، پھر وہ صورت جس میں ابن موجود ہو۔

اسی طرح اخت علّی میں پہلے وہ صورت بیان کی گئی ہے جس میں اخت علّی اکیلی ہو، پھر وہ صورت جس میں اس کے ساتھ اخت عینی موجود ہو، پھر وہ حالت جو اسے فرع مؤنث کے موجود ہونے سے لگتی ہے، پھر وہ حالت جو فرع مذکر کی موجودگی سے اس پر جاری ہوتی ہے، پھر وہ حالت جو اصول کے ہونے سے جاری ہوتی ہے، پھر وہ حالت جو فرع مؤنث اور اخت عینی دونوں کے جمع ہو جانے سے اس پر لاگو ہوتی ہے۔ تسہیل سراجی میں اس کے برعکس ہے، جیسا کہ غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔

۲- قولہ: "اولاد نہیں" اولاد سے یہاں بلاواسطہ اولاد مراد ہے یعنی بیٹا، بیٹی۔ بواسطہ مذکر اولاد یعنی پوتا پوتی یہاں مراد نہیں، فافہم۔

(۲) اور اگر میت کی اولاد ہے تو نرینہ ہوگی یا مادہ یا دونوں: اگر صرف[1] نرینہ ہو یا نر و مادّہ دونوں ہوں تو بنت الابن محجوب ہوگی۔

اور اگر اولاد صرف مادہ ہو تو دیکھیں گے کہ اولاد مادہ ایک ہے یا زیادہ:

(۳) اگر ایک ہے تو بنت الابن کو سدس ملے گا تکملة للثلثین، بشرطیکہ اس کے ساتھ ابن متحاذی[2] نہ ہو، اگر اس کے ساتھ ابن متحاذی موجود ہو تو اس کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائے گی۔

(٤) اور اگر میت کی مادہ اولاد ایک سے زیادہ ہو تو بنت الابن محجوب ہوگی، الّا یہ کہ اس کے ساتھ ابن متحاذی[3] یا اسفل موجود ہو تو یہ[4] اس کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائے گی۔

۱- قولہ: "اگر صرف نرینہ ہو"، اس کی تعبیر یوں بھی کرتے ہیں: اگر نرینہ اولاد ہو، چاہے اس کے ساتھ مادہ ہو یا نہ ہو۔

۲- قولہ: "ابن الابن متحاذی" یعنی پوتا، "متحاذی" کی قید سے ابن ابن الابن یعنی پڑپوتا خارج ہوگیا، بنت الابن اس کے ساتھ عصبہ نہیں بنے گی، کیونکہ اسفل اس وقت علیا کو عصبہ بنائے گا جب علیا ذی سہم نہ ہو "فیعصبھن من کانت بحذائه، ومن کانت فوقه ممن لم تکن ذات سهم". (سراجی) یہاں پر علیا ذی سہم ہے، کیونکہ اسے سدس مل رہا ہے۔

۳- قولہ: "متحاذی یا اسفل" یہاں جیسے ابن الابن متحاذی کے ساتھ مل کر بنت الابن عصبہ بنتی ہے، اسی طرح اسفل کیساتھ بھی عصبہ بن جاتی ہے، کیونکہ اسفل کے علیا کو عصبہ بنانے کی شرط یہاں پائی جاتی ہے یعنی علیا کا محجوب ہونا، نیز اسفل جب اپنی متحاذی بنت سفلیٰ کو عصبہ بنا سکتا ہے تو لامحالہ علیا کو بھی بنائے گا، کیونکہ یہ بات بہت بعید ہے کہ سفلیٰ تو عصبہ بن کر ترکہ پائے اور علیا محجوب ہو، لہٰذا یہ دونوں کو عصبہ بنائے گا۔

٤- قولہ: "اس کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائے گی" یہ شق سراجی میں مذکور نہیں ہے، شریفیہ میں اسے نقل کیا ہے: "ویصرن معها (أی الواحدة الصلبیة) من العصبات إن کان معهن (أی فی درجتهن) ابن الابن، فإن کان معهن ذکر أسفل منهن درجة فلهن فرضهن".

قاعدہ:

اگر بنات الابن متعدد ہوں، بعضهن أسفل من بعض تو جب بھی علیا نہ ہو سفلیٰ اس کے قائم مقام ہو جائے گی، مثال:

مسألة التشبیب:

میت

	الفریق الأول	الفریق الثانی	الفریق الثالث
بطن اول ←	ابن	ابن	ابن
بطن ثانی ←	ابن، بنت(ع)	ابن	ابن
بطن ثالث ←	ابن، بنت(و)	ابن، بنت(ع)	ابن
بطن رابع ←	بنت(س)	ابن، بنت(و)	ابن، بنت(ع)
بطن خامس ←		بنت(س)	ابن، بنت(و)
بطن سادس ←			بنت(س)
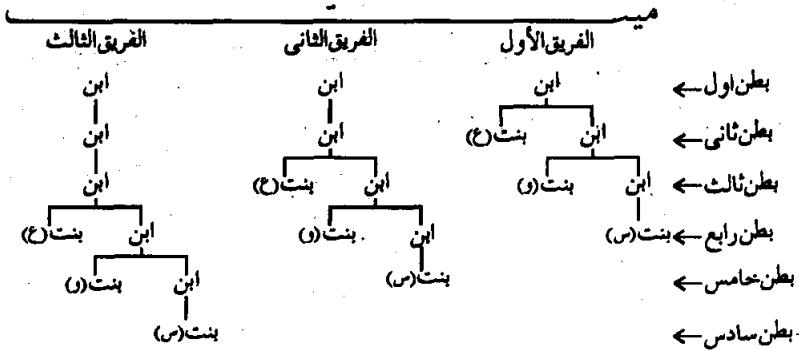
صورت[1] بالا میں میت کے تین ابن ہیں، ہر ایک کی تین تین بنات الابن زندہ ہیں، بعضهن أسفل

۱- قولہ: "صورت بالا میں" یہ صورت کئی وجوہ سے دلچسپ ہے:

(۱) اس میں تین فریق، چھ بطن اور اکیس افراد ہیں، بارہ ابناء اور نو بنات، جن میں سے صرف بنات زندہ ہیں۔

(۲) پہلے فریق میں چھ افراد ہیں، دوسرے میں سات اور تیسرے میں آٹھ۔

(۳) تینوں فریق میں بنات کی تعداد مساوی ہے، یعنی تین تین لیکن ابن پہلے فریق میں تین، دوسرے میں چار اور تیسرے میں پانچ ہیں۔

(٤) پہلے بطن میں کوئی بنت نہیں، جیسا کہ آخری بطن میں کوئی ابن نہیں۔

(٥) دوسرے اور چھٹے بطن میں ایک ایک بنت ہے، تیسرے اور پانچویں میں دو دو بنت اور چوتھے بطن میں تین بنات ہیں۔ اس بطن میں ہر فریق میں بنت موجود ہے اور یہ "أحفل البطون بالبنات" ہے۔

(٦) آخری نکتہ یہ ہے کہ اس مثال کو معکوس کر کے بھی حل کیا جا سکتا ہے۔ آپ اس کی کوشش کریں۔

فوائد: اس مسئلہ کو ذکر کرنے سے پانچ اہم فوائد کی طرف اشارہ مقصود ہے، مثلاً:

(۱) علیا نہ ہو تو سفلیٰ اس کے قائم مقام ہوگی، اگر چہ دوسرے فریق سے ہو۔ "للعلیا من الفریق الأول النصف" ملاحظہ ہو کہ علیا بنت نہیں بنت الابن ہے اور دو سفلیٰ میں سے ایک دوسرے فریق سے ہے۔

(۲) علیا جب ایک ہو تو سفلیٰ کو سدس ملے گا، چاہے سفلیٰ ایک ہو یا زیادہ، اسی فریق سے ہو یا دوسرے سے۔ "وللوسطی من الفریق الأول مع من یوازیها السدس"۔

(۳) علیا جب ایک سے زیادہ ہوں چاہے ایک بطن اور ایک ہی فریق سے ہوں یا الگ الگ بطن اور الگ الگ فریق سے۔ تو سفلیٰ محجوب ہے، اگر چہ کسی اور فریق سے ہو۔ "ولا شیء للسفلیات"

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

من بعض، کل نو بنات الابن ہیں۔ "ع" علیا کی، "و" وسطیٰ کی اور "س" سفلیٰ کی علامت ہے۔فریق اول کی علیا کو نصف ملے گا اور اس کی وسطیٰ اور فریق ثانی کی علیا کو سدس ملے گا۔فریق اول کی سفلیٰ، فریق ثانی کی وسطیٰ وسفلیٰ اور فریق ثالث کی علیا، وسطیٰ اور سفلیٰ ان چھ کو کچھ نہیں ملے گا۔ہاں اگر ان بلا سہم والوں کے متحاذی یا اسفل کوئی ابن ہوتا تو وہ بنت الابن متحاذیہ اور فوقیہ کو عصبہ بنا دیتا۔

صورت مذکورہ میں مسئلہ بعد الرد والتصحیح آٹھ سے ہے،فریق اول کی علیا کو چھ حصے،فریق اول کی وسطیٰ کو ایک حصہ اور فریق ثانی کی علیا کو بھی ایک حصہ ملے گا۔باقی چھ بنات الابن (ایک فریق اول سے، دو فریق ثانی سے اور تین فریق ثالث سے، یہ سب) محجوب ہیں۔

اگر اس صورت میں بطن رابع میں یعنی فریق اول کی سفلیٰ، فریق ثانی کی وسطیٰ اور فریق ثالث کی علیا کے برابر کوئی ابن ہو تو ان تینوں کو عصبہ بنا دے گا، مالِ عصوبت ان چاروں پر اخماساً[1] تقسیم ہوگا اور ان سے اسفل کی تین بنات الابن محجوب ہوں گی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

(٤) ابن الابن کی تین حالتیں ہیں: بنت متحاذیہ کو ہمیشہ عصبہ بناتا ہے۔سفلیٰ کو ہمیشہ محجوب کرتا ہے۔علیا محجوب ہو تو اسے عصبہ بناتا ہے، ورنہ نہیں۔"فیعصبهن، من كانت بحذائه، ومن كانت فوقه ممن لم تكن ذات سهم ويسقط من دونه".

(٥) ابن الابن الخ، بنت الابن الخ، کو عصبہ بناتا ہے چاہے اسی فریق سے ہو یا دوسرے فریق سے (یعنی چاہے اس کا سگا بھائی ہو یا ابن عم) اور چاہے اسی بطن سے ہو یا دوسرے بطن سے "إلا أن يكون معهن غلام فيعصبهن". یہ سارے فوائد "إذا عرفت هذا" سے لے کر" ويسقط من دونه" تک عبارت کے ضمن میں مذکور ہیں، فليتامل.

۱- اس صورت میں مسئلہ چھ سے بن کر تصحیح ساٹھ سے ہوگی، جیسے:

مسئلہ ٦ تصـــ ٦٠ المضروب (١٠)

میـــت

الابن	الابن	الابن	الابن	الابن
بنت	ابن	ابن	ابن	ابن
نصف	٢ بنت	ابن	ابن	ابن
٣/٣٠	سدس	٣ بنت	ابن	ابن
	١/١٠		ابن	ابن
		عصبہ		٣ بنت
		٢/٢٠		محروم

اگر بطن خامس میں یعنی فریق ثانی کی سفلیٰ اور فریق ثالث کی وسطیٰ کے برابر کوئی ابن ہو تو وہ ان دونوں اور مذکورہ تین علیا، پانچوں کو عصبہ بنا دے گا، پھر مالِ عصوبت ان پانچ بنات الابن اور ایک ابن ابن ابن الابن پر اسباعاً[1] تقسیم ہوگا، ان سے اسفل کی ایک بنت الابن محجوب ہوگی۔

اگر بطن سادس میں یعنی فریق ثالث کی سفلیٰ کے متحاذی کوئی ابن ہو تو وہ اپنے متحاذی ایک اور علیا کی پانچ بنات الابن کو عصبہ بنا دے گا اور مال عصوبت ان چھ بنات الابن اور ایک ابن ابن ابن ابن الابن پر اثماناً[2] تقسیم ہوگا۔ ایسے ابن کو "ابن مبارک" کہتے ہیں، کیونکہ یہ ان بنات کے حق میں مبارک ثابت ہوا۔

اور اگر تینوں درجوں میں کہیں ابن موجود نہیں تو یہ مالِ عصوبت رد ہو کر نصف اور سدس والی بنات پر تقسیم ہو جائے گا، جیسے:

۱- اس صورت میں مسئلہ چھ سے بن کر تصحیح چوراسی سے ہوگی۔ جیسے:

مسئلہ ٦ تص ـــ ٨٤ — المضروب (١٤)

میـــت

الابن	الابن	ابن	الابن	الابن	الابن
بنت	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن
نصف	٢ بنت	ابن	ابن	ابن	ابن
٣/٤٢	سدس	٣ بنت	ابن	ابن	ابن
	١/١٤		٢ بنت	ابن	ابن
					بنت
					محروم

عصبہ ٢/٢٨

۲- اس صورت میں مسئلہ چھ سے بنے گا اور تصحیح چوبیس سے ہوگی۔ جیسے:

مسئلہ ٦ تص ـــ ٢٤ — المضروب (٤)

میـــت

الابن	الابن	الابن	ابن	الابن	الابن
بنت	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن
نصف	٢ بنت	ابن	ابن	ابن	ابن
٣/١٢	سدس	٣ بنت	ابن	ابن	ابن
	١/٤		٢ بنت	ابن	ابن
				بنت	ابن

عصبہ ٢/٨

مسئلہ ٦ ر ٤ تصـ ٨

میـــــــــــت

ابن ابن بنت (علیا ثانی)	ابن ابن بنت (وسطی اول)	ابن بنت (علیا اول) نصف
١	سدس ١	٣/٦

١/٢

مشق

(١) میـــــــت

بنت الابن نصف	زوج ربع

میـــــــت

بنت الابن	بنت الابن	زوجه
ان	ثلث	ثمن

میـــــــت

ابن الابن	بنت الابن
به	عصـ

(٢) میـــــــت

بنت الابن م	ابن عصبه

میـــــــت

بنت الابن	بنت	ابن
م	به	عصـ

(٣) میـــــــت

بنت الابن سدس	بنت نصف

میـــــــت

ابن الابن (متحاذی)	بنت الابن	بنت
به	عصـ	نصف

میـــــــت

ابن ابن الابن (اسفل)	بنت الابن	بنت
عصـــبه	سدس	نصف

(٤) میـــــــت

بنت الابن	بنت	بنت	زوج
م	ثان	ثلـ	ربع

میـــــــت

أبن الابن (متحاذی)	بنت الابن	٢بنت	زوجه
به	عصـ	ثلثان	ثمن

میـــــــت

ابن ابن الابن (اسفل)	بنت الابن	٣بنت	اب
به	عصـ	ثلثان	سدس فقط

أحوال الأخت العینی

اخت عینی کے احوال کے ضبط کے لیے تین جملے ہیں۔[1]

دیکھا جائے گا کہ میت کے اصول اور فرعِ مذکر میں سے کوئی موجود ہے یا نہیں:

۱- اگر ان میں سے کوئی موجود ہے تو اخت عینی محجوب ہوگی۔

اگر ان میں سے کوئی زندہ نہ ہو تو دیکھا جائے گا کہ میت کے فرع مؤنث میں سے کوئی موجود ہے یا نہیں:

۲- اگر ان میں سے کوئی موجود ہو تو اخت عینی اس کی وجہ سے عصبہ ہو جائے گی۔

۳- اور اگر ان میں سے بھی کوئی موجود نہ ہو تو اخت عینی بنت کے قائم مقام ہو جائے گی، لہٰذا اگر ایک ہو تو نصف لے گی، اگر ایک سے زیادہ ہوں تو ثلثان میں برابر کی شریک ہوں گی، اور اگر اس کے ساتھ اخ عینی بھی ہو تو اس کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جائے گی۔

مشق

(۱) میـــــــــــــــــــــــ

اب	اخت ع
عصبہ محض	م

میـــــــــــــــــــــــ

جد	اخت ع
عصبہ محض	م

میـــــــــــــــــــــــ

ابن	اخت ع
عصبہ	م

(۲) میـــــــــــــــــــــــ

بنت	اخت ع
نصف	عصبہ

میـــــــــــــــــــــــ

بنت الابن	اخت ع
نصف	عصبہ

۱- قولہ: "تین جملے" اخت عینی کے احوال چار ہیں: نصف، ثلثان، عصبہ، حجب۔ اور صورتیں پانچ ہیں جو ان جملوں میں غور کرنے سے سمجھ میں آ سکتی ہیں۔

ميت

بنت	بنت الابن	اخت ع
نصف	سدس	عصبه

(۳) ميت

زوج	اخت ع
نصف	نصف

ميت

زوجه	۵اخت ع
ربع	ثلثان

ميت

زوجه	اخت ع	اخ ع
ربع	عصبه	

أحوال الأخت العلّی☆

اختِ علّی کے احوال کے ضبط کے لیے پانچ جملے[1] ہیں:

دیکھا جائے گا کہ میت کے اصول، فرع[2] مذکر اوراخ عینی میں سے کوئی موجود ہے یا نہیں:

۱- اگران میں سے کوئی موجود ہو تو اختِ علّی محجوب ہوگی۔

اگران میں سے کوئی زندہ نہ ہو تو پھر چار صورتوں میں سے کوئی ایک صورت درپیش ہوگی: یا تو فرع مؤنث (بنت، بنت الابن...... إلــخ) اوراختِ عینی دونوں ہوں گی، یا دونوں نہیں ہوں گی، یا فرع مؤنث ہوگی اختِ عینی نہیں ہوگی، یا اختِ عینی ہوگی فرع مؤنث نہ ہوگی۔

۲- اگر میت کی فرع مؤنث اوراختِ عینی دونوں موجود ہوں تو اختِ علّی محجوب ہوگی۔[3]

☆علّی، باپ شریک بہن بھائیوں کو کہتے ہیں یعنی جن کا باپ ایک ہو ماں الگ الگ۔ وســــماهم في السـراجية الأخوات لأب.

۱- قولہ: "پانچ جملے" اختِ علّی کے پانچ حال ہیں: نصف، ثلثان، سدس، عصبہ، حجب۔ اورصورتیں بارہ ہیں، کــمـا يظهر من التفكر في هذه الحمل.

فائدہ: جس طرح اب کے تمام احوال أبِ الأب میں اور بنت کے تمام احوال بنت الابن میں پائے جاتے ہیں، اسی طرح اختِ عینی کے تمام احوال اختِ علّی میں موجود ہیں۔ اسی وجہ سے مصنف علیہ الرحمۃ تینوں جگہ حرفِ تشبیہ لائے ہیں:

(۱) والجد كالأب (۲) وبنات الابن كبنات الصلب (۳) والأخوات لأب كالأخوات لأب وامّ.

۲- قولہ: "اصول، فرع مذکر" یہ دونوں حاجب چونکہ اختِ عینی اورعلی کے لیے مشترک ہیں اس لیے سراجی میں تکرار سے بچنے کی خاطر یہ صورت اختِ علّی کے احوال میں ذکر کی گئی ہے، اختِ عینی کے احوال میں نہیں ہے۔ "وبــنـوا الأعيـان والـعـلات كلهم يسقطون بالابن وابن الابن وإن سفل، وبالأب بالاتفاق، وبالجد عند أبي حنيفة". (سراجی)

۳- قولہ: "محجوب ہوگی" قــال فـي السراجية: "وبالأخت لأب وأم إذا صارت عصبة" أي مع البنت، وهذا؛ لأن الـفـرع الـمـؤنث لما أخذت النصف، والأخت العيني صارت عصبة معها فأخذت ما بقي، لم يبق للعلاَّتية شيء.

۳- اگر دونوں موجود نہ ہوں تو اخت علّی بنت کے قائم مقام ہوگی، لہٰذا ایک ہو تو نصف لے گی، دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ثلثان میں برابر کی شریک ہوں گی، اور اگر اس کے ساتھ اخ علّی بھی موجود ہو تو اس کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جائے گی۔

٤- اگر فرع مؤنث موجود ہو اور اخت عینی موجود نہ ہو تو اخت علّی فرع مؤنث کی وجہ سے عصبہ بن جائے گی۔

۵- اگر اخت عینی ہو اور فرع مؤنث نہ ہو تو دیکھا جائے گا کہ اخت عینی ایک ہے یا زیادہ:

(الف) اگر ایک ہو تو اخت علی کو سدس ملے گا[1] تکملة للثلثين، الّا یہ کہ اخ علی موجود ہو تو یہ اس کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائے گی۔

(ب) اور اگر اخت عینی ایک سے زیادہ ہوں تو اخت علّی محجوب ہوگی، الّا یہ کہ[2] اخ علّی بھی موجود ہو تو اس کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائے گی۔

۱- قولہ: "اخت علی کو سدس ملے گا" تکملةً للثلثين، یاد رہے کہ "تکملةً للثلثين" کا قانون دو جگہ جاری ہوتا ہے، ایک بنات میں، جہاں علیا نصف اور سفلی سدس لیتی ہے، دوسرے اخوات میں، یہاں قویہ (عینی) کو نصف اور ضعیفہ (علی) کو سدس ملتا ہے۔ اگر بنات و اخوات مختلط ہوں تو یہ قانون جاری نہیں ہوتا، بلکہ بنت اپنا فرض لے گی اور اخت اس کی وجہ سے عصبہ ہو جائے گی۔ فليحفظ فإنه من مواقع الخطأ۔

۲- قولہ: "الّا یہ کہ" "ولا تكون عصبة بالأخ الأسفل بخلاف بنت الابن، لقوة القرابة في أولاد الابن دون الإخوة والأخوات.

فائدہ: بنو العلات کے احوال میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ چیزیں ان کے لیے حاجب ہیں: اصول، فرع مذکر، اخ عینی، اجتماع فرع مؤنث و اخت عینی اور تعدد اخت عینی۔

مشق

(۱) میت

اب		اخت عل
عصبہ		م

میت

جد		اخت عل
عصبہ		م

میت

ابن		اخت عل
عصبہ		م

میت

ابن الابن		اخت عل
عصبہ		م

میت

اخ ع		اخت عل
عصبہ		م

میت

اخت ع	اخ ع	اخت عل
عصبہ		م

(۲) میت

بنت	اخت ع	اخت عل
نصف	عصبہ	م

میت

۵بنت	اخت ع	اخت عل
ثلثان	عصبہ	م

میت

بنت الابن	اخت ع	اخت عل
نصف	عصبہ	م

(۳) میت

زوج		اخت عل
نصف		نصف

میت

زوجہ		۲اخت عل
ربع		ثلثان

میت

زوج	اخت عل	اخ عل
نصف	عصبہ	

(٤) میت

بنت	اخت عل
نصف	عصبه

میت

بنت الابن	اخت عل
نصف	عصبه

میت

بنت	بنت الابن	اخت عل
نصف	سدس	عصبه

(٥) میت

اخت ع	اخت عل
نصف	سدس

میت

اخت ع	اخت عل	اخ عل
نصف	عصبه	

میت

اخت ع	اخت عل	ابن الاخ عل
نصف	سدس	عصبه

میت

٢اخت ع	اخت عل
ثلثان	م

میت

٢اخت ع	اخت عل	اخ عل
ثلثان	عصبه	

میت

٥اخت ع	اخت عل	ابن الاخ عل
ثلثان	م	عصبه

میت

٣اخت ع	٣ اخت عل	٣ اخت خ
ثلثان	م	ثلث

اہم مثال

میت

اخت خ	اخ ع	اخت عل
سدس	ع	م

أحوال الأمّ

ام کی تین حالتیں ہیں: سدس، ثلث کل، ثلث باقی، اور چار صورتیں ہیں۔ دیکھا جائے گا کہ میت کی اولاد موجود ہے یا نہیں:

۱- اگر میت کی اولاد موجود ہو تو ام کو سدس ملے گا اور اگر اولاد موجود نہ ہو تو دیکھا جائے گا کہ اخوۃ واخوات ذی عدد[1] ہیں یا نہیں:

۲- اگر اخوۃ واخوات ذی عدد ہیں تو پھر بھی ام کو سدس ملے گا۔

اور اگر اخوۃ واخوات ذی عدد نہ ہوں[2] تو دیکھا جائے گا کہ اب مع احدالزوجین[3] ہے یا نہیں۔

۳- اگر اب مع احدالزوجین ہو تو ام کو ثلث باقی[4] ملے گا۔

۴- اگر اب مع احدالزوجین نہ ہو تو ثلث کل ملے گا۔

فائدہ: اگر اولاد یا اخوۃ واخوات ذی عدد بھی ہوں اور اب مع احدالزوجین بھی ہو اور سدس وثلث باقی کا تعارض ہو جائے تو جو اقل متیقن ہے یعنی سدس وہی ملے گا۔

۱- قولہ: "اخوۃ واخوات ذی عدد" چاہے اخ ہوں یا اخت یا مختلط، اور چاہے عینی ہوں یا علی یا خیفی، اور چاہے خود حصہ لے رہے ہوں یا محجوب ہوں۔ ان تعمیمات ثلاثہ کی مثالیں مشق میں دی گئی ہیں۔

۲- قولہ: "اخوۃ واخوات ذی عدد نہ ہوں" چاہے بالکل نہ ہوں، یا صرف ایک ہو، ذی عدد نہ ہو۔ یاد رہے کہ ایک کو عدد نہیں مانا جاتا۔

۳- قولہ: "اب مع احدالزوجین" یہ مجموع من حیث المجموع شرط ہے، لہٰذا چوتھی صورت میں اب مع احدالزوجین نہ ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ اب واحدالزوجین دونوں نہ ہوں یا اب ہو احدالزوجین نہ ہو یا برعکس۔

فائدہ: طرفین رحمہما اللہ کے مفتی بہ قول کے مطابق جد اس مسئلے میں اب کے قائم مقام نہیں، لہٰذا اگر ام کے ساتھ جد مع احدالزوجین ہو، تو چوتھی صورت کو لاگو سمجھ کر امّ کو ثلثِ کل دیں گے نہ کہ ثلث باقی۔

۴- قولہ: "ثلث باقی" "ثلث باقی سے مراد "باقی بعد فرض احدالزوجین" ہے یعنی احدالزوجین کو اس کا حصہ دینے کے بعد جو باقی بچے اس کا ثلث۔ یہ فی الحقیقت سدس ہوتا ہے یا ربع، کیونکہ یہ صرف دو ہی صورتوں میں ممکن ہوتا ہے: ایک یہ کہ زوج کو نصف مل رہا ہو تو دوسرے نصف کا ثلث، سدس کے برابر ہوگا۔ دوسرے یہ کہ زوجہ کو ربع مل رہا ہو تو باقی تین ربع کا ثلث، ربع کے برابر ہوگا۔ جب میت کی اولاد ہو اور زوج کو ربع یا زوجہ کو ثمن ملے تو وہاں ام کو ثلث باقی نہیں بلکہ سدس ملتا ہے۔ وہذا معنی قولہ: "وذلك في مسئلتين: زوج وأبوين، وزوجة وأبوين"، فتفكر.

مشق

(۱) میت

ابن	ام
عصبه	سدس

میت

بنت	ام
نصف	سدس

میت

ابن الابن	ام
عصبه	سدس

میت

بنت الابن	ام
نصف	سدس

(۲) میت

۲ اخت ع	ام
ثلثان	سدس

میت

۲ اخت عل	ام
ثلثان	سدس

میت

۲ اخت خ	ام
ثلث	سدس

میت

اخت ع	اخت عل	اخت خ	ام
نصف	سدس	سدس	سدس

میت

بنت	اخت ع	ام
نصف	عصبه	سدس

(۳) میت

زوج	اب	ام
نصف	عصبه محض	ثلث باقی

میت

زوجه	اب	ام
ربع	عصبه محض	ثلث باقی

(٤) میت

زوج	اخ خ	ام
نصف	سدس	ثلث کل

میت

اب	اخت ع	ام
عصبه محض	م	ثلث کل

اہم مثالیں

تعارض سدس وثلث باقی:

میت

زوج	اب	ام	بنت
ربع	سدس و عصبہ	سدس	نصف

میت

زوجہ	اب	ام	اخت ع	اخت خ
ربع	عصبہ محض	سدس	م	م

جد مع احد الزوجین:

میت

زوج	جد	ام
نصف	عصبہ محض	ثلث کل

میت

زوجہ	جد	ام
ربع	عصبہ محض	ثلث کل

حجب نقصان بالإخوة والأخوات المحجوبة:

میت

اب	اخت ع	اخت عل	ام
عصبہ محض	م	م	سدس

میت

جد	اخ ع	اخ عل	ام
عصبہ محض.	م	م	سدس

میت

زوج	ابن البنت	ام
نصف	م	ثلث کل

میت

زوجہ	بنت البنت	ام
ربع	م	ثلث کل

أحوال الجدّة الصحيحة

اصطلاح اہل میراث میں[1] جدہ صحیحہ اس کو کہتے ہیں کہ میت کی طرف اس کی نسبت میں جد فاسد کا واسطہ نہ ہو، جیسے: اُمّ الأب (دادی) اور اُمّ الأمّ (نانی) یہ دونوں جدہ صحیحہ ہیں۔

اور جدہ فاسدہ اس کو کہتے ہیں کہ میت کی طرف اس کی نسبت میں جدّ فاسد کا واسطہ ہو، جیسے: امّ اَب الأمّ (نانا کی ماں)۔

جدّہ صحیحہ کی دو حالتیں ہیں: سدس، حجب۔

جدّہ صحیحہ کو سدس ملے گا چاہے ابویہ ہو یا امویہ[2]، ایک ہو یا زیادہ[3]، ایک قرابت والی ہو یا زیادہ

۱- قولہ: "اصطلاح اہل میراث میں" لطیفہ: جد صحیح کی تعریف میں دادا داخل ہوتا ہے نانا نہیں اور جدہ صحیحہ کی تعریف میں دادی اور نانی دونوں داخل ہو جاتی ہیں، لہٰذا اگر کسی میت کے یہ وارث موجود ہوں، دادا، دادی، نانا، نانی تو نانا کے سوا بقیہ تین ترکہ پائیں گے، نانا محروم ہوگا۔

۲- قولہ: "ابویہ ہو یا امویہ" باپ کی بلا واسطہ یا بالواسطہ امہات کو "جدہ ابویہ" کہتے ہیں اور ماں کی بلا واسطہ یا بالواسطہ امہات کو "جدہ امویہ" کہتے ہیں۔

۳- قولہ: "ایک ہو یا زیادہ" ایک سے زائد جدات کی مثال درج ذیل ہے:

مسئلہ ٦ ر ٥

میت

اب	اب	اب	اب	اب
ام	اب	اب	اب	اب
ام	ام	اب	اب	اب
ام	ام	ام	اب	اب
ام	ام	ام	ام	اب
ام	ام	ام	ام	ام
۱	۱	۱	۱	۱

پہلی جدہ کو میت سے نسبت بواسطہ اب ہے، دوسری کو بواسطہ جد ہے، تیسری کو بواسطہ اب الجد ہے، چوتھی کو بواسطہ جد الجد ہے، پانچویں کو بواسطہ اب جد الجد ہے۔ اس مثال میں بنت الابن کے مسئلۃ التشبیب اور ذوی الارحام صنف اول کے مسئلۃ التشحید کی طرح چھ بطون ہیں۔

قرابتوں والی[1]، بشرطیکہ وجوہ حجب میں سے کوئی وجہ نہ پائی جاتی ہو۔

جدّہ کی وجوہ حجب تین ہیں:

(١) وجودِ ام: ماں کی موجودگی میں ہر قسم کی جدات محجوب ہوجاتی ہیں۔

(٢) وجودِ قربیٰ: جدّہ قربیٰ کی موجودگی میں بعدیٰ محجوب ہوتی ہے[2]۔

١- قولہ "ایک قرابت والی ہو یا زیادہ قرابت والی" لہٰذا اگر ایک جدّہ ذات قرابۃ ہو اور دوسری ذات قرابتین یا اکثر، تو پھر بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے مفتی بہ قول کے مطابق "سدس" ان دونوں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا، کیونکہ ایک ہی وارث دو قرابتوں کی وجہ سے دو حصے نہیں پاتا، کالأخ العيني لايرث من جهتين. وأصل هذا أن الترجيح بكثرة العلة لايجوز على ما عرف في الأصول. (ردالمحتار: ٦/٧٨٣ مطبع سعيد، كراتشي)

مثال جدہ ذات قرابۃ وجدہ ذات قرابتین

مثا جدہ ذات قرابۃ وذات قرابات ثلاثہ
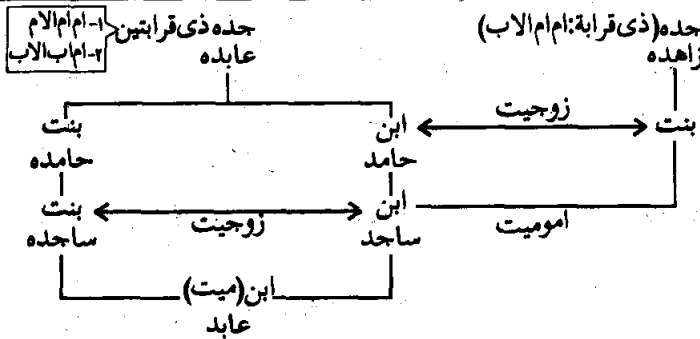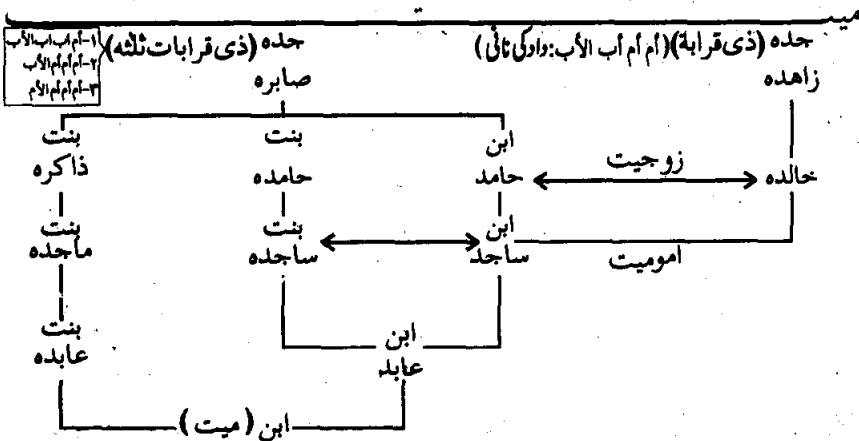
٢- قولہ: "بعدیٰ محجوب ہوتی ہے" چاہے قربیٰ خود بھی محجوب کیوں نہ ہو، جیسے:

(۳) وجودواسطہ[1]: جس ذات کے واسطہ سے جدّہ میت کی طرف منسوب ہو رہی ہے اس کی موجودگی میں جدّہ محجوب ہوگی[2]۔

مشق

میت

اب	أم الأب	أم الأم
عصبۂ محض	م	سدس

میت

اب	أم أب الأب	أم أم الأم
عصبۂ محض	م	سدس

میت

أب ألاب	أم الأب	أم الأم
عصبۂ محض	سـ	ـدس

میت

أب الأب	أم أب الأب	أم أم الأم
عصبۂ محض	م	سدس

میت

أم الأب	أم أب الأب	أم أم الأم
سدس	م	م

میت

أم الأم	أم أب الأب
سدس	م

۱- قولہ: "وجودواسطہ" یہ وجہ حجب صرف ابویات میں جاری ہوتی ہے" والأبويات أيضاً بالأب" امویات میں اس کی نوبت ہی نہیں آتی، پہلا سبب حجب یعنی ام ہی ان کے لیے واسطہ بھی ہے۔"ويسقطن كلهن بالأم" (سراجی) لہٰذا یوں کہنا بھی درست ہوگا کہ امویات کے لیے اسباب حجب دو ہیں: ام اور قربیٰ، اور ابویات کے لیے تین: ام، قربیٰ اور واسطہ۔

فائدہ: اب (والد) تمام ابوی جدات کے لیے حاجب ہوتا ہے۔

۲- قولہ: "جدہ محجوب ہوگی" کیونکہ واسطہ کی موجودگی میں ذی واسطہ محروم ہوتا ہے۔ مثلاً اب کی موجودگی میں اُم الأب الی آخرہا، اور ام کی موجودگی میں اُم الأم الی آخرہا محجوب ہے۔

فائدہ: أب الأب کی موجودگی میں ام أب الأب تو محجوب ہوگی، کیونکہ واسطہ موجود ہے، لیکن اُم الأب (أب الأب کی زوجہ) محجوب نہیں، کیونکہ أب الأب میت کی طرف اس کی نسبت میں واسطہ نہیں، بلکہ اس کے لیے واسطہ اب ہے۔"والأبويات أيضاً بالأب وكذلك بالجد إلّا أم الأب وإن علت فإنها ترث مع الجد (كالأم ترث مع الأب)؛ لأنها ليست من قبله (بل هي زوجته فكانا كالأبوين)" (سراجی بزیادۃ ما بين القوسين.)

میت

أب الأب	أم أب الأب	أم أم الأم
عصبۂ محض	م	سدس

میت

أم الأم	أم أب الأب	أم أم الأم
سدس	م	م

حاجب اول، أم:

ويسقطن كلهن بالأم، (اُم جدات ابویہ وامویہ دونوں کے لیے حاجب ہے، کیونکہ وہ امومیت میں اصل ہے۔)

مثال:

میت

أم	أم الأب	أم الأم
ثلث الكل	م	م

حاجب ثانی، قربیٰ:

والقربى من أى جهة كانت تحجب البعدىٰ من أى جهة كانت:

میت

أم الأب	ام أم الأب	أم أم الأم
قربى ابويه	بعدىٰ ابويه	بعدىٰ امويه
سدس	م	م

میت

أم الأم	ام أم الأب	أم أم الأم
قربى امويه	بعدىٰ ابويه	بعدىٰ امويه
سدس	م	م

وارثة كانت القربى أو محجوبة:

میت

اب	أم الأب	ام ام الام
عصبۂ محض	محجوبه بالاب	محجوبه بالقربى

حاجب ثالث، واسطہ:

والأبويات أيضاً بالأب، (یہ حاجب صرف ابویہ کے لیے ہے، امویہ کے لیے نہیں، کیونکہ امویہ کے لیے واسطہ ام ہے، اور وہ حاجب اول میں داخل ہے)

ميت

أم الام	أم الاب	اب
سدس	م	عصبه

وكذلك بالجد:

ميت

أم أم الأم	أم أب الأب	أب الأب
سدس	م	عصبه

إلاأم الأب (وإن علت) فإنها ترث مع الجد؛ لأنها ليست من قبله.

ميت

أم ألاب ← زوجيت →	أب الأب	زوج
سدس	عصبةٌ محض	نصف

مثال قوله:"وإن علت":

ميت

أم أب الأب ← زوجيت →	أب أب الأب	زوج
سدس	عصبةٌ محض	نصف

بـاب العصبات

عصبہ وہ وارث ہے جس کا سہم مقرر نہ ہو، ذوی الفروض نہ ہوں تو یہ کل مال ورنہ بقیہ مال لیتا ہے۔

عصبہ کی دو قسمیں ہیں: عصبہ نسبی، عصبہ سببی۔

عصبہ نسبی کی تین قسمیں ہیں: عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ، عصبہ مع غیرہ۔

عصبہ بنفسہ:

عصبہ بنفسہ کے متعلق چار چیزیں قابل بیان ہیں: تعریف، اقسام، وجوہ ترجیح اور حکم۔

تعریف:

عصبہ بنفسہ وہ مذکر[1] وارث ہے جو بلا واسطہ یا بواسطۂ مذکر میت کی طرف منسوب ہو۔

اقسام:

عصبہ بنفسہ کی چار قسمیں[2] ہیں: میت کی فرع، میت کی اصل، میت کے اب کی فرع، میت کے جد کی فرع۔

میت کی فرع، جیسے: ابن، ابن الابن الیٰ آخرہ۔ میت کی اصل، جیسے: اب، جد الیٰ آخرہ، میت کے اب کی فرع، جیسے: اخ عینی، اخ علّی، ابن الاخ عینی، ابن الاخ علّی الیٰ آخرہ۔ میت کے جدّ کی فرع، جیسے: عم عینی، عم علّی، ابن العم عینی، ابن العم علّی الیٰ آخرہ۔

۱- قولہ: "وہ مذکر وارث ہے" عصبہ بنفسہ میں عورت یا عورت کے واسطہ کا کوئی دخل نہیں، عصبہ بغیرہ عصبہ تو مرد کے ساتھ مل کر بنتی ہے، لیکن خود عورت ہے، اور عصبہ مع غیرہ خود بھی عورت ہے اور عصبہ بھی عورت کی وجہ سے بنتی ہے۔
فائدہ: چھ افراد ایسے ہیں جو ذی فرض وعصبہ دونوں بنتے ہیں، وہ یہ ہیں اب، جد صحیح اور عصبہ بغیرہ کی چار عورتیں، لیکن ان میں فرق یہ ہے کہ اب وجد تو بیک وقت ذی فرض وعصبہ دونوں ہو سکتے ہیں، بقیہ چاروں بیک وقت ذی فرض وعصبہ دونوں نہیں ہو سکتے، یا ذی فرض ہوں گے یا عصبہ۔

۲- قولہ: "چار قسمیں" ان کو جہات اربعہ بھی کہا جاتا ہے یعنی جہت بنوت، جہت ابوت، جہت اخوت، جہت عمومت۔

وجوہ ترجیح:

عصبات کی تمام اقسام بیک وقت وارث نہیں ہوتیں، بلکہ وجوہ ترجیح کے ذریعے ان میں چھانٹی کی جاتی ہے، وجوہ ترجیح تین ہیں:

(۱) ترجیح بالجہۃ:

پہلی قسم کے ہوتے ہوئے بقیہ تین قسمیں عصبہ نہیں ہوتیں[۱]، دوسری قسم کے ہوتے ہوئے بقیہ دو قسمیں محجوب ہوتی ہیں، اسی طرح تیسری قسم کے ہوتے ہوئے چوتھی قسم محجوب ہوتی ہے۔

علی سبیل القہقریٰ اس کو یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ چوتھی قسم تب وارث بنے گی جب پہلی تین قسمیں نہ ہوں، تیسری قسم اس وقت وراثت کی حقدار ہوگی جب پہلی دو قسمیں نہ ہوں اور دوسری قسم اس وقت عصبہ بنے گی جب پہلی قسم نہ ہو۔

(۲) ترجیح بالقرب:

اقرب کے ہوتے ہوئے ابعد محجوب ہوتا ہے، لہٰذا ابن کے ہوتے ہوئے ابن الابن الیٰ آخرہ محجوب ہے، اب کے ہوتے ہوئے جد الیٰ آخرہ محجوب ہے، اخ عینی، علّی کے ہوتے ہوئے ابن الاخ عینی، وعلّی الی آخرہ محجوب ہے۔ عم عینی وعلّی کے ہوتے ہوئے ابن العم عینی وعلّی الی آخرہ محجوب ہے۔

(۳) ترجیح بالقوۃ:[۲]

قوی (قرابت والے) کے ہوتے ہوئے ضعیف (قرابت والا) محجوب ہے، چنانچہ اخ عینی کی موجودگی میں اخ علّی اور ابن الأخ عینی کے ہوتے ہوئے ابن الأخ علّی محجوب ہے، عم عینی کے ہوتے ہوئے عم علّی اور ابن العم عینی کے ہوتے ہوئے ابن العم علی محجوب ہے۔

۱- قولہ: "تین قسمیں عصبہ نہیں ہوتیں" یہ الفاظ اس لیے کہے گئے ہیں کہ اس موقع پر دوسری قسم کو محجوب کہنا غلط ہے۔ کیونکہ ذوی الفروض میں گزر چکا ہے کہ ابن کے ہوتے ہوئے اب کو سدس ملتا ہے، وہ محجوب نہیں ہوتا۔ اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں: پہلی قسم کے ہوتے ہوئے دوسری قسم عصبہ نہیں ہوتی اور تیسری وچوتھی قسم محجوب ہوتی ہے۔

۲- قولہ: "ترجیح بالقوۃ" یہ وجہ ترجیح صرف تیسری اور چوتھی قسم میں جاری ہوتی ہے۔ اس بناء پر صاحب کتاب نے اس کو پہلی دو ترجیحوں سے الگ کر کے ذکر کیا "حیث قال: "ثم یرجحون بقوۃ القرابۃ...."

فائدہ:

ان تینوں وجوہ کوعلی الترتیب جاری کیا جاتا ہے، لہٰذا اگر ان میں تعارض ہو جائے تو مقدم کو مؤخر پر ترجیح ہوگی، چنانچہ اول وثانی، یا اول اور ثالث کے تعارض میں اول کو، اور ثانی وثالث کے تعارض میں ثانی کو ترجیح ہوگی۔

(۱) تعارض ترجیح اول وثانی:

مسئلہ ۱

میت

ابن الابن	اخ ع
(راجح بوجہ جہت)	(راجح بوجہ قرب)
۱	م

(۲) تعارض ترجیح اول وثالث:

مسئلہ ۱

میت

ابن الأخ عل	عم ع
(راجح بوجہ جہت)	(راجح بوجہ قوت)
۱	م

(۳) تعارض ترجیح ثانی وثالث:

مسئلہ ۱

میت

اخ علی	ابن الاخ ع
(راجح بوجہ قرب)	(راجح بوجہ قوت)
۱	م

حکم:

اگر ذوی الفروض موجود نہ ہوں تو عصبہ کل مال لیں گے، اگر ذوی الفروض موجود ہوں تو ان کے حصص دینے کے بعد جو بچے وہ عصبہ کو ملے گا۔

پھر مال عصوبت کا طریقۂ تقسیم یہ ہے کہ اگر عصبہ بنفسہ اکیلے ہوں تو ترکہ ان پر برابر تقسیم ہوگا اور اگر ان کے ساتھ عصبہ بغیرہ بھی ہوں (مثلاً ابن، ابن الابن، اخ عینی، اخ علّی کے ساتھ بنت، بنت الابن، اخت عینی، اخت علی بھی بالترتیب ہوں) تو "للذكر مثل حظ الأنثيين" کا قانون جاری ہوکر مرد کو عورت سے دگنا[1] ملے گا۔

۱- قولہ: "دگنا ملے گا" اس کا کلیہ یہ ہے کہ مذکر کو دو اور مؤنث کو ایک فرض کرکے حصص بنائے جائیں گے۔

عصبہ بغیرہ[1]:

عصبہ بغیرہ وہ مؤنث ہے جو اپنے بھائی کے ساتھ ملکر عصبہ بنتی ہے، یہ کل چار[2] ہیں: بنت، بنت الابن، اخت عینی، اخت علی۔

عصبہ مع غیرہ:

عصبہ مع غیرہ وہ عورت ہے، جو فرع مؤنث کی وجہ سے عصبہ بنتی ہے، یہ کل دو عورتیں ہیں: اخت عینی، اخت علی۔

مسئلتین مهمتین:

الأولى:

الف: اخوات عینیہ جب فرع مؤنث کی وجہ سے عصبہ ہوں تو اخ علی محجوب ہوتا ہے،[3] جیسے:

میت

بنت	اخت ع	اخ علّی
نصف	عصبہ	م

(ب) اسی طرح اخوات عینیہ وعلّیہ جب فرع مؤنث کی وجہ سے عصبہ ہوں تو ابن الاخ عینی وعلی محجوب ہوتے ہیں، جیسے:

میت

بنت	اخت ع/علی	ابن ألاخ ع/علّی
نصف	عصبہ	م

ان دو مثالوں پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ پہلی مثال میں اخ علی عصبہ بنفسہ ہے اور اخت عینی عصبہ مع غیرہ ہے، پھر بھی اخت عینی کو حصہ ملتا ہے اور اخ علی محجوب ہو جاتا ہے، حالانکہ معاملہ برعکس ہونا چاہئے، اسی طرح دوسری مثال میں ابن الاخ عینی/علّی عصبہ بنفسہ ہے، جبکہ اخت عینی/علی عصبہ بغیرہ ہے، اول محروم ہو جاتا ہے حالانکہ مذکر ہے اور ثانی الذکر حصہ پاتی ہے حالانکہ مؤنث ہے۔

۱- قولہ: "عصبہ بغیرہ" عصبہ بغیرہ، مع غیرہ کا بیان ذوی الفروض میں ضمناً آچکا ہے۔ ان دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، عصبہ بغیرہ خاص مطلق ہے اور عصبہ مع غیرہ عام مطلق۔

۲- قولہ: "یہ کل چار عورتیں ہیں" ان میں خاص مشترک بات یہ ہے کہ ان چاروں کا فرض نصف وثلثان ہے۔ پس جس عورت کا فرض نہ ہو وہ اپنے بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ نہ بنے گی، جیسے: پھوپھی چچا کے ساتھ مل کر عصبہ نہیں ہوتی۔

۳- قولہ: "تو اخ علی محجوب ہوتا ہے" قال في السراجية: "الأخت لأب وأم۔ إذا صارت عصبة مع البنت۔ أولى من الأخ لأب". (باب العصبات)

اس کا جواب یہ ہے کہ عصبہ بنفسہ یا مذکر ہونا ترجیح کا مطرد و منعکس قاعدہ نہیں، ترجیح کی جامع بنیاد وہ تین وجوہ ہیں جو اوپر ذکر ہوئیں، ان کو مدنظر رکھ کر غور کیا جائے تو پہلی مثال میں اخت عینی اور اخ علی جہت اخوت اور قرب دونوں میں برابر ہیں، البتہ قوت کی رو سے اخت عینی اولی ہے[1]، لہٰذا اسے ترجیح ہوئی۔

دوسری مثال میں جہت وقوت میں دونوں یکساں ہیں، البتہ قرب میں اخت عینی/علی اقرب ہے، بنسبت ابن الاخ عینی/علی کے، لہٰذا اسے ترجیح ہوئی۔ فليحفظ فإنه مهمّ.

الثانية:

درج ذیل مثال میں اخ خیفی کو حصہ ملتا ہے اور اخ علّی محروم ہوتا ہے، جب کہ خیفی ضعیف ہے اور علّی قوی۔

المسألة المشرّكة

میت

زوج	ام	٢ اخ خ	اخ عل
نصف	سدس	ثلث	م

وجہ یہ ہے کہ خیفی اصحاب الفروض میں سے ہے، جب کوئی حاجب نہ ہو تو اپنا فرض لے گا، اور علّی عصبات میں سے ہے، اور عصبہ کو اس وقت حصہ ملتا ہے جب ذوی الفروض سے کچھ بچے اور یہاں ذوی الفروض سے کچھ نہیں بچا۔

حضرت امام مالک وامام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اس صورت میں علی اور خیفی مشترک طور پر ثلث کے حقدار ہوں گے، گویا کہ وہ سب اولاد الام ہیں، اس لیے یہ مسئلہ ان کے نزدیک مسئلہ مشرّکہ[2] کہلاتا ہے۔

١- قولہ: "البتہ قوت کی رو سے اخت عینی اولیٰ ہے" سوال: اخت عینی عصبہ مع غیرہ ہے اور یہ وجوہ ترجیح تو عصبہ بنفسہ میں جاری ہوتی ہیں۔ جواب: یہ وجوہ ترجیح عصبہ بنفسہ کے ساتھ خاص نہیں، عصبہ بغیرہ، مع غیرہ پر، بلکہ ذوی الأرحام میں بھی جاری ہوتی ہیں۔

قال في السراجية في بيان الترجيح الثالث: "ثم يرجحون بقوة القرابة أعني به: "أن ذا القرابتين أولىٰ من ذي قرابة واحدةٍ ذكراً كان أو أنثى". وفي الحاشية: قوله: "ذكرا يعني أن ذا القرابتين من العصبات سواء كان ذكرا أو أنثى مقدم على ذي قرابة واحدةٍ. فالأنوثية لا يمنع ذا القرابتين من التقدم والأولوية، فكم من مؤنث يقدمه قوة القرابة على المذكر الذي ليست قرابته بهذه المثابة، فعمم المصنف الحكم في الذكر والأنثى؛ لتكون قاعدة كلية مؤكدة تجري في ما يمكن فيه جريانه من أقسام العصبات."

٢- قولہ: "مسئلہ مشرّکہ کہلاتا ہے" قال في التنوير وشرحه: "ولو تركت زوجاً وأماً (أو جدة) وإخوة لأم وإخوة لأبوين، أخذ الزوج النصف، والأم أو الجدة السدس، وولد الأم الثلث، ولاشئ للإخوة لأبوين؛ لأنهم عصبة ولم يبق لهم شيء وعندمالك والشافعي يشرك بين الصنفين الأخيرين، كأن الكل أولاد الأم ...... وحاصله أنه ليس عند الحنفية مسألة مشركة اتفاقاً، ولا مسألة أكدرية على المفتي به. وفي الشامية: قوله: "ليشرّك بين الصنفين الأخيرين أي أولاد الأم والإخوة لأبوين؛ ولذا سميت مشركة بفتح الراء أو بكسرها على نسبة التشريك إليها مجازاً". (رد المحتار قبيل باب العول، مطبع سعيد، كراتشي)

فصل فی مولی العتاقة ☆

عصبہ سببی (معتق) کا بیان

میت کے معتق (آزاد کرنے والے) کو عصبہ سببی یا مولی العتاقۃ کہتے ہیں، اس کی توریث کے قواعد درج ذیل ہیں:

دیکھا جائے گا کہ عصبہ نسبی موجود ہے یا نہیں۔

(۱) اگر عصبہ نسبی موجود ہو تو عصبہ سببی محروم ہوگا۔

اگر عصبہ نسبی نہ ہو تو خود معتق ہوگا یا نہیں:

(۲) اگر معتق خود موجود ہو تو وہ عصبہ ہوگا، خواہ مرد ہو یا عورت۔

(۳) اگر معتق خود موجود نہ ہو تو اس کے عصبہ بنفسہ کو علی الترتیب وارث بنایا جائے گا۔ اگر اس کا عصبہ بنفسہ نہ ہو تو معتق المعتق کو وارث بنائیں گے، خواہ مرد ہو یا عورت۔ اگر وہ بھی نہ ہو تو اس کے عصبہ بنفسہ کو، وہ بھی نہ ہو تو معتق المعتق کے معتق کو، چاہے مرد ہو یا عورت...... وھلمّ جرّاً.

چند مسائل:

۱- جب معتق موجود نہ ہو تو اس کے ذوی الفروض یا عصبہ بغیرہ و مع غیرہ وارث نہیں ہوتے[1] صرف عصبہ بنفسہ وارث ہوتے ہیں۔

☆ "فصل فی مولی العتاقۃ" سراجی کی ترتیب کی پیروی میں یہ فصل یہاں درج کردی گئی، ورنہ اساتذہ فن اس کو مناسخہ کے بعد ذوی الارحام سے پہلے پڑھاتے ہیں، کیونکہ اس کے حصے کی تخریج، مسئلہ بنانے کا طریقہ اور تصحیح وغیرہ پڑھے بغیر سمجھ میں نہیں آتی، لہٰذا اس کو یہاں درج کرنے کے باوجود مناسخہ کی بحث کے بعد پڑھایا جانا ہی بہتر ہے۔

۱- قولہ: "معتق کے ذوی الفروض...... وارث نہیں ہوتے" بیت المال کے ختم ہونے کے بعد فتوی اس پر ہے کہ یہ بھی وارث ہوں گے۔ قال الهروی: "أفتی كثير من المشايخ بتوريث بنات المعتق وذوی أرحامه. علله فی المعراج بعدم بيت المال؛ لأن الظلمة لايصرفونه مصرفه." (ردالمحتار ملخّصاً، باب العول، ۶/۷۸۸، ومثله فی كتاب الولاء: ۶/۱۳۳، مطبع سعيد، كراتشی)

۲- اگر معتق نہ ہو اور اس کا باپ، بیٹا دونوں موجود ہوں تو عصبات کے ضابطۂ توریث کے مطابق کل مالِ ولاء[1] بیٹے کو ملنا چاہئے، طرفین کا یہی مذہب ہے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مالِ ولاء کا سدس اب کو دیا جائے گا اور باقی ابن کو، لیکن اگر معتق کا جد اور ابن موجود ہوں تو بالاتفاق کل مالِ ولاء ابن کو ملے گا، جد بوجہ بُعد کے بالاتفاق ابن کا مزاحم نہ ہو سکے گا۔

۳- اعتاق خواہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری (جیسے شراء قریب) معتق بہرحال مال ولاء کے وارث ہوں گے۔ اگر ان کی ملکیت برابر ہو تو برابر برابر وارث ہوں گے، اور اگر قدر ملک میں تفاوت ہو تو ہر شخص بقدر ملک وارث ہوگا۔ جیسے ایک شخص غلام تھا، اس کی تین بیٹیاں تھیں، ان میں سے دو نے مل کر باپ کو پچاس دینار میں خریدا، ایک نے بیس دینار دیے، دوسری نے تیس، تیسری خریدنے میں شریک نہ ہوئی، خریدتے ہی باپ آزاد ہوگا، "من ملك ذا رحم محرم منه عتق عليه" آزاد ہونے کے بعد باپ فوت ہوگیا، ورثہ میں یہی تین بیٹیاں تھیں، اس کے ترکہ میں سے ثلثان بطور فرض کے تینوں کو ملے گا، باقی ثلث بطور مال ولاء کے خریدنے والی دو بیٹیوں کو ان کی ملک کے بقدر ملے گا، چنانچہ تین خمس تیس دینار والی کو اور دو خمس بیس دینار والی کو دیا جائے گا، تیسری کو کچھ نہیں ملے گا، کیونکہ وہ باپ کو آزاد کرانے میں شریک نہ تھی۔

عصبۂ سببی کے حصے کی تخریج کا طریقہ:

عصبۂ سببی میں طریقۂ تقسیم کا حاصل یہ ہے کہ ورثہ میں ذوی الفروض ہوں گے یا نہیں، اگر ذوی الفروض (اور عصبۂ نسبی) نہ ہوں تو تمام مال عصبۂ سببی کو ملے گا۔ اس طور پر کہ قدر ملک کو بمنزلہ سہام اور مجموعہ املاک کو بمنزلہ مسئلہ ٹھہرایا جائے، پھر ترکہ کی تقسیم اصولِ ترکہ کے مطابق کی جائے۔

اگر ان کے ساتھ ذوی الفروض موجود ہوں تو ذوی الفروض کو دے کر جو کچھ بچے وہ ان پر ان کی ملکیت کے تناسب سے تقسیم ہوگا۔

اگر تقسیم مستقیم ہو جائے تو فبہا، ورنہ معتقین کی اقدار ملک میں نسبت دیکھی جائے: اگر توافق ہو تو ان کے وفق کو جمع کر کے اصل مسئلہ، تمام سہام اور مالِ ولاء تینوں کے ساتھ ضرب دی جائے، اب ہر ایک کو اس کی قدر ملک کے برابر "مال ولاء" دیا جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک کے وفق کو "ولائی مضروب فیہ" کے ساتھ

۱- قولہ: "کل مال ولاء" عصبہ سببی کو ملنے والا مال عصوبت "مال ولاء" کہلاتا ہے۔

ضرب دی جائے جس سے ہر ایک کا سہم مالِ عصوبت سے معلوم ہو جائے گا۔

اگر اقدار ملک میں نسبت تباین ہو تو تمام اموال کو جمع کر کے حاصلِ جمع کو تمام ورثہ کے سہام، مالِ ولاء اور مسئلہ کے ساتھ ضرب دیں، پھر ہر معتق کی قدر ملک کو "ولائی مضروب فیہ" کے ساتھ ضرب دیں، مال عصوبت سے ہر ایک کا سہم معلوم ہو جائے گا۔

امثلہ:

عصبہ سببی کے ساتھ ذوی الفروض نہ ہونے کی مثال:

مسئلہ ۵ (تباین) ترکہ ۳ دینار

میت

معتق زید (قدر ملک ۳)	معتق بکر (قدر ملک ۲)
۱.۸	۱.۲

استقامتِ تقسیمِ مالِ ولاء کی مثال:

مسئلہ ۳ تصـ ۹

میت

بنت	فرض	بنت (قدر ملک ۲)	ولاء	بنت (قدر ملک ۱)
فرض ۲	$\frac{۲}{۶}$	فرض ۲ ولاء ۲ کل ٤	$\frac{۱}{۳}$	فرض ۲ ولاء ۱ کل ۳

نسبت توافق بین اقدار الملک (از سراجیۃ):

مسئلہ ۳ تصـ ۹ تصـ ٤۵ نسبت توافق مجموعہ وفق ۳+۲=۵

میت

بنت	فرض	بنت معتق (قدر ملک ۳۰)	ولاء	بنت معتق (قدر ملک ۲۰)
$\frac{۲}{۱۰}$ فرض	$\frac{۲}{۶}$ ۳۰	$\frac{۲}{۱۰}$ فرض ولاء ۹ کل ۱۹	$\frac{۱}{۳}$ ← ولائی مضروب فیہ ۱۵	$\frac{۲}{۱۰}$ فرض ولاء ٦ کل ١٦

بنات کا فرض ثلثان تھا، لہٰذا مسئلہ تین سے بنا۔ اس میں سے "دو" فرض ہے اور "ایک" مال عصوبت (جسے مال ولاء بھی کہا جاتا ہے)۔ مال فرض دو کی تقسیم تین بنات پر مستقیم نہیں اور سہام اور عدد رؤس میں نسبت

تباین کی ہے، لہٰذا کل عدد رؤس (تین) کو لے کر اصل مسئلہ، فرض اور ولاء تینوں سے ضرب دی گئی، تصحیح نو سے ہوئی، مال فرض چھ اور مال عصوبت تین ہوگیا، چھ کی تقسیم تین بنات پر بلا کسر ہوگئی، ہر بنت کو دو دو ملا، اب مال ولاء کی تقسیم ان دو بیٹیوں میں کرنی ہے جنہوں نے مل کر باپ کو خریدا، ان میں سے ایک نے باپ کی قیمت کا تین خمس اور دوسری نے دو خمس ادا کئے، مال ولاء تین ہے، اس سے خمس نہیں نکلتے، لہٰذا تخریج کے مذکورہ بالا طریقے کے مطابق اقدار ملک میں نسبت دیکھی گئی، اقدار ملک تیس اور بیس ہے، ان میں نسبت توافق کی ہے، دس عاد اعظم ہے جو ان دونوں کو فنا کرتا ہے، تیس کو تین بار اور بیس کو دو بار، وفق تین اور دو ہے ان کا مجموعہ پانچ ہے، اس مجموعہ کو اصل مسئلہ، مال فرض اور مال ولاء سے ضرب دیں گے، تصحیح ثانی پینتالیس سے ہو جائے گی، مال فرض تیس ہو جائے گا، اس میں سے دس دس ہر بنت کو ملے گا، مال ولاء پندرہ ہو جائے گا، اس میں سے تین خمس یعنی نو، تیس دینار والی بنت کو ملیں گے۔ اس کا کل حصہ انیس ہو جائے گا اور دو خمس یعنی چھ، بیس دینار والی بنت کو ملیں گے۔ اس کا کل حصہ سولہ ہو جائے گا۔ یا پھر یوں کہا جائے کہ ہر معتق کے قدر ملک کے وفق کو ولائی مضروب فیہ میں ضرب دے دیا جائے تو ہر ایک کا مال ولاء سے حصہ نکل آئے گا۔

مذکورہ مثال میں "تیس" دینار والی بنت کی قدر ملک کے وفق "تین" کو ولائی مضروب فیہ "تین" میں ضرب دینے سے "نو" اور "بیس" دینار والی کے قدر ملک کے وفق "دو" کو ولائی مضروب فیہ "تین" میں ضرب دینے سے "چھ" جواب آئے گا جو کہ مال ولاء میں سے ہر ایک کا حصہ ہے۔

نسبت تباین بین اقدار الملک:

مسئلہ۳ تصـــ ۹ تصـــ ٦٣ نسبت تباین مجموعۂ اقدار ملک ۳+٤=۷

میت

بنت	فرض	بنت معتق (قدر ملک۳)	ولاء	بنت معتق (قدر ملک٤)
٢	٢	٢	١	٢
فرض ١٤	٦	فرض ١٤	٣	فرض ١٤
	٤٢	ولاء ٩	ولائی مضروب فیہ	ولاء ١٢
		کل ٢٣	٢١	کل ٢٦

فصل فی المحروم والمحجوب☆

محروم وہ ہے جس میں موانع ارث میں سے کوئی مانع پایا جائے، یہ کسی حال میں وارث نہیں ہوسکتا۔ موانع ارث مسلمان کے حق میں[1] تین ہیں: رق، قتل، اختلاف دین۔

محجوب وہ ہے کہ کسی غیر کی وجہ سے اس کا حصہ کم یا ختم ہو جائے۔

اگر کم ہو جائے تو اسے حجب نقصان[2] کہتے ہیں۔ اگر ختم ہو جائے تو اسے حجب حرمان[3] کہتے ہیں۔

حجب حرمان کی بنیاد دو قاعدوں پر ہے:

(۱) واسطہ کی موجودگی میں ذی واسطہ[4] محجوب ہوتا ہے، بشرطیکہ واسطہ کل مال لینے کی صلاحیت رکھتا ہو، اگر واسطہ کل مال لینے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو ذی واسطہ محجوب نہ ہوگا، جیسے اخوۃ واخوات خیفیہ ام کی موجودگی میں بھی میراث پاتے ہیں، حالانکہ میت کی طرف ان کی نسبت میں واسطہ ام ہے، وجہ یہی ہے کہ ام کل میراث نہیں لے سکتی، زیادہ سے زیادہ ثلث لے سکتی ہے۔

☆ اس میں سراجی کی "فصل فی الموانع" اور "باب الحجب" کو جمع کر دیا گیا ہے۔

۱- قولہ: "مسلمان کے حق میں" کافر کے حق میں چوتھا بھی ہے، اختلاف دار، لیکن اس کی صحیح تعبیر انقطاع عصمت ہے، کیونکہ اصل مؤثر انقطاع عصمت ہے نہ کہ اختلاف دار، چنانچہ اگر دارین کے درمیان انقطاع عصمت نہ ہو بلکہ تناصر و تعاون ہو تو ان کے غیر مسلم باشندوں میں بھی میراث جاری ہوگی۔ مسلمان کے حق میں اختلاف دار ابتدائے اسلام میں مانع تھا جب ہجرت فرض تھی اور بغیر ہجرت کے ولایت بین المسلمین منقطع تھی۔ قال تعالی: "والذین آمنوا ولم یھاجروا مالکم من ولایتھم من شیء حتی یھاجروا۔" (الانفال: ۷۲) بعد میں جب اولین ہجرت کا حکم حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے اس فرمان مبارک "لاھجرۃ بعد الفتح" سے منسوخ ہوگیا تو عدم ہجرت اور اختلاف دار مانع نہ رہا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: شامیہ: ج ٦، ص ٧٦٧، مطبع سعید، کراچی

۲- قولہ: "حجب نقصان" یہ کل پانچ وارثوں پر آتا ہے: زوج، زوجہ، امّ، بنت الابن، اخت علّی

۳- قولہ: "حجب حرمان" چھ وارث ایسے ہیں جن پر کبھی حجب حرمان نہیں آتا کیونکہ حرمان کا سبب (یعنی واسطہ، بُعد اور ضُعف) ان میں متصور نہیں، ان میں سے تین مرد ہیں: اب، ابن، زوج، اور تین عورتیں ہیں: ام، بنت، زوجہ۔ ان کو علی سبیل التغلیب ابوان، ابنان اور زوجان بھی کہتے ہیں۔ واضح ہو کہ دو وارث ایسے بے ضرر ہیں جو کبھی کسی کو محروم نہیں کرتے یعنی زوج اور زوجہ۔ باقی سب ایک دوسرے کا پتا کاٹتے رہتے ہیں۔

٤- قولہ: "ذی واسطہ محجوب ہوتا ہے" جیسے اب کی موجودگی میں اُب الأب اور ام کی موجودگی میں اُم الأم محروم ہوتی ہیں۔

(۲) اقرب کی موجودگی میں ابعد محجوب ہوتا ہے، جیسے ابن کی موجودگی میں ابن الابن الی آخرہ اوراب کی موجودگی میں اَب الأب الی آخرہ محجوب ہوتا ہے۔ کما مرّ فی العصبات.

فائدہ:

"محجوب" بالاتفاق دوسرے کو حجب نقصان بھی دیتا ہے اور حجب حرمان بھی۔ "محروم" جمہور کے مذہب کے مطابق دوسرے ورثہ کو نہ حجب نقصان دے سکتا ہے نہ حجب حرمان جب کہ یا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہاں وہ دوسرے ورثہ کو حجب حرمان تو نہیں دے سکتا، البتہ حجب نقصان ضرور دے گا۔ مثلاً:

مسئلہ ۱۲ عـــ ۱۷ (عندالجمهور)

میـــــت

زوجه	۲ اخت ع	۲ اخت خ	ام	ابن قاتل
ربع	ثلثان	ثلث	سدس	غیرحاجب مطلقا
۳	۸	٤	۲	

مسئله ۲٤ عـــ ۳۱ (عند ابن مسعود رضی الله عنه)

میـــــت

زوجه	۲ اخت ع	۲ اخت خ	ام	ابن قاتل
ثمن	ثلثان	ثلث	سدس	حاجب نقصان لا حرمان
۳	۱٦	۸	٤	

مذکورہ مثال میں جمہور کے مذہب کے مطابق ابن قاتل نے نہ اخوۃ واخوات کو حجب حرمان دیا اور نہ زوجہ کو حجب نقصان دیا، گویا وہ کالعدم تھا، لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہاں وہ اخوۃ واخوات کو حجب حرمان تو نہ دے گا، لیکن زوجہ کو ربع سے ثمن کی طرف حجب نقصان ضرور دے گا، نتیجتاً مسئلہ چوبیس سے بن کر عول اکتیس کا ہو جائے گا۔

حجب نقصان کی مثال:

میـــــت

اب	ام	اخ یا اخت ذی عدد
عصبه محض	سدس	محجوب

اخوۃ واخوات ذی عدد اب کی وجہ سے خود تو محجوب ہیں، لیکن اس کے باوجود ان کی وجہ سے ام کا حصہ ثلث سے کم ہو کر سدس ہو گیا۔

حجب حرمان کی مثال:

میت

اب	ام الاب	ام أم الأم
عصبہ محض	محجوبہ بوجہ واسطہ	محجوبہ بوجہ قربی

اس مثال میں ام الاب، اب کی موجودگی کی وجہ سے خودتو محجوب ہے ہی، ساتھ ساتھ قربیٰ ہونے کی وجہ سے ام أم الأم کوبھی محجوب کررہی ہے حالانکہ وہ اب کی وجہ سے محجوب نہیں ہوتی۔

تم الربع الأول من السراجية بتوفيق الله تعالىٰ.

بسم اللّٰه الرحمن الرحيم

الحمدللّٰه رب العلمين، حمد الشاكرين. والصلاة والسلام علىٰ خير البرية، محمد واله الطيبين الطاهرين.

قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: "تعلموا الفرائض وعلموها الناس؛ فإنها نصف العلم."[1]

قال علماؤنا رحمهم اللّٰه تعالىٰ: تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة:

الأول: يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير [أى بلاإفراط وتفريط، عددا وقيمة.]

ثم تقضى ديونه من جميع مابقى من ماله،

ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين،

ثم يقسم الباقى بين ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة. [والمستحقون للتركة عشرة أصناف. الدر]

١ ـ فيبدأ بأصحاب الفرائض، وهم الذين لهم سهام مقدرة فى كتاب اللّٰه تعالىٰ،

٢ ـ ثم بالعصبات من جهة النسب .والعصبة كل من يأ خذ ما أبقته أصحاب الفرائض، وعند الانفراد يحرز جميع المال،

٣ ـ ثم بالعصبة من جهة السبب، وهو مولى العتاقة،

٤ ـ ثم عصبته على الترتيب،

٥ ـ ثم الرد على ذوى الفروض النسبية بقدر حقوقهم،

٦ ـ ثم ذوى الأرحام،

٧ ـ ثم مولىٰ الموالاة، (ثم عصبته .فالأصناف أحد عشر)

---

١ – قوله: "نصف العلم" قد يراد بالنصف أحد قسمى الشئ، ومنه حديث أحمد :الطهور نصف الإيمان وقول شريح وقد قيل: كيف أصبحت؟: "أصبحت ونصف الناس علىّ غضبان". يريدأنه بين محكوم له راضٍ وبين محكوم عليه غضبان .وهذا؛ لأن كل شئ تحته نوعان أحدهما نصف له وإن لم يتحد عدد هما. رد

٨ـ ثم المقرله [بشروط أربعة: ١ـ مجهول النسب] بالنسب [٢ـ] على الغير، [٣ـ]بحيث لم يثبت نسبه بإقراره من ذلك الغير، [٤ـ] إذا مات المقر على إقراره،

٩ـ ثم الموصٰى له بجميع المال،

١٠- ثم بيت المال.

[تنبيه: لايوجدمن الأقسام المذكورة للورثة فى هذا الزمان إلاثلثة على العام: وهم ذووالفروض والعصبة النسبية وأولو الأرحام، وبعد هم يصرف الإرث إلى المساكين والفقراء.]

فصل فى الموانع

المانع من الإرث [وهو بالحجب لمعنى فى نفسه] أربعة:

١ـ الرق، وافرًا كان أوناقصًا،

٢ـ والقتل الذى[1] يتعلّق به وجوب القصاص أوالكفارة،

٣ـ واختلاف الدينين،

٤ـ واختلاف الدارين، [هذا خاص بالكفار] إما حقيقة [حسًا] كالحربى والذمى، أوحكما [شرعاً] كالمستأمن والذمى، أوالحربيين من دارين مختلفين [إذا اجتمعافى دارٍواحدة] والدار إنما تختلف باختلاف المنعة، والملك؛ لانقطاع العصمة فيما بينهم.

باب معرفة الفروض ومستحقيها

الفروض المقدرة فى كتاب اللّٰه تعالىٰ ستة:

١ـ النصف، ٢ـ والربع، ٣ـ والثمن؛ ٤ـ والثلثان، ٥ـ والثلث، ٦ـ والسدس؛

١- قوله: "والقتل الذى الخ" هو القتل بالمباشرة، و هو على أربعه أنواع: العمد، وشبه العمد، والخطأ والجارى مجرى الخطأ، وخرج به القتل بالتسبب وهو النوع الخامس من أنواع القتل، فالحاصل أن القاتل مباشرة يعاقب بحرمان الميراث لا القاتل بالتسبب. وأيضا: القتل بالحق أى القصاص والقتل بعذر، مثل: قتل الزوج زوجته أوالزانى بها عند التلبس بالزنا. والقتل الصادر من غير المكلف لايحرم القاتل من الميراث.

علي التضعيف و التنصيف.

و أصحاب هذه السهام اثنا عشر نفرا: أربعة من الرجال، وهم:

الأب، و الجد الصحيح۔ وهو أب الأب وإن علا۔ والأخ لأم، والزوج، وثمان من النساء، وهن: الزوجة، والبنت، وبنت الابن وإن سفلت، و الأخت لأب و أم، والأخت لأب، والأخت لأم، والأم، والجدة الصحيحة۔ وهي التي لايد خل في نسبتها إلي الميت جدّفاسدٌ.

[أحوال الأب:]

أما الأب فله أحوال ثلاث:

١ ـ الفرض المطلق وهو السدس، وذلك مع الا بن أوابن الا بن وإن سفل،

٢ ـ والفرض والتعصيب معا، وذلك مع الابنة أو ابنة الابن وإن سفلت،

٣ ـ والتعصيب المحض، وذلك عند عدم الولد وولدالابن و إن سفل.

[أحوال الجد الصحيح:]

والجد الصحيح كالأب إلا فی أربع مسائل،وسنذكرها فی مواضعها إن شاء اللّٰه تعالیٰ.

[ثلثة منها تأتی فی أحوال الأخت العينية، والأم والجدة؛ والرابعة فی بيان العصبة السببية.]

ويسقط الجد بالأب؛ لأن الأب أصل في قرابة الجد إلى الميت.

والجد الصحيح هو :الذی لاتدخل فی نسبته إلی الميت أم.

[أحوال الإخوة والأخوات الخيفية:]

وأما لأولادالأم فأحوال ثلث :

١ ـ السدس للواحد،

٢ ـ والثلث للإثنين فصاعدا،

ذكورهم وإناثهم فی القسمة [عنداجتماع الصنفين] والاستحقاق [عندالانفراد] سواء.

٣ـ و يسقطون بالولدوولد الابن و إن سفل، وبالأب و [يسقطون بـ] الجد بالاتفاق.

[أحوال الزوج:]

وأما للزوج فحالتان:

١ ـ النصف عند عدم الولد وولد الابن و إن سفل،

٢ ـ والربع مع الولد أوولد الابن وإن سفل.

فصل في النساء

[أحوال الزوجة:]

أماللزوجات فحالتان:

١ ـ الربع للواحدة فصاعدة، عند عدم الولد وولد الابن و إن سفل،

٢ ـ والثمن مع الولد أو ولدالابن و إن سفل.

[أحوال البنت:]

وأمالبنات الصلب فأحوال ثلث:

١ ـ النصف للواحدة،

٢ ـ والثلثان للاثنتين فصاعدة،

٣ ـ ومع الابن للذ كر مثل حظ الأنثيين، وهو يعصبهن.

[أحوال بنت الابن:]

وبنات الا بن كبنات الصلب، ولهن أحوال ست:

١ ـ النصف للواحدة،

٢ ـ والثلثان للاثنتين فصاعدة عند عدم بنات الصلب،

٣ ـ ولهن السدس مع الواحدة الصلبية تكلمة للثلثين.

٤ ـ ولا يرثن مع الصلبيتين،

٥ ـ إلا أن يكون بحذائهن أو أسفل منهن غلام فيعصبهن، والباقي بينهم للذكر مثل حظ الأنثيين.

٦ ـ ويسقطن بالابن.

[(مسئلة التشبيب:]

ولو ترك[1] ثلث بناتِ ابنٍ بعضهن أسفل من بعض، وثلث بنات ابن ابنٍ آخر بعضهن أسفل من بعض، وثلث بنات ابن ابن ابنٍ آخر بعضهن أسفل من بعض، بهذه الصورة:
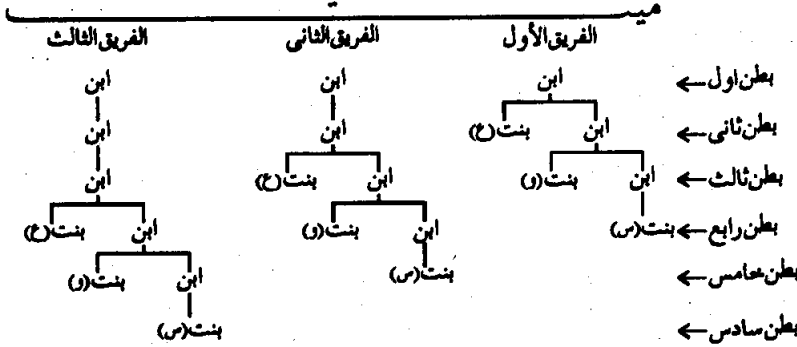
العليا من الفريق الأول لا يوازيها أحد.

والوسطي من الفريق الأول توازيها العليا من الفريق الثاني.

والسفلي من الفريق الأول توازيها الوسطي من الفريق الثاني، والعليا من الفريق الثالث.

والسفلي من الفريق الثاني توازيها الوسطي من الفريق الثالث.

والسفلي من الفريق الثالث لا يوازيها أحد.

إذا عرفت هذا[2] فنقول:

للعليا من الفريق الأول النصف. [١ ـ أي كلما لم تكن العليا موجودة تقوم السفلى مقامها.]

وللوسطي من الفريق الأول مع من يوازيها السدس؛ تكملة للثلثين.

[٢ ـ السفلي تأخذ السدس ولو أكثر من واحد، ولو من الفِرق المختلفة.]

---

١ – قوله: "ولو ترك" الغرض من ذكر هذا المثال بيان الفوائد الخمسة: ١ ـ كلما لم تكن العليا موجودة تقوم السفلى مقامها. ٢ ـ السفلى تأخذ السدس ولو أكثر من واحد، ولو من الفِرق المختلفة. ٣ ـ العليا تحجب السفلى إذا تعددت ولو من بطون مختلفة. ٤ ـ ابن الابن يعصب المتحاذية ويحجب السفلى ويعصب العليا إذالم تكن ذات سهم. ٥ ـ ابن الابن الخ يعصب بنت الابن الخ ولو كان من فريق آخر. أشار المصنف قدس سره إلى هذه الفوائد في ضمن كلامه الآتي حيث قال: "للعليا من الفريق......"

٢ – قوله "إذا عرفت هذا...... الخ" شروع في الفوائد الخمسة التي سيقت هذه المسئلة لبيانها.

ولا شئ للسفليات، [٣ـ العليا تحجب السفلى إذا تعددت ولو من البطون المختلفة.] إلا أن يكون معهن غلام فيعصبهن(١) من كانت بحذائه، ومن كانت فوقه ممن لم تكن ذات سهم، ويُسقط من دونه.

[أحوال الإخوة والأخوات العينية:]

وأما للأخوات لأب وأم فأحوال خمس:

١ـ النصف للواحد،

٢ـ والثلثان للاثنتين فصاعدة،

٣ـ ومع الأخ لأب وأم للذكر مثل حظ الأنثيين، يصرن به عصبة؛ لاستوائهم في القرابة إلى الميت.

٤ـ ولهن الباقي مع البنات أوبنات الابن؛ لقوله عليه السلام: "اجعلوا الأخوات مع البنات عصبة."

[أحوال الأخوات العليّة:]

والأخوات لأب كالأخوات لأب وأم، ولهن أحوال سبع:

١ـ النصف للواحدة،

٢ـ والثلثان للاثنتين فصاعدة عندعدم الأخوات لأب وأم،

٣ـ ولهن السدس مع الأخت لأب وأم؛ تكملة للثلثين.

٤ـ ولا يرثن مع الأختين لأب وأم، [الحاجب الأول للأخت العلية :تعدُّد العينية]

٥ـ إلا أن يكون معهن أخ لأب فيعصبهن، والباقي بينهم للذكر مثل حظ الأنثيين.

٦ـ والسادسة أن يصرن عصبة مع البنات أوبنات الا بن؛ لما ذكرنا.

٧ـ وبنو الأعيان والعلات كلهم يسقطون بالابن وابن الابن وإن سفل، [الحاجب الثاني]،

١ـ قوله: "فيعصبهن من كانت الخ" هذه فائدة رابعة، حاصلها: أن للابن أحوال ثلاث: (١)يعصب البنت المتحاذية دائما (٢) والعليا بشرط عدم كونها ذات سهم (٣) ويحجب السفلى دائما. والفائدة الخامسة: أنّ ابن الابن يعصب بنت الابن ولو كانت من فريق آخر أو بطن آخر.

وبالأب بالاتفاق، وبالجد [الحاجب الثالث] عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى. ويسقط بنو العلات أيضاً بالأخ لأب وأم وبالأخت لأب وأم [الحاجب الرابع]، إذا صارت عصبة. [الحاجب الخامس].

[أحوال الأم:]

وأما للأم فأحوال ثلث:

١ـ السدس مع الولدأوولدالابن وإن سفل، أومع الاثنين من الإخوة والأخوات [تعميم الصفة] فصاعدًا من أيّ جهة كانا [تعميم الجهة]،

٢ـ وثلث الكل عند عدم هؤلاء المذكورين،

٣ـ وثلث ما بقي [هوفي الحقيقةسدس أوربع] بعد فرض أحد الزوجين،[1] وذلك في مسئلتين: زوج وأبوين، وزوجة وأبوين.

ولو كان مكان الأب جد فللأم ثلث جميع المال[2] إلا عند أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ، فإن لها ثلث الباقي، [المسألة الثانية من المسائل الأربعة].

[أحوال الجدة الصحيحة:]

[أحوال الجدة مشتملة على التعميمات الثلثة، ووجوهات الحجب الثلثة]

١ـ وللجدة السدس، لأم كانت أولأب [تعميم الواسطة]، واحدة كانت أوأكثر [تعميم العدد]، إذاكن ثابتات متحاذيات في الدرجة.

---

١ - قال تعالىٰ: "فإن لم يكن له ولد وورثه أبواه فلأمه الثلث" أي ثلث ماورثاه لاثلث جميع التركة وإلا لما كان لقوله: "وورثه أبواه" فائدة: فلوكان ماورثاه كل التركة كان لها ثلث الكل، ولو ورثا مابقي من الزوجين كان لها ثلث الباقي.

٢ - قوله: "فللأم ثلث جميع المال" لأن للأم حقيقة الولادة كما للأب فيعصبها، ويكون ماورثاه بينهما أثلاثا، والجدله حكم الولادة لاحقيقته فلايعصبها؛ إذ لاتعصيب مع الاختلاف في السبب، (شريفية: ص ٣٢)

٢ـ ويسقطن كلهن بالأم [الحاجب الأول: المشترك]، والأبويات أيضا بالأب [الحاجب الثاني: الواسطة، خاص بالأبوية]، وكذلك بالجد إلاأم الأب و إن علت، فإنها ترث مع الجد؛ لأ نها ليست من قِبَله . [المسألة الثالثة من المسائل الأربعة]

والقربى من أى جهة كانت تحجب البعدى من أى جهة كانت، وارثة كانت القربى أومحجوبة [الحاجب الثالث].

وإذا كانت الجدة ذات قرابة واحدة [تعميم الجهة] كأم الأب، والأخرى ذات قرابتين أو اكثر كأم الأ م وهى أيضا أم أب الأ ب بهذه الصورة:
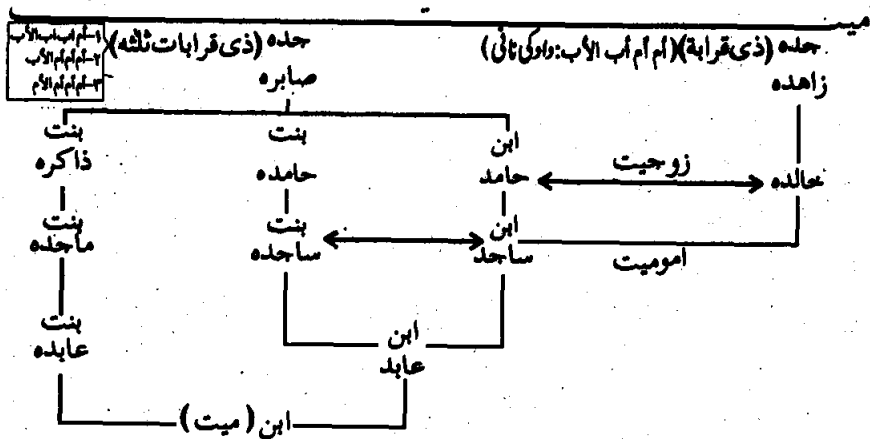
يقسم السدس بينهما عند أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ أنصافًا باعتبار الأبدان، وعند محمدرحمه الله تعالىٰ أثلاثا باعتبار الجهات. [والفتوى على قول أبى يوسف رحمه الله؛ لما تقرر أن الترجيح بقوة الدليل لابكثرته فيعتبر قوتها بكونها صحيحة، ولايعتبر كثرة جهات قرابتها.]

باب العصبات

العصبات النسبية ثلثة:

١ـ عصبة بنفسه ٢ـ وعصبة بغيره ٣ـ وعصبة مع غيره

[العصبة بنفسه:]

أما العصبة بنفسه: فكل ذكر لا تد خل فی نسبته إلي الميت أنثي. وهم أربعة أصناف:

١ـ جزء الميت ٢ـ وأصله ٣ـ وجزء أبيه ٤ـ وجزء جده.

[وجوه الترجيح:]

الأقرب فالأ قرب يرجحون[١] بقرب الدرجة أعني: أولهم بالميراث جزء الميت أي: البنون، ثم بنوهم إن سفلوا، ثم أصله أي: الأب، ثم الجد أي: أب الأب و إن علا، ثم جزء أبيه أي: الإخوة، ثم بنوهم وإن سفلوا، ثم جزء جده أي: الأعمام، ثم بنوهم وإن سفلوا.

ثم يرجحون بقوة القرابة أعني به أن ذا القرابتين أولي من ذي قرابة واحدة، ذكراكان أوأنثي[٢]؛ لقوله عليه السلام: ((إن أعيان بني الأم[٣] يتوارثون دون بنی العلات.))

كالأخ لأب وأم أو الأخت لأب وأم إذا صارت عصبة مع البنت، أولیٰ من الأخ لأب والأخت لأب؛ وابن الأخ لأب وأم أولیٰ من ابن الأخ لأب.

وكذلك الحكم فی أعمام الميت [١ـ فرع جد الميت]، ثم فی أعمام أبيه [٢ـ فرع أب جد الميت]، ثم فی أعمام جده [٣ـ فرع جد جدالميت].

---

١ – قوله: "يرجحون" شروع في بيان الترجيحين مختلطا؛ لاشتراكهما فی اسم القرب من وجه، فافهم. اعلم أن المصنف ذكرالترجيح بالجهة والترجيح بالقرب معا، وسماهما الترجيح بالدرجة؛ لأن هذا اللفظ يشملهما، فالمعطوف المفسر (أی قوله: جزء الميت ثم أصله ثم جزء أبيه ثم جزء جده) بيان الترجيح بالجهة، وحرف التفسير في أربعة مواضع بيان للترجيح بالقرب، فافهم.

٢ – قوله: "ذُكراكان أوأنثي" ذكرت الأنثی طردًا للباب؛ لاتحاد حكمهاهنامع حكم الذكر.

٣ – قوله: "أعيان بنی الأم" أعيان: مبدل منه، وبنی الأم: بدل أوعطف بيان. ولفظ بنی يشتمل الذكر والأنثي كما فی قوله تعالیٰ: "يابني آدم" وذكر الأم ههنا إظهار مايترجح به بنوالأ عيان علی بنی العلات."

[العصبة بغيره:]

وأما العصبة بغيره[1] فأربع من النسوة: وهن اللاتي فرضهن النصف و الثلثان، يصرن عصبة بإخوتهن، كما ذكر نا في حالا تهن. [وهن: البنت، وبنت الابن، والأخت العينية، والأخت العلية]

ومن لا فرض لها[2] من الإ ناث و أخوها عصبة لا تصير عصبة بأخيها، كالعم والعمة، المال كله للعم دون العمة.

[العصبة مع غيره:]

وأما العصبة مع غيره: فكل أنثي تصير عصبة مع أنثي أخري، ثلاث كالأ خت مع البنت؛ لما ذكرنا.

[العصبة السببية: [هذا فصل في مولي العتاقة، وفيه ثلاث مسائل]]

وآخر العصبات مولى العتاقة، ثم عصبته [الذكور أى بنفسه] على الترتيب الذى ذكرنا؛ لقوله عليه السلام: «الولاء لحمة كلحمة النسب». [المسئلة الأولىٰ، احتراز من قوله: "ثم عصبته."] ولا شئ للإناث من ورثة المعتق؛ لقوله عليه السلام: «ليس للنساء من الولاء إلا ما أعتقن أو أعتق من أعتقن، أو كاتبن أو كاتب من كاتبن، أودبّرن أودبر من دبرن، أوجرولا ء معتقهن أومعتق معتقهن.»

[المسئلة الثانية، متعلق بقوله: "على الترتيب"] ولو ترك أبا المعتق وابنه عند أبي يوسف رحمه الله تعاليٰ: سدس الولاء للأب والباقي للابن. وعند أبي حنيفة ومحمد رحمها الله تعاليٰ: الولا ء كله للابن ولا شيء للأب.

ولوترك ابن المعتق وحده فالولاء كله للابن بالا تفاق.

۱- قوله: "وأما العصبة بغيره الخ" الفرق بين العصبة بغيره ومع غيره: أن الباء للإ لصاق، وهو يقتضي المشاركة بين الملصق والملصق به في الاستحقاق، وهنا كذلك؛ لأن ذلك الغير- وهو إخوة هذه الإناث- عصبة تبعا، فيشتركان في مال العصوبة، بخلاف مع الغير- فإن "مع" للقران، والقران يتحقق بدون المشاركة بين المقارن والمقارن به، والغير- وهوالبنت- ليس بعصبة، فيثبت الاستحقاق فی مال العصوبة بدون المشاركة."

۲- قوله: "ومن لا فرض لها" احتراز من قوله "لا" وهن التی فرضهن النصف والثلثان.

ومن ملك[1] ذارحم محرم منه عتق عليه ويكون ولاؤه له بقدرالملك، كثلاث بنات، للكبرى ثلاثون دينارا وللصغرى عشرون دينارا، فاشترتا أباهما بالخمسين، ثم مات الأب وترك شيئا، فالثلثان بينهن أثلاثا بالفرض، والباقي بين مشتريتي الأب أخماسابالولاء، ثلاثة أخماسه للكبري وخمساه للصغري، وتصح من خمسة وأربعين.

باب الحجب

[بيان الحجب لمعنى في غيره]

الحجب علي نوعين:

١ ـ حجب نقصان، وهو :حجب عن سهم إلي سهم، وذلك لخمسة نفر: للزوجين، والأم، وبنت الابن، والأخت لأب، وقدمربيانه.

٢ ـ وحجب حرمان، والورثة فيه فريقان: فريق لايحجبون بحال[2] البتة، وهم ستة:

١ ـ الابن ٢ ـ والأب ٣ ـ والزوج ٤ ـ والبنت ٥ ـ والأم ٦ ـ والزوجة،

وفريق يرثون بحال ويحجبون بحال، وهذا مبني على أصلين:

أحدهما: هوأن كل من يدلي إلى الميت بشخص لا يرث مع وجود ذلك الشخص؛ سوي أولاد الأم فإنهم يرثون معها؛ لانعدام استحقاقها جميع التركة.

والثاني: الأقرب فالأقرب، كما ذكرنا في العصبات.

والمحروم [غيرالوارث من كل وجه] لايحجب عندنا، وعند ابن مسعود رضى الله عنه يحجب حجب النقصان كالكافر والقاتل والرقيق.

والمحجوب[3] [وارث من وجه دون وجه] يحجب بالاتفاق، كالاثنين من الإخوة والأخوات فصاعدا من أي جهة كانا، فإنهما لا يرثان مع الأب، ولكن يحجبان الأم من الثُلث إلىٰ السدس.

تم الرّبع الأوّل

١ـ قوله: "ومن ملك" هذه المسألة مشتملة على ثلاثة فوائد: ١ ـ الولاء للمعتق سواء كان العتق اختياريا أو غير اختياري. ٢ ـ إذا تعدد الملّاك واختلف مقدار أملاكهم يكون الولاء لهم بقدر الملك. ٣ ـ يمكن أن يكون الواحد ذافرض وعصبة سببية.

٢ـ قوله: "لايحجبون بحال" لعدم تصور سبب الحجب [وهو الواسطة والبعد والضعف] في حقهم.

٣ـ قوله: "والمحجوب" لأنه أهل للميراث من وجه دون وجه، فيجعل كالميت في حق استحقاق الإرث ويجعل حيا في حق الحجب؛ عملا بالشبهين فهو وارث في حق محجوبه لولا حاجبه. ش

دوسرا ربع

مستحق کو میراث کیسے ملے گی؟

مسئلہ بنانے کے طریقے ☆

مسئلہ بنانے کے تین طریقے ہیں:

پہلا طریقہ: (یہ طریقہ صاحب سراجی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کردہ ہے)

اس طریقے کے بیان سے قبل یہ ذہن نشین رہے کہ "حصص ستہ"[1] کے دو طائفے ہیں: پہلا: نصف، ربع اور ثمن۔ دوسرا: ثلثان، ثلث اور سدس۔ ہر طائفے کے تینوں حصص کی آپس میں ایک خاص نسبت ہے، وہ یہ کہ ان کو اوپر سے نیچے کی طرف پڑھیں تو یہ آدھے ہوتے چلے جاتے ہیں، نیچے سے اوپر کی طرف پڑھیں تو یہ دگنے ہوتے چلے جاتے ہیں، مندرجہ ذیل نقشہ پر غور کریں۔

طائفہ اولی		کل ۲٤	طائفہ ثانیہ	
نصف	۱۲		ثلثان	۱٦
ربع	٦		ثلث	۸
ثمن	۳		سدس	٤

☆ صاحب سراجی رحمہ اللہ کی تعبیر کے مطابق یہ "باب مخارج الفروض" ہے۔ "والمخارج جمع مخرج، وهو أقل عدد يمكن أن يوخذ منه كل فرض بانفراده صحيحا، فالواحد ليس بعدد عند الحسّاب لاالنحاة".

(ردالمحتار: ٦/۸۰۳ مطبع سعید، کراتشی)

۱- قولہ: "حصص ستہ" یہ حصے کسور کی صورت میں ہیں، کیونکہ ترکہ ایک اکائی ہے اور اس کے چھوٹے بڑے چھ حصے کئے گئے ہیں۔

کسور کی دو قسمیں ہیں:

(۱) کسور عام: اس قسم کی رو سے ان چھ حصوں کو اس طرح لکھا جائے گا: $\frac{1}{2}$، $\frac{1}{4}$، $\frac{1}{8}$۔ $\frac{2}{3}$، $\frac{1}{3}$، $\frac{1}{6}$

(۲) کسور اعشاریہ: اس قسم کی رو سے ان حصوں کو یوں لکھیں گے: ۰۰،۵۰، ۲۵،۰۰، ۱۲،۵۰۔ ٦٦،٦٦، ۳۳،۳۳، ١٦،٦٦۔

سراجیہ کے طریقے میں کل ترکہ کے اتنے حصے کیے جاتے ہیں جن سے یہ چھ حصص بلا کسر نکل آئیں، لیکن ایسے طریقے بھی ہیں جن میں ان حصص کو کسور کی مندرجہ بالا دو اقسام کی شکل میں لکھا جاتا ہے۔ کسور اعشاریہ کا طریقہ تو بہت آسان ہے، اس کتاب میں آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔ البتہ کسور عام کے طریقے میں کسور کی جمع، ضرب وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کے لیے دیکھیے: قانون وراثت، مصنفہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، ضمیمہ اولیٰ وثانیہ، ص: ۸۱-۸٦۔

۱- اس طریقے کا حاصل یہ ہے[1] کہ اگر ان "حصص ستہ" میں سے کوئی حصہ منفرد ہو تو مسئلہ اس حصے کے مخرج سے بنے گا۔ نصف کا مخرج دو، ربع کا چار، ثمن کا آٹھ، ثلث وثلثان کا تین اور سدس کا مخرج چھ ہے۔

اگر متعدد ہوں تو دیکھیں گے کہ یہ متعدد ایک ہی طائفہ سے تعلق رکھتے ہیں یا دوسرے طائفہ کے ساتھ مخلوط ہیں۔

۲- اگر ایک ہی طائفہ سے تعلق رکھتے ہیں تو مسئلہ ان میں سے اقل[2] کے مخرج سے بنے گا، لہٰذا اگر نصف و ربع اکٹھے ہوں تو مسئلہ ربع کے مخرج "چار" سے اور نصف و ثمن یا ربع و ثمن جمع ہوں تو مسئلہ ثمن کے مخرج "آٹھ" سے بنے گا۔ ثلث وثلثان میں سے کوئی سدس کے ساتھ ہو تو مسئلہ سدس کے مخرج "چھ" سے بنے گا۔

۳- اگر دوسرے طائفہ کے ساتھ مخلوط ہوں تو پھر اگر "نصف" دوسرے طائفہ میں سے کسی کے ساتھ مل جائے تو مسئلہ "چھ" سے بنے گا، اگر "ربع" طائفہ ثانیہ میں سے کسی کے ساتھ مل جائے تو مسئلہ "بارہ" سے بنے گا، اگر "ثمن" طائفہ ثانیہ میں سے کسی کے ساتھ مل جائے تو مسئلہ "چوبیس" سے بنے گا۔[3]

۱- قولہ: "اس طریقے کا حاصل یہ ہے" یہ طریقہ تین شقوں میں دائر ہے، ان میں وجہ حصر یہ ہے کہ حصص ستہ منفرد ہوں گے یا متعدد۔ اگر متعدد ہوں تو مخلوط ہوں گے یا غیر مخلوط۔

۲- قولہ: "مسئلہ ان میں سے اقل" نتیجہ یہ نکلے گا کہ جو اقل کا مخرج ہو وہ اس کے دگنے اور دگنے کے دگنے کا بھی مخرج ہوگا، مثلاً سدس، ثلث وثلثان جمع ہو گئے، تو مسئلہ ان میں کے اقل یعنی سدس کے مخرج "چھ" سے بنے گا، اب یہ چھ سدس کے دگنے ثلث اور ثلث کے دگنے ثلثان کا بھی مخرج ہے۔ سراجی میں اس کی تعبیر اس طرح کی گئی ہے۔ "کل عدد یکون مخرجاً لجزء فذلك العدد أیضاً یکون مخرجاً لضعف ذلك الجزء ولضعف ضعفه، کالستة هی مخرج السدس و لضعفه ولضعف ضعفه".

۳- قولہ: "مسئلہ ۲۴ سے بنے گا" **فائدہ اولی:** اگر طائفہ اولی کے دو حصص طائفہ ثانیہ کیساتھ مخلوط ہو جائیں تو ان میں سے چھوٹے کا اعتبار کر کے مسئلہ بنائیں گے، مثلاً: نصف و ربع مخلوط ہو جائیں تو ربع کا اعتبار کر کے مسئلہ ۱۲ سے ہوگا۔ اگر نصف و ثمن طائفہ ثانیہ کے ساتھ مخلوط ہو جائیں تو ثمن کا اعتبار کر کے مسئلہ "۲۴" سے ہوگا۔ **فائدہ ثانیہ:** طائفہ اولی میں سے نصف اگر ثلث ماقی کے ساتھ جمع ہو جائے تو بدستور مسئلہ "۶" سے ہوگا، البتہ اگر ربع اس کیساتھ جمع ہو جائے تو مسئلہ ۱۲ سے نہیں، بلکہ ٤ ہی سے ہوگا کیونکہ ثلث باقی اس صورت میں ربع کے برابر ہوتا ہے گویا کہ دو ربع جمع ہو گئے، جیسے مناسخہ کی مثال میں میت ثانی کا مسئلہ ہے۔ اور ثمن کبھی ثلث ماقی کے ساتھ جمع نہیں ہوگا۔ **فائدہ ثالثہ:** اگر کسی مسئلے میں حصص ستہ میں سے کوئی نہ ہو، صرف عصبات یا ذوی الأرحام ہوں تو مسئلہ ورثہ کے عدد روٗس سے بنے گا۔

دوسرا طریقہ[1]:

مسئلہ میں جو حصص موجود ہیں ان کے مخارج کا "ذواضعاف اقل" نکالا جائے، جو حاصلِ "ذواضعاف اقل" ہو وہی مسئلہ ہوگا۔

"ذواضعاف اقل" نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسئلہ میں جو جو حصص واقع ہیں ان کے مخارج کو (اقل سے اکثر کی طرف) بالترتیب لکھیں، جو حصہ مکرر ہو اس کا مخرج مکرر لکھنے کی ضرورت نہیں، پھر جو چھوٹے سے چھوٹا عدد[2] ان میں سے اکثر کو فنا کرتا ہو اس سے ان کو فنا کریں۔ "اعداد مفنیہ" جس عدد کو جتنی بار فنا کریں اتنی بار (وفق) کو اس عدد کے نیچے لکھیں، جو عدد پورا نہیں جاتا اسے اسی حالت میں نیچے اتار دیں، اعداد مفنیہ کو بائیں جانب اور وفق کو ہر عدد کے نیچے لکھیں۔ آخر میں اعداد مفنیہ کو آپس میں ضرب دیں، جو حاصل آئے وہی مسئلہ ہے۔

مسئلہ ۲٤

میت

زوجه	بنت	بنت الابن	اب
ثمن	نصف	سدس	سدس و عصبه
۳	۱۲	٤	٤+۱=٥

حصص	مخارج			اعداد مفنیه
		۸-٦-۲	۲	
ثمن	۸	وفق -٤-۳-۱	۳	
نصف	۲	٤-۱-۱	٤	
سدس	٦	۱-۱-۱		

حاصل ذواضعاف اقل ٤x۳x۲=۲٤

تیسرا طریقہ:

ہر مسئلہ "۲٤" سے بنایا جائے، کیونکہ چوبیس سے "حصص ستہ" بلا کسر نکل سکتے ہیں، چوبیس سے چھوٹا ایسا کوئی عدد نہیں جس سے یہ سارے حصے کسر کے بغیر نکل سکیں، مثلاً "٦" میں سے دوسرے سب حصے تو نکلتے ہیں، ربع و ثمن بلا کسر نہیں نکلتے، اس لیے ربع آ جانے سے مسئلہ ٦ کے دگنے ۱۲ سے بنانا پڑتا ہے، کیونکہ ربع نصف کا

۱- قولہ: "دوسرا طریقہ" اس طریقے کا نام "ذواضعاف اقل" کا طریقہ ہے، اس کا نتیجہ اکثر پہلے طریقے کے مطابق ہی نکلتا ہے، بہت کم کہیں فرق پڑتا ہے۔

۲- قولہ: "چھوٹے سے چھوٹا عدد" بڑا عدد لینے سے بسط زیادہ ہو جائے گی۔

دگنا ہے تو اس کے آجانے سے مخرج کو دگنا کرنا پڑے گا، پھر ۱۲ میں سے باقی تمام حصے تو نکل جاتے ہیں، ثمن نہیں نکلتا، اس لیے ثمن کے آجانے سے مسئلہ ۱۲ کے دگنے ۲۴ سے بنانا پڑتا ہے، کیونکہ ثمن ربع کا دگنا ہے تو اس کے آجانے سے مخرج کو دگنا کرنا پڑے گا۔

واضح رہے کہ اس طریقے[1] میں ہر مسئلہ ابتداء سے ہی ہمیشہ چوبیس سے بنایا جاتا ہے، اس لیے جو مسئلہ پہلے دو طریقوں کے مطابق ۲۴ سے کم عدد سے بنتا ہے اس کو اس طریقے سے بنانے سے مسئلہ میں بسط کچھ زیادہ ہو جائے گی، لہٰذا اگر پہلے دو طریقوں کے لحاظ سے کوئی مسئلہ ۱۲ سے بن کر عول ۱۷ پر ہو رہا تھا تو اس طریقے سے مسئلہ بنانے سے اس کا عول ۳۴ پر ہو گا، کیونکہ جب مسئلہ ۱۲ کے دگنے ۲۴ سے بنایا گیا تو عول بھی ۱۷ کے دگنے یعنی ۳۴ سے ہو گا۔[2] وقس علیه البواقي.

چوتھا طریقہ:

اس کو فیصد کا طریقہ کہتے ہیں۔ اس کے لیے کوئی مستقل عمل نہیں کرنا پڑتا، بلکہ پہلے تین طریقوں میں سے کسی ایک سے مسئلہ بنانے کے بعد ۱۰۰ روپے ترکہ فرض کر کے تقسیم کر دیا جائے، (ترکہ تقسیم کرنے کے قاعدے آگے آ رہے ہیں) ہر وارث کو جو روپیہ پیسہ ملے گا وہ اس کا فیصدی حصہ ہو گا۔ آج کل چونکہ فیصدی نظام اکثر شعبہ ہائے زندگی میں رائج ہے، اس لیے اس طریقے سے بتائے گئے حصص عوام بآسانی سمجھ جاتے ہیں، لہٰذا فتویٰ میں پہلے دو طریقوں میں سے کسی ایک سے تخریج کردہ حصص لکھنے کے بعد فیصدی حصص بھی لکھ دینے چاہییں، خصوصاً جب تصحیح زیادہ ہو یا مناسخہ کا مسئلہ ہو اور میتیں زیادہ ہوں تو فیصدی حصص لکھنا بہت آسانی کا باعث ہوتا ہے۔[3]

۱- قولہ: "اس طریقے میں" یہ طریقہ جناب ملک بشیر احمد صاحب بگوی چیف اسٹرکچر انجینئر جی، ایچ کیو راولپنڈی، مرتب "قاعدہ بغدادی میراث" و "اسلامی قانون وراثت" کا تجویز کردہ ہے۔

۲- قولہ: "یعنی ۳۴ سے ہو گا" لہٰذا اس طریقے کے مطابق مسئلہ بنانے سے ۲۴ کا عول ۳۴ تک بھی ہو سکتا ہے، بخلاف دوسرے دو طریقوں کے کہ ان میں مطابق مذہب جمہور ۲۴ کا عول صرف ۲۷ تک ہوتا ہے۔ کما سیأتی۔

۳- قولہ "آسانی کا باعث ہوتا ہے" یہاں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ اس طریقے سے حصص تقسیم کرنے کے بعد جب انہیں جمع کیا جاتا ہے تو ایک پیسہ بچ جاتا ہے تو پھر بڑی رقموں کی تقسیم میں تو بہت زیادہ رقم بچ جائے گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رقم خواہ کتنی ہی بڑی ہو اگر ۱۰۰ میں سے ایک پیسہ بچتا ہے تو ایک ارب روپے میں سے بھی ایک پیسہ ہی بچے گا، کیونکہ جب ہم ۱۰۰ کا مثلاً سدس نکالیں گے تو اعشاریہ کے بعد دو عدد لیں گے یعنی ۱۶٫۶۶ اور اگر ہزار کا سدس نکالیں گے تو تین عدد یعنی ۱۶۶٫۶۶۶ اور دس ہزار کا سدس نکالتے وقت چار اعداد و هلم جرا۔ لہٰذا کسر فقط آخری روپے میں واقع ہو گی۔ ہاں اگر بڑی رقم کا سدس یا ثمن وغیرہ نکالتے وقت اعشاریہ کے بعد دو عدد لیے گئے تو جواب میں کافی فرق آ سکتا ہے لہٰذا اس بات کا خیال رکھا جائے کہ رقم جتنی بڑی ہو اس کا فیصدی حصہ نکالتے وقت اعشاریہ کے بعد اتنے ہی اعداد بڑھائے جائیں۔

۱۰۰ میں فیصد کے لحاظ سے سہام ستہ یہ بنتے ہیں:

نصف	۵۰	ثلثان	۶۶،۶۶
ربع	۲۵	ثلث	۳۳،۳۳
ثمن	۱۲،۵۰	سدس	۱۶،۶۶

عول اور رد کا بیان

جب مسئلہ بناتے ہیں تو تین صورتوں میں سے ایک صورت سامنے آتی ہے: یا تو مسئلہ اور سہام برابر ہوں گے، اس کو صورت عادلہ اور عدل کہتے ہیں، یا مسئلہ کم ہوگا اور سہام زیادہ ہوں گے، اس کو صورتِ عائلہ اور عول کہتے ہیں، یا مسئلہ زیادہ ہوگا اور سہام کم ہوں گے، اس کو صورت ناقصہ اور ردّ کہتے ہیں۔

پہلی صورت ہو توفبھا وَنِعمَت، ہر وارث کو مسئلہ کے مطابق اس کا سہم دے دیں گے۔

باب العول

دوسری صورت (یعنی مسئلہ کم پڑ جائے اور سہام زیادہ ہو جائیں) کا حکم یہ ہے کہ جتنے سہام ہوں مسئلہ اتنے سے ہی بنے گا یعنی سہام کے برابر ترکہ کے حصے کرکے ہر وارث کو اس کا حصہ دیا جائے گا، اس کو عول کہتے ہیں۔

مسئلہ ۶ عـــ ۷

میـــت

زوج	۲ اخت ع
۳	۴

قانونِ عول:

صاحب سراجی رحمۃ اللہ علیہ نے استقراء کے ذریعے ایک قاعدہ بتایا ہے جس کے ذریعے سے عول میں غلطی سے بچنا ممکن ہے، وہ یہ ہے کہ مسئلہ ہمیشہ سات اعداد میں سے کسی ایک[1] سے بنتا ہے: ۲، ۳، ۴، ۸ اور ۶، ۱۲، ۲۴۔ ان میں سے پہلے چار میں بالکل عول نہیں ہوتا، بقیہ تین میں سے ۶ کا عول دس تک ہوتا ہے، وتراً بھی

۱- قولہ: "مسئلہ ہمیشہ سات میں سے کسی ایک عدد......" یعنی پہلے دو طریقوں کے مطابق جب مسئلہ بنایا جائے تو انہی سات اعداد میں سے کسی ایک سے بنے گا، ۵ عدد تو حصص ستہ کے مخرج ہیں (ثلثان اور ثلث کا مخرج ایک ہے، اس لیے ۶ حصوں کے مخرج ۵ ہوئے) باقی رہ گئے ۱۲ اور ۲۴ ان سے اس وقت مسئلہ بنتا ہے جب طائفہ اولیٰ، طائفہ ثانیہ سے مختلط ہو۔

شفعا بھی[1] یعنی ۷، ۹ بھی اور ۸، ۱۰ بھی۔ بارہ کا عول سترہ تک ہوتا ہے، وتراً لاشفعا[2] یعنی ۱۳، ۱۵، ۱۷ ہوتا ہے ۱٤، ۱٦ نہیں۔ چوبیس کا صرف ایک عول ہوتا ہے یعنی ۲۷[3]۔ ....

۱- "وتراً بھی شفعا بھی" مثال:

مسئلہ ٦ عــ ۷

میـــت

زوج	۲ اخت ع
۳	٤

مسئلہ ٦ عــ ۸

میـــت

زوج	۲ اخت ع	اخت خ
۳	٤	۱

مسئلہ ٦ عــ ۹

میـــت

زوج	۲ اخت ع	۲ اخت خ
۳	٤	۲

مسئلہ ٦ عــ ۱۰

میـــت

زوج	۲ اخت ع	۲ اخت خ	ام
۳	٤	۲	۱

۲- "وتراً لاشفعا" مثال:

مسئلہ ۱۲ عــ ۱۳

میـــت

زوجہ	۲ اخت ع	اخت خ
۳	۸	۲

مسئلہ ۱۲ عــ ۱۵

میـــت

زوجہ	۲ اخت ع	۲ اخت خ
۳	۸	٤

مسئلہ ۱۲ عــ ۱۷

میـــت

زوجہ	۲ اخت ع	۲ اخت خ	ام
۳	۸	٤	۲

۳- قولہ: "چوبیس کا عول صرف ۲۷ ہوتا ہے" مثال:

مسئلہ ۲٤ عــ ۲۷ (مسئلہ منبریہ)

میـــت

زوجہ	۲ بنت	اب	ام
۳	۱٦	٤	٤

البتہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ[1] کے قول کے مطابق ۲۴ کا عول ۳۱ بھی ہوسکتا ہے۔

فائدہ جلیلہ:

سوال: عول جب ستائیس کا ہو تو بیوی کو ۳ ملتا ہے۔ ۳، ۲۷ کا تسع ہے جب کہ زوجہ کا فرض ثمن ہے، لہٰذا عول نص قطعی کے خلاف ہے۔ مثلاً:

مسئلہ ۲۴ ع ۲۷ — مسئلہ منبریہ

میت

زوجہ	۲ بنت	اب	ام
۳	۱۶	٤	٤

جواب: یہ مسئلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا تھا جب کہ وہ خطبہ دینے کے لیے منبر پر قیام فرماتھے، اس لیے اس کو "مسئلہ منبریہ" کہتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فی الفور اس کو حصص کی تفصیل بتادی، اس پر اس نے مذکورہ بالا سوال کیا، آپ نے فی البدیہہ جواب میں فرمایا: "صار ثمنها تسعاً" اور پھر بغیر رکے خطبہ جہاں سے چھوڑا تھا وہیں سے شروع فرمادیا۔

حاصل اس جواب کا یہ ہے کہ اس صورت میں بھی زوجہ کو ثمن ہی ملتا ہے، لیکن یہ عرفی نصف اور ثمن نہیں، بلکہ مستحقین کے زیادہ ہونے کی وجہ سے ہر وارث کے حصے سے اسی تناسب سے کمی کردی گئی[2] جس تناسب سے حصص مسئلہ سے بڑھے تھے، مثال کے طور پر اس مسئلہ کو دیکھیں:

۱- قولہ: "حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک" مثال:

مسئلہ ۲۴ ع ۳۱ (عند ابن مسعود رضی اللہ عنه)

میت

زوجہ	۲ اخت ع	۲ اخت خ	ام	ابن قاتل
۳	۱۶	۸	٤	(حاجب نقصان لاحرمان)

مسئلہ ۱۲ ع ۱۷ (عند الجمهور)

میت

زوجہ	۲ اخت ع	۲ اخت خ	ام	ابن قاتل
۳	۸	٤	۲	(غیر حاجب مطلقا)

اس اختلاف کا مبنی اور اساس فصل في المحروم والمحجوب میں گزر چکا ہے۔

۲- قولہ: "کمی کردی گئی" یہ کمی اس کے اصل حصص کو سامنے رکھ کر کی جاتی ہے، ایسا نہیں ہوتا کہ اصل حصص کو کم فرض کیا جائے۔

"وحاصله أن المخرج إذا ضاق عن الوفاء بالفروض المجتمعة فيه، ترفع التركة إلى عدد أكثر من ذلك المخرج ثم تقسم، حتى يدخل النقصان في فرائض جميع الورثة على نسبة واحدة". (شريفيه: ص ٥٤)

اس کی مثال دین محیط اور ترکہ قاصرہ ہے، جب ترکہ سے کل دین ادا نہ ہوسکے تو قرض خواہوں کو اصل قرض کی بجائے ان کے قرض کے تناسب سے کمی کرکے ترکہ قاصرہ میں سے حصہ دیا جاتا ہے۔

مسئلہ ٦ عـ ۹

میت

۲ اخت خ	۲ اخت ع	زوج
۲	٤	۳

اس مثال میں اگر ۹ کے اعتبار سے نصف، ثلثان اور ثلث دیا جائے تو کل ½۱۲ ہو جاتا ہے، پھر ½۱۲ پر بھی وہی اعتراض ہوگا تو بڑھتے بڑھتے تسلسل لازم آجائے گا۔

لہٰذا سب ورثہ کے حصص میں یکساں کمی کی جائے گی، یہ کمی اصل مسئلہ سے عول کی زیادتی کی مقدار کے برابر ہوگی، یہ مقدار یہاں پر ثلث ہے، کیونکہ اصل مسئلہ "٦" سے ۳ زیادہ ہوئے جو عول یعنی ۹ کا ثلث بنتے ہیں تو ہر وارث کے حصے سے ثلث کم کیا جائے گا، نتیجہ وہی عول والا آئے گا۔

مثال کے طور پر اس مسئلہ میں ورثہ کو اگر ۹ کے نصف، ثلثان، ثلث دیئے جائیں تو یہ صورت حال ہوگی:

مسئلہ ٦ عـ ۹ عـ ½۱۳

میت

۲ اخت خ	۲ اخت ع	زوج
۳	٦	½٤

تسلسل سے بچنے کے لیے ان میں سے ہر ایک کے حصے سے ثلث کم کیا جائے تو زوج کا حصہ ۳ رہ جائے گا لہٰذا ½٤ سے اس کا ثلث "۱٫۵۰" ½۱ تفریق کیا جائے تو باقی ۳ بچے گا جو کہ زوج کا حصہ ہے۔ اسی طرح ٦ سے اس کا ثلث ۲ تفریق کیا جائے تو باقی ٤ بچے گا جو دو اخت ع کا حصہ ہے۔ اور تین میں سے اس کا ثلث "ایک" کم کیا جائے تو باقی دو بچے گا جو دو اخت خیفی کا حصہ ہے۔ تو دراصل یہ عول والے حصص فی الوقت تو آپس میں نصف اور ثلثان نہیں، لیکن اپنے اولین مخرج کے اعتبار سے یہ نصف اور ثلثان ہی ہیں، ان میں ایک ہی تناسب سے کمی کی گئی ہے، جس کے بعد یہ موجودہ صورتحال کو پہنچے ہیں۔

اس اعتراض کا ایک جواب شیعہ دیتے ہیں، وہ یہ کہ قرآن کریم میں زوجہ کے لیے ثمن اس وقت ہے جب صرف اولاد ہو، اگر اولاد کے علاوہ اور ورثہ بھی ہوں تو یہ مسکوت عنہ ہے، لیکن یہ جواب باطل ہے، اس لیے کہ جب اولاد ہو تو ہر حالت میں زوجہ کا فرض ثمن ہے، چاہے دوسرے وارث ہوں یا نہ ہوں۔

شیعہ اس اعتراض کے جواب کی فکر اس لیے کرتے ہیں کہ ان کے زعم میں عول حضرت علی رضی اللہ عنہ کی

تجویز ہے، جب کہ عول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے تجویز کیا گیا، پھر اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہو گیا تھا[۱]۔

شیعہ کے جواب پر مندرجہ ذیل قوی اشکالات ہوتے ہیں:

(۱) یہ تخصیص کتاب اللہ ہے بدون مخصص۔

(۲) اگر دیگر ورثہ کی موجودگی میں زوجہ کا فرض مسکوت عنہ ہے تو وہ فرض کیا ہے؟ کتاب وسنت اور اجماع میں کہیں مذکور نہیں، قیاس سے "فرض" بالاتفاق ثابت نہیں ہو سکتا۔

(۳) صورت مسئولہ میں جب دیگر ورثہ بھی موجود ہیں تو پھر زوجہ کو ابتداءً ثمن کیوں دیا گیا؟

---

۱ ؎ قولہ: "اجماع ہو گیا تھا" "وأول من حكم بالعول عمر رضي الله عنه، فإنه وقعت في عهده صورة ضاق مخرجها عن فروضها، فشاور الصحابة فيها، فأشار العباس رضى الله عنه إلى العول، فقال عيلوا الفرائض، فتابعوه على ذلك، ولم ينكر أحد." (شريفيه: ۵۵)

باب الرد

تیسری صورت یعنی جب مسئلہ زیادہ اور سہام کم ہوں[1] اور ان کا کوئی مستحق نہ ہوتو باقی سہام کو ذوی الفروض نسبی[2] پر ان کے حصص کے بقدر تقسیم کردیا جائے گا۔ اس کو ردّ کہتے ہیں۔

اس کا قاعدہ یہ ہے کہ اس میں چار میں سے کوئی ایک صورت ہوتی ہے:

۱- ورثہ متحد الجنس ہوں اور احد الزوجین نہ ہو۔

۲- ورثہ مختلف الجنس ہوں اور احد الزوجین موجود نہ ہو۔

۳- ورثہ متحد الجنس ہوں اور احد الزوجین موجود ہو۔

٤- ورثہ مختلف الجنس ہوں اور احد الزوجین موجود ہو۔

مختصراً یوں کہہ سکتے ہیں کہ ورثہ متحد الجنس ہوں گے یا مختلف الجنس، پھر دونوں صورتوں میں ان کے ساتھ احد الزوجین موجود ہوگا یا نہیں۔

پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ مسئلہ ورثہ کے عدد روٴس سے بنے گا۔

مثال:

مسئلہ ۳ ر ۲

میت

بنت	بنت
۱	۱

۱- قولہ: "اور سہام کم ہوں" یعنی تقسیم کے بعد سہام بچے ہوئے ہوں، اور ان باقی ماندہ سہام کا مصرف درکار ہو۔

فائدہ: جب ذوی الفروض کے ساتھ عصبات میں سے کوئی موجود ہو تو ردّ بالکل نہیں ہوتا اور جب ورثہ متحد الجنس ہوں اور احد الزوجین موجود نہ ہو، تو ضرور رد ہوتا ہے۔

۲- قولہ: "ذوی الفروض نسبی" جاننا چاہئے کہ ذوی الفروض کی دو اقسام ہیں:

(۱) سببی: یہ دو ہیں: زوج اور زوجہ

(۲) نسبی: یہ بقیہ دس ہیں، پہلی قسم یعنی زوجین پر رد نہیں ہوتا ان کو "من لا یرد علیه" کہا جاتا ہے، دوسری قسم پر رد ہوتا ہے، ان کو "من یرد علیه" کا نام دیا جاتا ہے۔ یہاں پر آسانی کے لیے "من لا یرد علیه" کو "احد الزوجین" اور "من یرد علیه" کو ورثہ کہا گیا ہے؛ لأن المطلق إذا أطلق یراد به الفرد الکامل.

دوسری صورت میں مسئلہ عدد سہام[1] سے بنے گا۔

مثال:

مسئلہ ٦ د ـ ٤

میت

بنت	بنت الابن
٣	١

تیسری صورت میں مسئلہ احد الزوجین کے فرض کے مخرج سے بنے گا[2]، اس میں سے احد الزوجین کو اس کا فرض دے کر باقی مال ورثہ متحد الجنس پر تقسیم کردیں گے۔ اگر کسر ہو تو تصحیح کرلیں گے۔ (تصحیح کا قاعدہ آگے آرہا ہے۔)

١- قولہ: "عدد سہام" اس صورت میں مسئلہ ہمیشہ ٦ سے بنے گا، اور رد ان چار اعداد میں سے ایک سے ہوگا: ٢، ٣، ٤، ٥ ایک سے نہیں ہوسکتا، کیونکہ ورثہ مختلف الجنس ہیں، اور ٦ سے بھی نہیں، کیونکہ پھر عدل ہوگا، رد نہیں۔ مثالیں:

(١) میت — مسئلہ ٦ د ـ ٢

جدہ	اخت خ
سدس	سدس
١	١

(٢) میت — مسئلہ ٦ د ـ ٣

٢ اخت خ	ام
ثلث	سدس
٢	١

(٣) میت — مسئلہ ٦ د ـ ٤

بنت	أم
نصف	سدس
٣	١

(٤) میت — مسئلہ ٦ د ـ ٥

٢ بنت	أم
ثلثان	سدس
٤	١

میت — مسئلہ ٦ د ـ ٥

بنت	بنت الابن	ام
نصف	سدس	سدس
٣	١	١

میت — مسئلہ ٦ د ـ ٥

أخت ع	أم
نصف	ثلث
٣	٢

٢- قولہ: "احد الزوجین کے فرض کے مخرج سے بنے گا" احد الزوجین کے فروض: نصف، ربع، ثمن ہیں، ان کے مخارج ٢، ٤، ٨ ہیں، لہٰذا تیسری صورت میں رد ہمیشہ ان تین اعداد میں سے ایک سے ہوگا، اس لیے تین مثالیں دی گئی ہیں۔ صاحب کتاب نے اس موقع پر فرمایا ہے: "فأعط فرض من لا یرد علیه من أقل مخارجه". سوال پیدا ہوتا ہے کہ احد الزوجین کا فرض بیک وقت ایک ہی ہوگا، لہٰذا مخرج بھی ایک ہی ہوگا، اس میں اقل یا اکثر متصور نہیں تو "من أقل مخارجه" کا کیا مطلب؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فرض جب اکیلا ہو تو اس کا صرف ایک مخرج ہوتا ہے، اگر دوسرے فروض کے ساتھ ہو تو اس کے کئی مخارج ہوسکتے ہیں، جیسے نصف کہ جب اکیلا ہو تو اس کا مخرج دو ہے، یہ نصف کا اقل المخارج ہے، اگر کسی اور فرض کے ساتھ ہو تو اس کا مخرج چھ، بارہ، یا چوبیس ہوتا ہے، یہ اکثر المخارج ہیں۔ رد کی تیسری صورت میں احد الزوجین کا فرض لامحالہ دوسرے فروض کے ساتھ مختلط ہوگا، کیونکہ اس صورت میں دیگر ورثہ لازماً موجود ہوتے ہیں، اس لحاظ سے مسئلہ اکثر المخارج (٦، ١٢، ٢٤) سے بننا چاہئے۔ مصنف علیہ الرحمۃ بتانا چاہتے ہیں کہ مسئلہ بناتے وقت دوسرے ورثہ سے قطع نظر کرکے یوں تصور کریں جیسے احد الزوجین اکیلا ہے، لہٰذا مسئلہ اس کے قلیل ترین مخرج سے بنے گا، نصف کا اقل مخرج ٢، ربع کا ٤، اور ثمن کا ٨ ہے، اس مفہوم کی تعبیر انہوں نے ان الفاظ سے کی ہے: "فاعط فرض من لا یرد علیه من أقل مخارجه" فافهم.

مثالیں:

(۱) میت مسئلہ ٦ ـ ۲

زوج	ام
۳/۱	۲/۱

(۲) میت مسئلہ ۱۲ ـ ٤

زوج	۳ بنت
۳/۱	۸/۳

(۳) میت مسئلہ ۲٤ ـ ۸

زوجہ	۵ بنت
۳/۱	۱٦/۷

چوتھی صورت میں (یعنی ورثہ مختلف الجنس ہوں اور احد الزوجین موجود ہو) دو کام کرنے ہوتے ہیں: مسئلہ بنانا[1] اور ضرب دینا[2] پھر ان میں سے ہر ایک میں دو مرحلے ہوتے ہیں۔

مسئلہ بنانے میں دو مرحلے یہ ہیں کہ احد الزوجین کا مسئلہ[3] ان کے فرض کے مخرج سے بنا کر ان کو اپنے مسئلہ سے سہم دیا جائے، اور ورثہ مختلف الجنس کا مسئلہ[4] ان کے سہام کے اعتبار سے بنا کر ان کو اپنے مسئلہ سے سہم دیا جائے۔

۱- قولہ: "مسئلہ بنانا" سراجی میں مسئلہ بنانے کا عمل ضرب کے عمل کے ضمن میں مذکور ہے، اس کی صراحت نہیں کی گئی۔

۲- قولہ: "ضرب دینا" ایک صورت ایسی بھی ہے جس میں ضرب دینے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن اگر اس میں بھی ضرب دے دی جائے تو نتیجے پر فرق نہیں پڑتا، صرف اتنا ہوتا ہے کہ بسط زیادہ ہو جاتی ہے۔ یہاں اختصار اور یاد کرنے میں سہولت کی غرض سے اس ذیلی شق کو ذکر نہیں کیا گیا۔ سراجی میں اس کی یہ مثال دی گئی ہے:

میت مسئلہ ۱۲ ـ ٤ ـ ٦

زوجہ	٤ جدہ	٦ اخت خ
۳/۱	۲/۱	٤/۳

اس صورت میں چار میں سے زوجہ کو ربع دینے کے بعد باقی (۳) اہل رد پر پورا تقسیم ہو جاتا ہے، اس لیے ضرب دینے کی حاجت نہیں، لیکن اگر کسی کو یہ ضمنی شق یاد نہ ہو اور وہ ضرب کا عمل کر گزرے تو مسئلے کے اعداد بڑھنے کے علاوہ کوئی ضرر نہیں۔

۳- قولہ "احد الزوجین کا مسئلہ الگ بنا کر" احد الزوجین کا مسئلہ اس کے فرض کے مخرج سے بنے گا۔ (مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں یوں کہیں کہ ان کے فرض کے اقل المخارج سے بنے گا) احد الزوجین کا فرض نصف، ربع، ثمن میں سے کوئی ایک ہوگا۔ ان کے سب سے چھوٹے مخارج ۲، ٤، ۸ ہیں، لہٰذا احد الزوجین کا مسئلہ ان تین اعداد میں سے کسی ایک سے ہوگا، اور اس مرحلے میں اس کا حصہ ہمیشہ ایک ہوگا، جیسا کہ آنے والی تین مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

٤- قولہ: "ورثہ مختلف الجنس کا مسئلہ" مختلف الجنس کا مسئلہ ان کے حصص کے لحاظ سے بنے گا۔ استقراء سے معلوم ہوا کہ وہ ہمیشہ چھ سے بنتا ہے اور ورثہ مختلف الجنس کے حصص پانچ سے زیادہ نہیں ہوتے۔ کیونکہ پہلے گزر چکا کہ جب ورثہ مختلف الجنس ہوں تو مسئلہ چھ سے بنے گا اور حصص زیادہ سے زیادہ پانچ تک ہوں گے۔ اس چھ کو بائیں کونے پر لکھیں۔

ضرب کا پہلا مرحلہ[1] یہ ہے کہ ورثہ مختلف الجنس کے سہام کو جمع کر کے احد الزوجین کے سہم اور اس کے مسئلہ میں ضرب دیں، یہ پہلا مرحلہ ہوا جو درحقیقت دو ضربوں[2] پر مشتمل ہے۔

دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ احد الزوجین کے مسئلہ میں سے احد الزوجین کو اس کا سہم دے کر جو باقی بچا تھا[3] اس کو ورثہ مختلف الجنس میں سے ہر ایک کے سہم کے ساتھ ضرب دیتے جائیں، ہر ایک کا حصہ معلوم ہوتا چلا جائے گا۔
آخر میں تمام ورثہ کے سہام کو جمع کر کے پڑتال کریں، مجموعہ اگر تصحیح کے عدد کے برابر ہو تو فبہا، ورنہ کہیں نہ کہیں غلطی ضرور ہوئی ہے۔

۱- قولہ: "ضرب کا پہلا مرحلہ" صاحب کتاب نے عمل ضرب کے بیان میں عقلی و منطقی ترتیب کو اختیار کیا ہے یعنی پہلے وہ ضرب بیان کی ہے جس سے کل مسئلہ معلوم ہو، پھر وہ ضرب جس سے احد الزوجین کا حصہ پتہ چل جائے، پھر وہ ضرب جس سے مختلف الجنس ورثہ کا حصہ نکل آئے۔ اصولاً یہی ترتیب ہونی چاہئے، لیکن مبتدئین کی آسانی کے واسطے یہ ترتیب بدل کر موجودہ "ترتیب تعلیمی" اختیار کی گئی ہے۔

۲- قولہ: "دو ضربوں" پہلی ضرب سے احد الزوجین کا حصہ اور دوسری سے کل مسئلہ معلوم ہوگا، یہ کل مسئلہ زیادہ سے زیادہ ۴۰ ہو سکتا ہے، اس لیے کہ ابھی گزرا ہے کہ احد الزوجین کا مسئلہ زیادہ سے زیادہ ۸ سے بنے گا اور مختلف الجنس کے حصص زیادہ سے زیادہ ۵ ہوں گے، لہٰذا مختلف الجنس کے حصص کو احد الزوجین کے مسئلے میں ضرب دینے سے زیادہ سے زیادہ چالیس حاصل ہوگا، اس سے زائد نہیں۔ اس کو تصحیح کی علامت (مصــــ) پر لکھیں۔ یہ ردّ کی تصحیح ہوئی، ردّ کے بعد اگر کسر ہو رہی ہو تو کسر دور کرنے والی تصحیح کی جائے گی جس کا طریقہ اگلے باب میں آرہا ہے۔ واضح ہو کہ سراجی میں ان دو ضربوں کو الگ الگ ذکر کیا گیا ہے، یہاں بغرض تسہیل اکٹھا کر دیا گیا ہے، نیز سراجی میں پہلی ضرب کی تعبیر مذکورہ بالا تعبیر سے برعکس ہے، سراجی کے الفاظ کا خلاصہ یوں ہوگا: "احد الزوجین کے حصے کو ورثہ مختلف الجنس کے مجموعہ حصص میں ضرب دیں"" ثم اضرب سهام من لايرد عليه في مسئلة من يرد عليه" جب کہ یہاں اس کے برعکس ہے، ولا فرق في المطلوب فافهم.

۳- قولہ: "جو باقی بچا تھا" حصر عقلی سے معلوم ہوا کہ یہ ایک ہوگا یا تین یا سات، کیونکہ احد الزوجین کا مسئلہ یا دو سے یا چار سے یا آٹھ سے بنتا ہے، اور اس کا حصہ ہمیشہ ایک ہوتا ہے۔ کما مر آنفاً، لہٰذا اس کے حصے کے بعد باقی یہی تین عدد ہوں گے، اس وجہ سے اس مسئلے کی تین مثالیں ذکر کی گئی ہیں۔

مثالیں:

(١) میت — مسئلہ ٦ ر ٢ تص ٤ — ٦

زوج	اخت خ	ام الام
٣	١	١
١	١	١
٢	١	١

(٢) میت — مسئلہ ١٢ ر ٤ تص ١٦ — ٦

زوج	بنت	بنت الابن
٣	٦	٢
١	٣	١
٤	٩	٣

(٢) میت — مسئلہ ٢٤ ر ٨ تص ٤٠ — ٦

زوجہ	بنت	بنت الابن	ام
٣	١٢	٤	٤
١	٣	١	١
٥	٢١	٧	٧

دوعددوں کے درمیان نسبت کا بیان☆

دوعددوں کے درمیان چار میں سے ایک نسبت ہوتی ہے: تماثل، تداخل، توافق، تباین۔

دوعدد برابر ہوں گے یا کم وبیش، اگر برابر ہوں تو ان کے درمیان نسبت تماثل کی ہوتی ہے، جیسے: دودو، دس دس، سوسو۔

اگر برابر نہ ہوں، بلکہ ایک اقل ہو ایک اکثر تو اگر اقل اکثر کو فنا کردے تو ان کے درمیان نسبت تداخل کی ہے، جیسے: چار اور آٹھ۔

اور اگر اقل اکثر کو فنا نہ کرے تو دیکھا جائے گا کہ کوئی تیسرا عدد ان دونوں کو فنا کرتا ہے یا نہیں، اگر کوئی تیسرا ان دونوں کو فنا کرتا ہو تو ان کے درمیان توافق کی نسبت ہوگی اور تیسرا عدد دونوں کو جتنی بار فنا کرے اس "بار"+کو اس عدد کا وفق[1] کہتے ہیں، جیسے ۸ اور ۲۰، ان دونوں کو ٤ فنا کرتا ہے، ۸ کو ۲ مرتبہ اور ۲۰ کو ۵ مرتبہ، تو ۸ کا وفق ۲ اور ۲۰ کا وفق ۵ ہوا، پھر یہ وفق چونکہ اپنے اعداد کا ربع ہیں یعنی ۲ آٹھ کا اور ۵ بیس کا ربع ہے، اس لیے اس کو توافق بالربع کہیں گے۔

اور اگر ان دونوں کو تیسرا کوئی عدد بھی فنا نہ کرتا ہو تو ان کے درمیان نسبت تباین کی ہے، جیسے: ٤ اور ۹۔

☆ یہ فصل درحقیقت "باب التصحیح" کی تمہید ہے، کیونکہ تصحیح کا عمل ان نسبتوں کے جاننے پر موقوف ہے۔

۱- قولہ: "وفق کہتے ہیں" دونوں عددوں میں سے ہر ایک کو "عاد اعظم" پر تقسیم کرنے سے جو جواب آئے وہ اس عدد کا وفق کہلاتا ہے۔ قال المصنف: لأن العدد العاد لهما مخرج لجزء الوفق. " جو عدد دونوں کو فنا کرتا ہے وہ مخرج ہے وفق کے جز کا" (یعنی وفق کی اصل عدد سے نسبت جزئیت کا) یہ توافق بالربع وغیرہ کی وجہ تسمیہ ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ جب عاد اعظم مثلاً ٤ ہو تو دونوں وفق اپنے اپنے اعداد کا ربع ہوں گے، جیسے ۲ اور ۵، ۸ اور ۲۰ کا بالترتیب ربع ہیں۔ اسی طرح جب عاد اعظم ۳ ہو تو دونوں وفق اپنے اپنے اعداد کا ثلث ہوں گے۔ جیسے ۲ اور ۳، ٦ اور ۹ کا بالترتیب ثلث ہیں وعلی هذا القیاس.

اب مثال مذکور میں وفق ۲ اور ۵ ہیں۔ ٤ ان کا تو مخرج نہیں، لیکن ان کی جو نسبت اپنے کل سے ہے یعنی ربع، اس کا مخرج ہے۔ اسی کو مصنف نے "مخرج لجزء الوفق" سے تعبیر کیا ہے، فافهم.

فائدہ:

عدد اقل اور اکثر جب چھوٹے ہوں تو ان کے درمیان نسبت تداخل توافق اور تباین کا پہچاننا آسان ہے، طریقہ کار اس کا یہ ہے کہ اکثر کو اقل پر تقسیم کریں[1] اگر بلا کسر تقسیم ہو جائے تو نسبت تداخل کی ہے، اگر بلا کسر تقسیم نہیں ہوتا لیکن دونوں کسی تیسرے پر بلا کسر تقسیم ہوتے ہیں تو نسبت توافق کی ہے، اور اگر یہ دونوں کسی تیسرے پر بھی بلا کسر تقسیم نہیں ہوتے تو نسبت تباین کی ہے۔

اور اگر عدد اقل و اکثر بڑے ہوں تو ان کے درمیان یہ نسبتیں پہچاننی مشکل ہوتی ہیں، ان کو معلوم کرنے کا ایک قاعدہ ہے، وہ یہ کہ اکثر کو اقل پر تقسیم کیا جائے، اکثر کو مقسوم بنائیں اقل کو مقسوم علیہ، اگر پہلی دفعہ تقسیم میں کچھ نہ بچے تو ان کے درمیان تداخل ہے اور ماحصل وفق ہے، جیسے:

۱- قولہ: "تقسیم کریں" صاحب سراجیہ نے توافق وتباین معلوم کرنے کے لیے دو طریقے بتائے ہیں: ایک ضرب والا، "وتوافق العددين أن لايعد أقلهما الأكثر ولكن يعدهما عدد ثالث" یہ طریقہ سہل ہے۔ کسی عدد کا پہاڑہ پڑھیں اگر دونوں عدد اس میں آتے ہوں تو توافق ہے، ورنہ تباین۔ دوسرا طریقہ نفی والا ہے: "وطريق معرفة الموافقة والمباينة أن ينقص من الأكثر بمقدار الأقل من الجانبين مرة أو مراراً" اس سے تداخل بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ اکثر سے اقل کو تفریق کیا جائے، اگر تفریق کرتے کرتے آخر میں دونوں کا اتحاد ہو جائے تو یہ تداخل ہے (یہ نقص من جانب ہوا) جیسے ۸ اور ۴۸، اگر دونوں کا اتحاد نہ ہو، بلکہ اقل اکثر بن جائے اور اکثر آخر کار اقل بن جائے، تو اب اس اقل کو (جو اصل میں اکثر تھا) اکثر (جو پہلے اقل تھا) سے نکالیں، (یہ نقص من الجانبین ہے) اگر کسی عدد پر متفق ہو جائیں تو توافق ہے اور وہ عدد جو ان دونوں کو فنا کرے گا وہ عدد ثالث ہے، اگر ایک پر متفق نہ ہوں تو تباین ہے، توافق کی مثال، جیسے ۸ اور ۳۶ کہ آخر میں آٹھ اکثر بن جاتا ہے اور ۳۶ چار رہ جاتا ہے، پھر اس چار کو آٹھ سے نکالنا پڑتا ہے، پھر دونوں چار پر متفق ہو جاتے ہیں جو عدد ثالث ہے۔ تباین کی مثال ۸ اور ۳۷ کہ آخر میں نقص من الجانبین کے بعد ایک رہ جاتا ہے جو عدد نہیں، کیونکہ عدد وہ ہے جس کے ساتھ ضرب دینے سے مضروب بڑھ جائے، نیز عدد وہ ہے جو اپنے طرفین قریبین یا بعیدین کے مجموعے کا نصف ہو اور ایک کے طرفین نہیں۔ طرفین قریبین یا بعیدین کا نصف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً: ۴ کے طرفین قریبین ۳ اور ۵ ہیں، ان کا مجموعہ ۸ ہے، اس کا نصف ٤ ہے۔ اس کے طرفین بعیدین ۲ اور ٦ ہیں، یہ ان کے مجموعے ۸ کا نصف ہے۔ نیز عدد تعدد سے مأخوذ ہے اور ایک میں توحُد ہوتا ہے۔ آخری وجہ ایک کے عدد نہ ہونے کی یہ ہے کہ عدد جماعت آحاد کو کہتے ہیں اور اقل جماعت لغت میں دو ہے۔

فائدہ: جب ایک عدد نہیں تو اس میں اور کسی عدد میں نسبت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ یہ چار نسبتیں دو عددوں کے درمیان ہوتی ہیں، لیکن عمل تصحیح میں ایک اور کسی عدد میں نسبت تباین ہی متصور ہوگی۔

۳۲ | ۹۶ | ۳
۹۶
××

اگر کچھ بچ جائے تو باقی کو مقسوم علیہ بنائیں اور پہلی تقسیم کے مقسوم علیہ کو مقسوم بنادیں اور نئے سرے سے تقسیم کریں، جب تک ختم نہ ہو جائے اسی طرح تقسیم کرتے چلے جائیں، جب دوسری یا تیسری یعنی پہلی سے زائد تقسیم میں کچھ نہ بچے تو ان کے درمیان توافق ہے، اور آخری تقسیم کا مقسوم علیہ وہ عدد ثالث ہوگا جو ان دونوں کو فنا کرے گا، اس کو "عاد اعظم" کہتے ہیں، جیسے:

۲۷ | ۷۲ | ۲
۵۴
۱۸ | ۲۷ | ۱
۱۸
عاد اعظم ← ۹ | ۱۸ | ۲
۱۸
××

۳۸۴ | ۱۲۹۶ | ۳
-۱۱۵۲
۱۴۴ | ۳۸۴ | ۲
-۲۸۸
۹۶ | ۱۴۴ | ۱
-۹۶
عاد اعظم ← ۴۸ | ۹۶ | ۲
۹۶
××

اور اگر کسی تقسیم میں ایک باقی بچ جائے تو ان کے درمیان تباین کی نسبت ہے، جیسے:

۷۰ | ۳۱۳ | ۴
-۲۸۰
۳۳ | ۷۰ | ۲
-۶۶
۴ | ۳۳ | ۸
-۳۲
۱

باب التصحیح

جب سہام ورثہ کے عدد رؤس پر برابر تقسیم نہ ہوں، کسر آ رہی ہو تو کسر کے دور کرنے کا نام تصحیح ہے۔

تصحیح کے کئی طریقے ہیں۔

پہلا طریقہ:

یہ طریقہ صاحب سراجی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کردہ ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ کسر ایک طائفہ پر ہوگی یا زیادہ پر، اگر ایک طائفہ پر ہو تو تصحیح کے دو قاعدے ہیں، ایک سے زائد طائفہ پر ہو تو تصحیح کے چار قاعدے ہیں، اس طرح کل چھ قاعدے ہوگئے۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

کسر جب ایک طائفہ پر ہو تو سہام اور عدد رؤس میں نسبت تداخل، توافق کی ہوگی[1] یا تباین کی:

(۱) اگر نسبت تداخل یا توافق ہو[2] تو عدد رؤس کے وفق کو اصل مسئلہ اور جمیع سہام میں ضرب دیں، اگر مسئلہ عائلہ ہو تو عول میں ضرب دیں۔ اس ضرب سے جو بسط ہوگی اس سے صحیح تقسیم ہو جائے گی۔

۱- قولہ: "نسبت تداخل، توافق کی ہوگی" یہاں تماثل ذکر نہیں ہوا، کیونکہ نسبت اگر تماثل کی ہو تو تقسیم صحیح ہوگی، کسر نہ ہوگی، جیسے:

میـــت مسئلہ ٦

اب	ام	٤ بنت
۱	۱	٤

اسی طرح اگر نسبت تداخل کی ہو، لیکن عدد رؤس کم اور سہام زیادہ ہوں تو بھی تقسیم صحیح ہوگی، کسر نہ ہوگی، جیسے:

میـــت مسئلہ ٦

اب	ام	۲ بنت
۱	۱	٤

سراجی میں کسر نہ ہونے کی صورت کو مستقل قاعدہ بنایا گیا ہے اور یہی دوسری مثال دی گئی ہے، اس قاعدہ کو شامل کر لینے سے تصحیح کے کل قاعدے سات ہو جاتے ہیں، اس پہلے قاعدے (یعنی کسر نہ ہو تو ضرب کی حاجت نہیں) کی یہی دو مثالیں ممکن ہیں: ایک تماثل کی، دوسری تداخل کی وہ صورت کہ عدد رؤس سہام میں داخل ہوں یعنی عدد رؤس کم ہوں، سہام زیادہ۔ فافہم وتدبر۔

۲- قولہ: "اگر نسبت تداخل یا توافق ہو" سراجی میں تداخل کا حکم ذکر نہیں کیا گیا بلکہ توافق پر اکتفا کیا گیا ہے، کیونکہ دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔

مثال تداخل:

مسئلہ٦ تصــ١٢ (تداخل، صورت عادلہ) مضروب: ٢

میــــ

اب	ام	٨بنت
١	١	٤
٢	٢	٨

مسئلہ١٢ عــ١٥ تصــ٣٠ (تداخل، صورت عائلہ) مضروب: ٢

میــــ

زوج	اب	ام	١٦ بنت
٣	٢	٢	٨
٦	٤	٤	١٦

مثال توافق:

مسئلہ٦ تصــ٣٠ (توافق، صورت عادلہ) مضروب: ٥

میــــ

اب	ام	١٠ بنت
١	١	٤
٥	٥	٢٠

مسئلہ١٢ عــ١٥ تصــ٤٥ (توافق، صورت عائلہ) مضروب: ٣

میــــ

زوج	اب	ام	٦ بنت
٣	٢	٢	٨
٩	٦	٦	٢٤

(٢) اگر نسبت تباین ہو تو کل عدد رؤس کو اصل مسئلہ اور جمیع سہام کے ساتھ ضرب دیں، اگر مسئلہ عائلہ ہو تو عول میں ضرب دیں۔

مسئلہ٦ تصــ٣٠ (تباین، صورت عادلہ) مضروب: ٥

میــــ

اب	ام	٥بنت
١	١	٤
٥	٥	٢٠

مسئلہ٦ عــ٧ تصــ٣٥ (تباین، صورت عائلہ) مضروب: ٥

میــــ

زوج	٥ اخت ع
٣	٤
١٥	٢٠

اگر کسر ایک سے زیادہ طائفہ میں ہو تو دو کام کرنے ہوتے ہیں: مختصر کرنا، ضرب دینا۔

مختصر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تمام طائفوں کے عدد رؤس اور سہام میں نسبت دیکھی جائے۔

اگر تماثل یا تباین ہو تو اپنے حال[1] پر چھوڑ دیں، اگر تداخل یا توافق ہو تو عدد رؤس کے وفق کو محفوظ کرلیں، اب آیندہ ضرب اسی وفق سے دی جائے گی، نہ کہ اصل عدد رؤس سے، اس کو "عدد محفوظ" کہتے ہیں۔

ضرب دینے کا طریقہ:

اختصار کرنے کے بعد اعداد رؤس (یعنی اختصار سے حاصل ہونے والے اعداد مضروب) کی آپس میں نسبت دیکھی جائے۔

(۱) اگر تماثل ہو تو کسی بھی ایک عدد کو اصل مسئلے اور جمیع سہام میں ضرب دیں۔

مسئلہ ۶ تصـــ ۱۸ (مضروب: احد الاعداد، ۳)

میـــ

۶ بنت	۳ جدہ	۳ عم
۴	۱	۱
۱۲	۳	۳

(۲) اگر اعداد رؤس میں نسبت تداخل کی ہو تو اکثر الاعداد کو اصل مسئلہ اور جمیع سہام میں ضرب دیں۔

مسئلہ ۱۲ تصـــ ۱۴۴ (مضروب: اکثر الاعداد، ۱۲)

میـــ

۴ زوجہ	۳ جدہ	۱۲ عم
۳	۲	۷
۳۶	۲۴	۸۴

(۳) اگر نسبت توافق کی ہو تو پہلے عدد رؤس کا وفق دوسرے عدد رؤس میں ضرب دیں، پھر حاصل میں اور تیسرے عدد رؤس میں نسبت[2] دیکھیں، اگر توافق[3] ہو تو وفق میں، تباین کی ہو تو کل میں ضرب دیں،

۱- قولہ: "اپنے حال پر چھوڑ دیں" کیونکہ اگر تماثل ہے تو اختصار کی حاجت نہیں، اگر تباین ہے تو اختصار ممکن نہیں، فافہم.

۲- قولہ: "پھر حاصل اور تیسرے عدد رؤس میں نسبت دیکھیں" یہ نسبت دیکھنے کی ضرورت اس وقت ہے جب اگلے طائفہ میں کسر ہو، ورنہ اسی حاصل کو عدد مأخوذ بنالیں۔

۳- قولہ: "اگر توافق ہو" اگر تداخل ہو تو اکثر کو لے لیں۔

فائدہ: اگر بعض اعداد رؤس میں تداخل ہو، بعض میں توافق اور بعض میں تباین تو تداخل میں اکثر کو لے لیں، توافق میں وفق سے ضرب دیں اور تباین میں کل سے۔

پھر حاصل اور چوتھے عدد رؤوس میں نسبت دیکھ کر وفق یا کل میں ضرب دیں۔ اعداد رؤوس کے ختم ہونے پر[1] جو حاصل ہوگا یہی وہ مضروب ہے جس کو اصل مسئلہ اور جمیع سہام میں ضرب دینے سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی اس کو "عدد مأخوذ" کہتے ہیں۔

مسئلہ ۲۴ تصــ ۴۳۲۰ توافق — عدد ماخوذ: ۱۸۰

میت

	٤ زوجه	۱۸ بنت	۱۵ جده	٦ عم
	۳	۱٦	٤	۱
کل فریق	٥٤۰	۲۸۸۰	۷۲۰	۱۸۰
کل فرد	۱۳٥	۱٦۰	٤۸	۳۰

عدد رؤوس ٤ -۱۸ -۱٥ -٦ بعد از اختصار ٤ -۹ -۱٥ -٦

بعد از ضرب ٤×۹×٥ = ۱۸۰

(٤) اگر اعداد رؤوس کی آپس میں نسبت تباین ہو تو پہلے عدد رؤوس کو دوسرے کے کل میں، حاصل کو تیسرے عدد رؤوس کے کل میں، پھر حاصل کو چوتھے عدد رؤوس کے کل میں ضرب دیں، آخر میں جو حاصل ہوگا اس کو اصل مسئلہ اور جمیع سہام کے ساتھ ضرب دی جائے گی۔

مسئلہ ۲۴ تصــ ٥۰٤۰ تباین — عدد ماخوذ: ۲۱۰

میت

	۲ زوجه	٦ جده	۱۰ بنت	۷ عم
	۳	٤	۱٦	۱
کل فریق	٦۳۰	۸٤۰	۳۳٦۰	۲۱۰
کل فرد	۳۱٥	۱٤۰	۳۳٦	۳۰

عدد رؤوس ۲ -٦ -۱۰ -۷ بعد از اختصار ۲ -۳ -٥ -۷

بعد از ضرب ۲×۳×٥×۷ = ۲۱۰

۱- قولہ: "اعداد رؤوس کے ختم ہونے پر" قال في الدر المختار: "ولا يجتمع أكثر من أربع فروض غير مكرّرة في مسئلة واحدة، ولا يجتمع من أصحابها أكثر من خمس طوائف، ولا ينكسر على أكثر من أربع فرق؛ لأنه لا بد أن يكون أحد الطوائف الخمس من هو منفرد، كالأب أو الجد أو الأم أو الزوج، ولا تنكسر سهامه عليه أصلاً". (الدر المختار مع رد المحتار: ٦/٨٠٥، طبع شركة سعيد)

تصحیح کا دوسرا طریقہ[1]:

کسر جب ایک طائفے پر ہو تو عدد رؤس یا اس کے وفق[2] کو اصل مسئلہ اور جمیع سہام سے ضرب دی جائے گی۔

اگر کسر ایک سے زیادہ طائفے پر ہو تو پہلے سہام اور عدد رؤس میں نسبت دیکھ کر اختصار کیا جائے، پھر مختصر شدہ اعداد رؤس کا ذو اضعاف اقل نکال لیا جائے، حاصل ذو اضعاف اقل کو اصل مسئلہ اور جمیع سہام میں ضرب دینے سے تصحیح ہو جائے گی اور نتیجہ بعینہ سراجی والے طریقے کے مطابق آئے گا، إلا نادرًا.

ذیل میں پہلے طریقے سے حل کردہ تمام مثالوں کو اس دوسرے طریقے سے حل کیا جاتا ہے:

ایک طائفے پر کسر کی مثالیں:

تداخل:

مسئلہ ٦ تصـــ ١٢ تداخل (عادلہ) مضروب: ٢

میـــــــــــت

اب	ام	٨ بنت
١	١	٤
٢	٢	٨

من انکسر علیہم کا عدد رؤس آٹھ اور سہم ٤ ہے، دونوں میں تداخل کی نسبت ہے۔ عدد رؤس کے وفق کو اصل مسئلہ اور تمام سہام میں ضرب دی جائے گی۔ وعلى هذا القياس في المسائل الباقية التي وقع الكسر فيها في طائفة واحدة.

مسئلہ ١٢ عـــ ١٥ تصـــ ٣٠ تداخل (صورت عائلہ) مضروب: ٢

میـــــــــــت

زوج	اب	ام	١٦ بنت
٣	٢	٢	٨
٦	٤	٤	١٦

۱- قولہ: "تصحیح کا دوسرا طریقہ" یہ طریقہ استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث والفرائض حضرت مولانا محمد شریف اللہ صاحب مولویانوی دامت برکاتہم مہتمم وشیخ الحدیث مدرسہ شمس العلوم رحیم یار خان کا تعلیم کردہ ہے۔

۲- قولہ: "عدد رؤس یا اس کے وفق کو" یعنی جب سہام اور عدد رؤس میں نسبت تباین ہو تو کل عدد رؤس کو اور جب تداخل یا توافق ہو تو عدد رؤس کے وفق کو لے کر ضرب دی جائے گی۔

توافق:

مسئلہ٦ تصـــ ٣٠ توافق (صورت عادلہ) مضروب: ٥

میـــت

اب	ام	١٠ بنت
١	١	٤
٥	٥	٢٠

مسئلہ١٢ عـــ ١٥ تصـــ ٤٥ توافق (صورت عائلہ) مضروب: ٣

میـــت

زوج	اب	ام	٦ بنت
٣	٢	٢	٨
٩	٦	٦	٢٤

تباین:

مسئلہ٦ تصـــ ٣٠ تباین (عادلہ) مضروب: ٥

میـــت

اب	ام	٥ بنت
١	١	٤
٥	٥	٢٠

مسئلہ٦ عـــ ٧ تصـــ ٣٥ تباین (عائلہ) مضروب: ٥

میـــت

زوج	٥ اخت ع
٣	٤
١٥	٢٠

ایک سے زیادہ طائفے پر کسر کی مثالیں:

مثال تماثل:

مسئلہ٦ تصـــ ١٨ تماثل مضروب: ٣

میـــت

٦ بنت	٣ جدہ	٣ عم
٤	١	١
١٢	٣	٣

مختصر شدہ اعداد روٴس کا ذو اضعاف اقل: ٣ | ٣—٣—٣ ، ١—١—١

مثال تداخل[1]:

مسئلہ ۱۲ تصـــ ۱۴۴ تداخل مضروب: ۱۲

میت

۴ زوجہ	۳ جدہ	۱۲ عم
۳	۲	۷
۳۶	۲۴	۸۴

کل اعداد رؤوس[2] کا ذو اضعاف اقل:

۱۲ = ۲×۲×۳

۲	۱۲-۳-۴
۲	۶-۳-۲
۳	۳-۳-۱
	۱-۱-۱

۱۔ قولہ: مثال تداخل: اس مثال پر یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ "۳" اور "۴" ۱۲ میں تو داخل ہیں، لیکن باہم متباین ہیں، پس یہ تداخل کی مثال کس طرح بنی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چھوٹے تمام عدد کسی بڑے عدد میں داخل ہوں تو یہ تداخل مانا جائے گا، اگر چہ یہ چھوٹے عدد باہم متداخل نہ ہوں۔ (قال المصنف: "والثانی أن یکون بعض الأعداد متداخلاً في البعض.") اور اگر بالفرض ان میں تباین مانا جائے تو بھی نتیجے پر فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ تباین کی وجہ سے ان کو آپس میں ضرب دیں گے تو "۱۲" جواب آئے گا۔ یہ پہلے سے موجود ۱۲ کے ساتھ متماثل ہوگا، لہٰذا کسی ایک کو مضروب بنائیں گے تو آخر کار مضروب "۱۲" ہی ٹھہرا جبکہ تداخل کی صورت میں بھی مضروب "۱۲" ہی تھا۔

اسی طرح اگلی مثال توافق کی ہے، لیکن سب عدد رؤوس باہم متوافق نہیں، مثلاً "۴"، "۹" اور "۱۵" کے ساتھ متباین ہے۔ اس کا جواب بھی یہی ہے کہ بعض کا بعض سے توافق کافی ہے۔ سب اعداد کا آپس میں توافق ضروری نہیں۔ قال المصنف: "والرابع أن یوافق بعض الأعداد بعضاً". اور بالفرض تباین والے اعداد میں کل کو کل سے ضرب دیا جائے، توافق والے اعداد میں وفق سے ضرب دیا جائے اور تداخل میں ایک کو لیا جائے تو بھی نتیجہ وہی نکلے گا، مثلاً "۴" اور "۹" میں تباین ہے تو ۴ کو ۹ میں ضرب دینے سے ۳۶ حاصل آئے گا "۳۶" اور "۱۵" میں توافق بالثلث ہے، تین ان دونوں کو فنا کرتا ہے۔ ۳۶ کو ۱۵ کے وفق "۵" سے ضرب دیں گے تو "۱۸۰" جواب آئے گا۔ اب عدد رؤوس میں سے "۶" کا عدد رہ گیا۔ یہ ۱۸۰ میں داخل ہے، لہٰذا مزید کسی ضرب کی ضرورت نہیں۔ الغرض نتیجہ اس صورت میں بھی وہی نکلا، سرِ مو فرق ظاہر نہ ہوا۔

۲۔ قولہ: "کل عدد رؤوس کا" اس مثال میں سہام اور عدد رؤوس میں تباین ہے، اختصار ممکن نہیں، لہٰذا کل عدد رؤوس کا ذو اضعاف اقل نکالا گیا۔

مثال توافق:

مسئلہ ۲۴ تصـــ ۴۳۲۰   توافق   مضروب: ۱۸۰

میـــت

۴ زوجہ	۱۸ بنت	۱۵ جدہ	۶ عم
۳	۱۶	۴	۱
۵۴۰	۲۸۸۰	۷۲۰	۱۸۰
۱۳۵	۱۶۰	۴۸	۳۰

مختصر شدہ اعداد رؤوس کا ذو اضعاف اقل:

۲	۱۵–۹–۶–۴
۲	۱۵–۹–۳–۲
۳	۱۵–۹–۳–۱
۳	۵–۳–۱–۱
۵	۵–۱–۱–۱
	۱–۱–۱–۱

۱۸۰=۲×۲×۳×۳×۵

مثال تباین:

مسئلہ ۲۴ تصـــ ۵۰۴۰ تباین،   تباین،   مضروب: ۲۱۰

میـــت

	۲ زوجہ	۶ جدہ	۱۰ بنت	۷ عم
	۳	۴	۱۶	۱
لکل فریق	۶۳۰	۸۴۰	۳۳۶۰	۲۱۰
لکل فرد	۳۱۵	۱۴۰	۳۳۶	۳۰

مختصر شدہ عدد رؤوس کا ذو اضعاف اقل:

۲	۷–۵–۳–۲
۳	۷–۵–۳–۱
۵	۷–۵–۱–۱
۷	۷–۱–۱–۱
	۱–۱–۱–۱

۲۱۰=۲×۳×۵×۷

تصحیح کا تیسرا اور چوتھا طریقہ:

مسئلہ بنانے کے ساتھ ورثہ سے ترکہ کی تفصیل پوچھ کر اسے بھی حصص کے مطابق تقسیم کردیں، تصحیح کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ اگر ترکہ معلوم نہ ہو تو ۱۰۰ روپے ترکہ فرض کر کے تقسیم کردیں۔ ہر وارث کا فیصدی حصہ بھی معلوم ہو جائے گا اور تصحیح کا عمل بھی نہیں کرنا پڑے گا۔

عصبات کے حصص کی تصحیح

جب عصبہ بنفسہ کے ساتھ عصبہ بغیرہ بھی ہوں اور ان کے حصص میں کسر آ رہی ہو تو ان کا مشترکہ سہم ایک خانے میں لکھ کر ان کے عدد رؤس پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ ان کے عدد رؤس کے شمار کا طریقہ یہ ہے کہ مذکر کو اس کے اصل عدد سے دگنا فرض کیا جاتا ہے تاکہ للذکر مثل حظ الأنثیین کے مطابق تقسیم ہو سکے۔ کتاب میں چونکہ اس کی مثال نہیں دی گئی جب کہ فتویٰ میں اکثر یہی مسائل پوچھے جاتے ہیں، اس لیے ذیل میں عصبہ کی چاروں اقسام کی مثالیں لکھی جاتی ہیں۔

مسئلہ ٤ تصـــ ٣٦ — مضروب: ۹

میت

زوج	٢ابن		٥بنت
١/۹	١٢	٣/٢٧	١٥

مسئلہ ٨ تصـــ ٦٤ — مضروب: ٨

میت

٣زوجہ	٣ابن الابن		٢بنت الابن
١/٨	٤٢/١٤	٧/٥٦	١٤/٧

مسئلہ ٦ تصـــ ١٨ — مضروب: ٣

میت

زوج	اخ ع		اخت ع	٣جدہ
٣/۹	٤	٢/٦	٢	١/٣

مسئلہ ١٢ تصـــ ٧٢ — مضروب: ٦

میت

٢زوجہ	٢ اخ عل		٢ اخت عل	٢ اخت خ
٣/١٨	٢٠/١٠	٥/٣٠	١٠/٥	٤/٢٤

فائدہ: مشترکہ کھاتے کو تصحیح کے بعد مذکر و مؤنث پر تقسیم کرنے کا اصولی طریقہ یہ ہے کہ تصحیح کی ضرب کے بعد جو مشترکہ سہم آئے اسے عصبہ کے عدد رؤس پر تقسیم کیا جائے، جو جواب آئے وہ مؤنث کو دیا جائے اور اس کا دگنا مذکر کو۔

واضح ہو کہ اس صورت میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مؤنث کا حصہ تقسیم کے بعد اکثر وہی ہوتا ہے جو قبل از تصحیح مشترکہ حصہ تھا۔ دیکھئے! درج بالا مثالوں میں قبل از تصحیح مشترکہ سہم ۳، ۷، ۲ اور ۵ ہے اور بعد از تصحیح مؤنث کا سہم بعینہ یہی ہے، اس لیے اگر تقسیم کی بجائے اسی "ٹوٹکے" پر عمل کرلیا جائے کہ "قبل از تصحیح جو مشترکہ سہم تھا وہ مؤنث کو اور اس سے دگنا مذکر کو دیں" تو بھی بیشتر صورتوں میں مقصد حاصل ہو جاتا ہے لیکن چونکہ بعض صورتوں میں غلطی کا احتمال رہتا ہے اس لیے حسابی قاعدے کے ذریعے جانچ ضروری ہے۔

ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ

جب ہر طائفہ کا حصہ معلوم ہو جائے تو ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا آسان ترین طریقہ یہ ہے کہ ہر طائفہ کے سہام کو اس کے عدد رؤوس پر تقسیم کر دیا جائے، حاصل تقسیم اس طائفہ کے فی فرد کا حصہ ہوگا، جیسا کہ گزشتہ مثالوں میں کیا گیا۔

صاحب سراجی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے علاوہ مندرجہ ذیل طریقے بتائے ہیں:

پہلا طریقہ:

ہر طائفے کو اصل مسئلے سے (قبل از تصحیح) جو کچھ ملا تھا اسے اس کے عدد رؤوس پر تقسیم کریں اور حاصل کو اس "عدد مضروب" سے ضرب دیں جس سے اصل مسئلہ اور حصوں کو ضرب دے کر مسئلہ کی تصحیح اور ہر فریق کا حصہ معلوم کیا گیا تھا۔

دوسرا طریقہ:

اس عدد مضروب کو (جس سے اصل مسئلہ اور حصوں کو ضرب دی گئی تھی) طائفہ کے عدد رؤوس پر تقسیم کریں، اور حاصل کو اس طائفے کے (تصحیح سے پہلے والے) حصے سے ضرب دیں۔

یہ دونوں طریقے ایک دوسرے کا عکس ہیں، دونوں میں مشترکہ بات یہ ہے کہ طائفہ کے عدد رؤوس کا تعلق تقسیم سے اور حصہ اور عدد مضروب کا تعلق ضرب سے ہے، البتہ تقسیم و ضرب کی ترتیب میں ایک دوسرے کے برعکس ہیں۔

مثال کے طور پر جو تباین کی مثال گزری ہے اسے لے لیں۔

مسئلہ ۲۴ تصــــ ۵۰۴۰ مضروب: ۲۱۰

میت

۲ زوجہ	٦ جدہ	۱۰ بنت	۷ عم
۳	٤	١٦	۱
٦۳۰	۸٤۰	۳۳٦۰	۲۱۰

اس میں زوجہ کے طائفہ کو "٦۳۰" ملا ہے، اب فی فرد حصہ معلوم کرنا ہے تو پہلے طریقے کے مطابق اصل مسئلے سے ملنے والے حصے "۳" کو عدد رؤوس "۲" پر تقسیم کریں گے اور حاصل کو عدد مضروب "۲۱۰" سے ضرب دیں گے، حاصل "۳۱۵" آئے گا، جو اس طائفے کے فی فرد کا حصہ ہے۔ ۳÷۲×۲۱۰=۳۱۵

دوسرے طریقے میں اس کا عکس کریں یعنی عدد مضروب "۲۱۰" کو عدد رؤوس "۲" پر تقسیم کریں، حاصل کو حصہ "۳" سے ضرب دیں، نتیجہ وہی "۳۱۵" آئے گا، مثلاً (۲۱۰÷۲×۳=۳۱۵) وعلى هذ القياس في البواقي[1]۔

تیسرا طریقہ:

اس کا نام نسبت کا طریقہ ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ ہر طائفہ کو اصل مسئلہ سے جو سہم ملا تھا (یعنی تصحیح سے پہلے) اس سہم اور عدد رؤوس کے درمیان نسبت دیکھی جائے[2]۔ اس کے تناسب سے عدد مضروب سے اس طائفے کے ہر فرد کو حصہ دیا جائے۔

۱- قولہ: "وعلى هذ القياس في البواقي"

مثلاً بقیہ ورثہ کا فی فرد حصہ پہلے طریقے سے:			دوسرے طریقے سے:		
جدہ	:	۱٤۰=۲۱۰×٦÷٤	جدہ	:	۱٤۰=٤×٦÷۲۱۰
بنت	:	۳۳٦=۲۱۰×۱۰÷١٦	بنت	:	۳۳٦=١٦×۱۰÷۲۱۰
عم	:	۳۰=۲۱۰×۷÷۱	عم	:	۳۰=۱×۷÷۲۱۰

۲- قولہ: "نسبت دیکھی جائے" نسبت کا ایک طریقہ پہلے گزرا، وہ اعداد کے ایک دوسرے کو فنا کرنے یا نہ کرنے کے اعتبار سے ہے، اس کے ذریعے ہر طائفہ کا سہم معلوم ہوتا ہے۔ یہ طریقہ اعداد کی کمیت کے باہمی تناسب کے اعتبار سے ہے، اس سے ہر فرد کا حصہ معلوم ہوتا ہے۔

لہٰذا اسی تباین والی مثال[1] میں زوجہ کے طائفہ کا عدد رؤوس دو اور سہم تین ہے، تین کے اندر دو کا مثل "۲" اور اس کا نصف "۱" پایا جاتا ہے، لہٰذا اس طائفے کے ہر فرد کو عدد مضروب "۲۱۰" کا مثل "۲۱۰" اور نصف "۱۰۵" دیں گے جو ملا کر "315" بنتا ہے۔

بنت والے طائفے میں[2] عدد رؤوس "۱۰" اور سہام "۱٦" ہیں، "۱٦" کے اندر "۱۰" کا مثل "۱۰" اور تین خمس "٦" پایا جاتا ہے تو اس طائفے کے ہر فرد کو عدد مضروب کا مثل "۲۱۰" اور تین خمس یعنی "۱۲٦" دیں گے (ایک خمس "٤۲" ہے ٤۲×۳=۱۲٦) اس کا مجموعہ "۳۳٦" ہوا، جو اس طائفے کے ہر فرد کا حصہ ہوگا۔

جدّہ والے طائفے میں عدد رؤوس "٦" اور سہم "٤" ہے جو چھ کا ثلثان ہے، لہٰذا اس طائفے کے ہر فرد کو عدد مضروب "۲۱۰" کا ثلثان "۱٤۰" دیں گے (ایک ثلث "۷۰" ہے ۷۰×۲=۱٤۰)۔

عم والے طائفے میں عدد رؤوس "۷" اور سہم ایک ہے، ایک سات کا سبع یعنی ساتواں حصہ ہے تو ہر عم کو عدد مضروب "۲۱۰" کا ساتواں حصہ دیں گے جو "۳۰" ہے۔

۱- قولہ: "تباین والی مثال میں" مثال کا حل شروع کرنے سے پہلے عدد مضروب کا مثل، نصف، خمس وغیرہ جو نسبتیں اس مسئلے میں جمع ہیں، تخریج کر کے الگ رکھ لینی چاہییں، چنانچہ عدد مضروب ۲۱۰ کا مثل ۲۱۰ ہی ہے، نصف ۱۰۵، ثلث ۷۰، ثلثان ۱٤۰، خمس ٤۲، تین خمس ۱۲٦ اور سبع ۳۰ ہے۔

۲- قولہ: "بنت والے طائفے میں" اس مسئلے میں رؤوس کی اصل ترتیب یوں ہے: زوجہ، جدہ، بنت اور عم، لیکن مذکورہ حل میں اسے یوں رکھنا چاہئے: زوجہ، بنت، جدہ اور عم، کیونکہ اس ترتیب کے مطابق پہلے دونوں میں عدد رؤوس کم اور سہام زیادہ ہیں، آخری دونوں میں عدد رؤوس زیادہ اور سہام کم ہیں، لہٰذا یہ ترتیب تقریب الی الفہم کا موجب ہے۔ "وللناس فیما یعشقون مذاھب."

تقسیم ترکہ کا بیان ☆

ترکہ تقسیم کرنے کے تین طریقے ہیں:

پہلا طریقہ:

اسے سراجی میں اختیار کیا گیا ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ ہر وارث کے سہم کو ترکہ سے ضرب دی جائے اور حاصل کو مسئلہ پر تقسیم کر دیا جائے، جو جواب ہو گا وہ اس وارث کا حصہ ہے۔

اس طریقے میں کلیہ یہ ہے کہ ترکہ کا تعلق ہمیشہ ضرب سے اور مسئلے کا تعلق ہمیشہ تقسیم سے ہوگا۔

واضح رہے کہ سراجی میں یہاں تفصیل کی گئی ہے، وہ یہ کہ مسئلہ اور ترکہ کے درمیان نسبت دیکھی جائے، اگر توافق ہو تو ہر وارث کے سہم کو ترکہ کے وفق سے ضرب دیں اور مسئلہ کے وفق پر تقسیم کر دیں، اگر تباین ہو تو ہر وارث کے سہم کو کل ترکہ سے ضرب دیں اور حاصل کو کل مسئلہ پر تقسیم کریں۔

مثال توافق بین المسألة و التركة:

مسئلہ ٦ عـــ ٩ وفق ٣ ترکہ ۱۲ دینار وفق ٤

میـــــ

زوج	جدہ	۲ اخت ع	اخ خ
٣	١	٤	١
٤ دینار	۱ء۳۳ دینار	۵ء۳۳ دینار	۱ء۳۳ دینار
	(دینار و ثلث دینار)	(۵ دینار و ثلث دینار)	(دینار و ثلث دینار)

مثال تباین بین المسئلة و التركة:

مسئلہ ٦ ترکہ ۷ دینار

میـــــ

اب	ام	۲ بنت
١	١	٤
۱ء۱٦	۱ء۱٦	٤ء٦٦
(دینار و سدس دینار)	(دینار و سدس دینار)	(٤ دینار و ثلثا دینار)

☆ قولہ: "تقسیم ترکہ کا بیان" یہ فصل اور آئندہ دو فصلیں سراجی کی " فصل في قسمة التركات بين الورثة و الغرماء" کا خلاصہ ہیں۔ اس پہلی فصل کو "فصل في قسمة التركة الوافية بين الورثة" کہا جا سکتا ہے۔ تقسیم ترکہ کے بیان میں کتاب میں عکس بھی ہے اور ایک گونہ تکرار بھی، عکس اس طور پر کہ پہلے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ بتلایا ہے، پھر ہر فریق کا، نیز پہلے تباین کا حکم بیان کیا ہے پھر توافق کا، تکرار ایسے کہ دونوں کے لیے مستقل الگ الگ طریقہ بیان کیا ہے، حالانکہ دونوں کا طریقہ ایک ہے جو اکٹھے بھی بیان ہو سکتا تھا۔ اس کی شراح نے مختلف توجیہات کی ہیں جنہیں اپنے مقام پر دیکھا جا سکتا ہے۔

لیکن یہ نسبت دیکھنے کا فائدہ توافق کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں اصل عدد کی بجائے اس کے وفق میں ضرب دینے سے بسط کم ہوتی ہے اور ضرب وتقسیم میں آسانی رہتی ہے، وگرنہ توافق کی صورت میں بھی کل ترکہ سے ضرب دے کر کل مسئلہ پر تقسیم کریں تو نتیجہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا، لہٰذا ہمیشہ اس اصول پر عمل کیا جا سکتا ہے کہ "حصے کو کل ترکہ سے ضرب دے کر حاصل کو کل مسئلہ پر تقسیم کیا جائے" ترکہ زیادہ ہونے کی صورت میں مسئلہ اور ترکہ کے درمیان نسبت معلوم کرنے میں جو دشواری ہوتی ہے اس کلیے پر عمل کر کے اس سے بچنا ممکن ہے۔

اوپر دی گئی مثالوں میں سے توافق والی مثال میں وفق کی بجائے کل سے ضرب وتقسیم کرنے سے بھی وہی نتیجہ نکلتا ہے جو وفق کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوا تھا۔

دوسرا طریقہ[1]:

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ترکہ کو مسئلہ پر تقسیم کیا جائے، حاصل کو حصے سے ضرب دی جائے۔

تیسرا طریقہ:

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ جس وارث کا حصہ معلوم کرنا مقصود ہو اس کے حصے کو مسئلے پر تقسیم کیا جائے اور حاصل کو ترکہ سے ضرب دی جائے، جو جواب آئے گا وہ اس وارث کا حصہ ہوگا۔ یہ طریقہ دوسرے طریقہ کا عکس ہے۔

ذیل میں اوپر دی گئی توافق کی مثال میں ایک ہزار روپے ترکہ فرض کر کے اسے تینوں طریقوں سے حل کیا جاتا ہے۔

مثال:

مسئلہ ٦ عــــ ٩ ترکہ =/۱۰۰۰

میــــــت

زوج	جدہ	۲ اخت ع	اخ خ
۳	۱	٤	۱

حــــــل:

پہلا طریقہ	:	(حصہ × ترکہ ÷ مسئلہ)		
زوج	:	۳×۱۰۰۰÷۹	=	۳۳۳،۳۳
جدہ	:	۱×۱۰۰۰÷۹	=	۱۱۱،۱۱
۲ اخت ع	:	٤×۱۰۰۰÷۹	=	٤٤٤،٤٤
اخ خ	:	۱×۱۰۰۰÷۹	=	۱۱۱،۱۱

۱- قولہ: "دوسرا طریقہ" دوسرا اور تیسرا طریقہ ایک دوسرے کا عکس ہیں، یہ ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کے پہلے دو طریقوں سے اخذ کئے گئے ہیں۔

دوسرا طریقہ : (ترکہ÷مسئلہ×حصہ)

زوج	:	۳×۹÷۱۰۰۰	=	۳۳۳ء۳۳
جدہ	:	۱×۹÷۱۰۰۰	=	۱۱۱ء۱۱
۲ اخت ع	:	٤×۹÷۱۰۰۰	=	٤٤٤ء٤٤
اخ خ	:	۱×۹÷۱۰۰۰	=	۱۱۱ء۱۱

تیسرا طریقہ : (حصہ ÷مسئلہ×ترکہ)

زوج	:	۱۰۰۰×۹÷۳	=	۳۳۳ء۳۳
جدہ	:	۱۰۰۰×۹÷۱	=	۱۱۱ء۱۱
۲ اخت ع	:	۱۰۰۰×۹÷٤	=	٤٤٤ء٤٤
اخ خ	:	۱۰۰۰×۹÷۱	=	۱۱۱ء۱۱

تینوں طریقوں[1] سے ایک ہی جواب نکلتا ہے، وہ یہ کہ زوج کو تین سو تینتیس روپے تینتیس پیسے، جدہ اور اخ خ میں سے ہر ایک کو ایک سو گیارہ روپے گیارہ پیسے اور دو اخت عینی کو چار سو چوالیس روپے چوالیس پیسے ملیں گے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

۱- قولہ: "تینوں طریقوں" ذیل میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی بصیرت پر مشتمل ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے، اس میں ذکر کردہ مسئلے کو حل کر کے طلبہ اپنا امتحان لیں۔ ایک شخص فوت ہو گیا اس کی بہن امام اعظم رحمہ اللہ کے پاس آئی اور کہا کہ میرے بھائی نے کل چھ سو دینار ترکہ چھوڑا ہے جس میں سے مجھے فقط ایک دینار دیا گیا ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: ترکہ کس نے تقسیم کیا ہے؟ آپ کے شاگرد داؤد طائی نے، عورت نے جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ایسا نہیں ہے جو ناحق ظلم کرے۔ میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ بھلا تیرے بھائی نے دادی بھی چھوڑی ہے؟ اس نے کہا ہاں، پھر پوچھا کہ بھلا دو بیٹیاں بھی چھوڑی ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا کہ آیا بیوی بھی چھوڑی ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر دریافت فرمایا کہ کیا تیرے ساتھ بارہ بھائی بھی ہیں؟ کہنے لگی ہاں۔ تب امام اعظم نے فرمایا کہ ایسی حالت میں تیرا حق ایک دینار ہی بنتا ہے۔ اس مسئلے کو مسئلہ دیناریہ یا داؤدیہ کہتے ہیں۔

دین محیط کا بیان☆

اگر میت پر قرضہ اتنا ہو کہ کل ترکہ سے بھی پورا نہ ہو سکے[۱] تو ہر قرض خواہ کو اس کے قرض کے تناسب[۲] سے ترکہ قاصرہ میں سے حصہ دیا جائے گا۔ طریقہ اس کا یہ ہے کہ قرض خواہوں کو بمنزلہ ورثہ کے لکھیں، ان کے دین کو بمنزلہ سہم کے لکھیں، پھر ان کی مقدار دیون کو جمع کر کے بمنزلہ مسئلہ کے دائیں جانب اور ترکہ قاصرہ کو بائیں طرف پر بمنزلہ جائداد متروکہ کے لکھیں۔

پھر اس باب میں ضرب اور تقسیم کا وہی کلیہ ہے کہ ترکہ کا تعلق ضرب سے اور مجموع الدیون کا تعلق تقسیم سے ہوگا۔

اگر مجموع الدیون اور ترکہ قاصرہ میں نسبت توافق ہو تو قرض کو ترکہ کے وفق سے ضرب دیں اور دیون کے وفق پر تقسیم کریں۔

اگر تباین ہو تو کل ترکہ سے ضرب دیں اور کل دیون پر تقسیم کریں۔

اگر تداخل ہو تو ایک ہی صورت ممکن ہے کہ ترکہ دین میں داخل ہو (ترکہ اقل اور دین اکثر ہو) کیونکہ اگر دین ترکہ میں داخل ہو (دین اقل ترکہ اکثر ہو) تو لامحالہ ترکہ دیون سے زیادہ ہوگا اور یہ صورت دین محیط کی بحث سے خارج ہے تو جب ترکہ دین میں داخل ہو تو مجموع الدیون کے وفق پر تقسیم کریں گے، ترکہ سے ضرب کی حاجت نہیں۔

☆ یہ فصل سراجیہ کے اس قول پر قائم کی گئی ہے: "وأما في قضاء الديون فدين كل غريم بمنزلة سهم كل وارث، ومجموع الديون بمنزلة التصحيح" گویافصل في قسمة التركة القاصرة بين الغرماء ہے۔

۱- قولہ: "پورا نہ ہو سکے" ایسے قرض کو "دین محیط" اور ایسے ترکے کو "ترکہ قاصرہ" کہتے ہیں۔

۲- قولہ: "قرض کے تناسب سے" کیونکہ کچھ کو دینا کچھ کو محروم رکھنا یا سب کو ایک برابر دینا جب کہ قرض کی رقم مختلف ہو، دونوں صورتیں غلط ہیں۔

مثال تداخل:

مجموعہ دیون ۱۸ وفق ۳	تداخل	ترکہ قاصرہ: ٦ روپے
زید	عمرو	بکر
۲	٤	۱۲
۰ء٦٦	۱ء۳۳	٤

میت

مثال توافق:

دیون ۱۸ روپے وفق ۳	توافق	ترکہ قاصرہ: ۱۲ روپے وفق ۲
زید	عمرو	بکر
۲	٤	۱۲
۱ء۳۳	۲ء٦٦	۸

میت

مثال تباین:

دیون ۱۸ روپے	تباین	ترکہ قاصرہ: ۱۱ روپے
زید	عمرو	بکر
۲	٤	۱۲
۱ء۲۲	۲ء٤٤	۷ء۳۳

میت

کسور کا بیان☆

جاننا چاہئے کہ کسر کبھی ترکہ میں ہوگی، کبھی مسئلہ میں[1] اور کبھی دونوں میں، تینوں کی بسط کا طریقہ لکھا جاتا ہے۔

کسور ترکہ:

جب ترکہ میں کسر ہوتو چاہے اسے ورثہ پر تقسیم کرنا ہو یا غرماء پر، مسئلہ وترکہ دونوں کو کسر کی جنس سے مبسوط کرکے باقی عمل ضرب وتقسیم مثل سابق کیا جائے۔

ترکہ کی بسط کا طریقہ[2] یہ ہے کہ عدد صحیح کو مخرج میں ضرب دیں، اور حاصل میں شمار کنندہ کو جمع کریں جیسے $2\frac{1}{4}$ کی بسط یوں ہوگی: ۲×۴+۱=۹۔

مسئلہ کی بسط اس طرح ہوگی کہ فقط اسے ترکہ کے مخرج سے ضرب دیں، حاصل میں کچھ بھی جمع نہ کریں۔

☆مذکورہ فصل سراجی کے اس قول کی تشریح ہے: "وإن كان في التركة كسور فابسط التركة والمسألة كلتيهما أى اجعلهما من جنس الكسر، ثم قدم فيه ما رسمناه".

۱- قولہ: "کبھی مسئلہ میں" مسئلہ میں کسر دو ہی صورتوں میں ہوسکتی ہے:

(۱) ترکہ قاصرہ ہونے کی وجہ سے مجموع الدیون سے مسئلہ بنایا جائے اور اس مجموعہ میں کسر آجائے۔ (ترکہ وافیہ ہو تو مسئلہ میں کبھی کسر نہیں آئے گی کیونکہ اس صورت میں مسئلہ اعداد صحیحہ سے بنتا ہے)

(۲) خنثیٰ کا مسئلہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق بنایا جائے اور اس میں خنثیٰ کا سہم مکسور فرض کیا جائے۔ اگر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول لیا جائے، جو راجح ہے تو مسئلہ میں کسر نہیں ہوتی۔ لہٰذا مسئلہ میں کسر کی صرف ایک ہی صورت رہ جاتی ہے یعنی جب مجموعہ دیون میں کسر ہو، اس لیے "کسور المسئلہ" کی بجائے "کسور الدین" کا لفظ لکھا گیا۔ کتاب میں چونکہ صرف ترکہ کی کسور کا بیان ہے، بقیہ دو صورتیں یہاں تکمیل بحث کے لیے بندہ کے دادا استاذ کی کتاب "تسہیل الفرائض" سے لی گئی ہیں، اس لیے کسور الترکہ کو پہلے بیان کیا گیا، ورنہ عقلی منطق ترتیب کے اعتبار سے کسور الدین کا بیان پہلے ہونا چاہئے تھا۔ فافہم۔

۲- قولہ: "بسط کا طریقہ" بسط کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عدد مکسور کے جتنے ٹکڑے تھے، عدد صحیح کے بھی اتنے ٹکڑے کرلیے جائیں، مثلاً مذکورہ مثال میں کسر ایک اور مخرج ٤ ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عدد مکسور کے ٤ چار ٹکڑے ہیں جن میں سے ایک ٹکڑا ملا ہے، لہٰذا تمام اعداد صحیحہ کے ٤، ٤ ٹکڑے کیے جائیں گے، عدد صحیح ۲ ہے تو ۸ ٹکڑے بنیں گے، پھر اس میں اس سابقہ ایک ٹکڑے کو جمع کرلیا جائے گا، تو کل ۹ ٹکڑے ہوجائیں گے۔ وهذا هو المراد من قول السراجية: "فابسط التركة والمسألة كلتيهما أى اجعلهما من جنس الكسر."

مثال توافق:

مسئلہ ٦ مبسوط ٢٤ وفق ٨ — ترکہ ¾٦ مبسوط ٢٧ وفق ٩

میت

زوج	ام	اخ خ
٣	٢	١
٣،٣٧	٢،٢٥	١،١٢

مثال تباین:

مسئلہ ٦ مبسوط ١٢ — ترکہ ½١٢ مبسوط ٢٥

میت

زوج	ام	اخ خ
٣	٢	١
٦،٢٥	٤،١٦	٢،٠٨

کسور الدین:

اگر دیون میں کسر ہو تو مجموع الدیون و ترکہ کو کسر کی جنس سے مبسوط کر کے باقی عمل حسب سابق کیا جائے۔ دیون کی بسط کے لیے عدد صحیح کو مخرج میں ضرب دے کر حاصل میں شمار کنندہ کو جمع کریں، ترکہ کی بسط کے لیے فقط اسے دیون کے مخرج سے ضرب دیں، حاصل میں کسر کو جمع نہ کریں۔

دیون ½٨ مبسوط ١٧ — ترکہ قاصرہ ٥ مبسوط ١٠

میت

زید	عمر	بکر
٢	٣	٣،٥٠=½٣
١،١٧	١،٧٦	٢،٠٥

کسور الدین والترکۃ:

اگر دیون و ترکہ دونوں میں کسر ہو تو دونوں کا مخرج ایک جیسا ہوگا یا الگ الگ؟ اگر ایک جیسا ہو تو ہر ایک کو اپنی کسر کی جنس سے مبسوط کر کے حسب سابق عمل کریں۔ اگر مخرج الگ الگ ہو تو دونوں کو اپنی کسر کی جنس سے مبسوط کر کے ہر ایک عدد مبسوط کو دوسرے کے مخرج سے ضرب دی جائے۔ بعد ازاں حسب سابق عمل کیا جائے۔

دیون ½٧ مبسوط ١٥ — (مخرج ایک جیسا) — ترکہ قاصرہ ½٥ مبسوط ١١

میت

زید	عمر	بکر
٢	٣	٢،٥٠=½٢
١،٤٦	٢،٢	١،٨٣

دیون ⅓٦ مبسوط ١٩×٢=٣٨ — (مخرج الگ الگ) — ترکہ قاصرہ ½٤ مبسوط ٩×٣=٢٧

میت

زید	عمر	بکر
٢	٢	⅓١
١،٦٨	١،٦٨	١،١٢

تخارج کا بیان

کوئی وارث دوسرے ورثہ کی رضامندی سے اس شرط پر اپنا حقِ وراثت چھوڑ دے کہ اس کو ترکہ میں سے کوئی خاص چیز دے دی جائے تو اسے تخارج کہتے ہیں۔

اس صورت میں تقسیم ترکہ کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تمام ورثہ کو شامل کر کے مسئلہ بنایا جائے[1]، پھر جو وارث صلح کر کے الگ ہو گیا ہے اس کے نیچے صلح کا "ص" کھینچ کر اس کے حصے کو کل مسئلے سے تفریق کر کے باقی سے مسئلہ بنایا جائے۔ مثلاً خاوند نے اپنے مرنے والی بیوی کا حق مہر نہ دیا تھا تو اس نے اس کے بدلے اپنا حصہ وراثت جو بیوی کے ترکہ سے اس کو ملنا تھا، چھوڑ دیا۔

مسئلہ ٦-٣ = مسئلہ ٣

میت

زوج	ام	عم
٣ ص	٢	١

یا میت کے کسی بیٹے نے ایک بندوق یا سواری لے لی اور باقی ترکہ میں سے اپنا حصہ چھوڑ دیا۔

مسئلہ ٨ بصـــ ٣٢-٧ = مسئلة ٢٥

میت

زوجہ	ابن	ابن	٧	ابن	ابن
١/٤	٧	٧	٢٨	٧ ص	٧

١- قولہ: "پہلے تمام ورثہ کو شامل کر کے مسئلہ بنایا جائے" اگر مصالح کو شروع سے خارج کر دیا جائے تو بعض صورتوں میں خلافِ اجماع لازم آنے کا امکان ہے، جیسے پہلی مثال میں زوج کو شروع سے ہی خارج کر دیں تو ام کو ماقی میں سے ایک سہم اور عم کو بقیہ دو سہم ملیں گے، تو ام کو ثلث کل کی بجائے ثلث باقی ملے گا جو قطعاً غلط ہے۔
(كذا في رد المحتار على الدر المختار: ٦/٨١١ مطبع سعيد، كراتشي)

مثلاً:

مسئلہ ٣

میت

ام	عم
١	٢

فائدہ: کتاب میں تخارج کی دو مثالیں اس لیے دی گئی ہیں کہ پہلی میں "مصالح عنہ" دین ہے، دوسری میں عین۔

باب مقاسمة الجد

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق، جو مفتیٰ بہ قول ہے، جد کے ہوتے ہوئے کل اخوۃ واخوات محجوب ہوتے ہیں کمامرّ۔

صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے مذہب کے مطابق، جو غیر مفتیٰ بہ قول ہے، جد کی موجودگی سے اخوۃ واخوات خیفیہ ساقط ہوتے ہیں، عینی اور علّی نہیں۔ ان کے قول کے مطابق جد کے ہوتے ہوئے اخوۃ واخوات عینی وعلّی میں تقسیم کا ایک طریقہ ہے، جسے "مقاسمۃ الجد" کہتے ہیں۔

حاصل اس کا یہ ہے کہ جد کے ساتھ اخوۃ واخوات کے علاوہ دیگر ذوی الفروض ہوں گے یا نہیں؟

اگر جد کے ساتھ اخوۃ واخوات کے علاوہ اور ذی فرض نہ ہو تو جد کے لیے "المقاسمۃ" اور "الثلث" میں سے افضل الأمرین[1] ہے۔

ان دونوں میں دو کام کرنے ہوتے ہیں: مسئلہ بنانا اور تقسیم کرنا، دونوں کا طریقہ الگ الگ اور قیاس سے ہٹ کر ہے۔

المقاسمۃ میں جد کو بھائی فرض کر کے مسئلہ بنایا جاتا ہے، گویا کہ یہ سب طائفہ اخوۃ واخوات ہیں۔ پھر تقسیم اس طور پر ہوتی ہے کہ جد کو بھائی والا حصہ، اخوۃ واخوات عینیہ کو مقدار فرض وعصبہ[2]، اور اگر کچھ بچ جائے تو

١- قولہ: "افضل الأمرین ہے۔" وذلك لأنه يشبه الأب من جهة، ويشبه الأخ من جهة أخرى، فوفّرنا عليه حقّه من الشبهين، فجعلناه كالأب في حجب الإخوة لأم و كالأخ في قسمة الميراث ما دامت المقاسمة خيراً له، فإذا لم تكن خيراً له أعطيناه ثلث المال؛ لأنه مع الأولاد يرث السدس فمع الإخوة يضاعف ذلك".
پھر افضل الأمرین اس وقت ہے جب دونوں میں سے کوئی ایک افضل ہو، اگر دونوں برابر ہوں تو جو چاہے دے دیں۔
لطیفہ: اگر جد کے ساتھ ایک اخ عینی ہو تو مقاسمۃ افضل ہوتا ہے، اگر دو ہوں تو مقاسمۃ اور ثلث برابر ہوتے ہیں، اگر تین ہوں تو ثلث مقاسمۃ سے افضل ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر جد کے ساتھ دو اخت عینی ہوں تو مقاسمۃ افضل ہوتا ہے، اگر چار ہوں تو مقاسمۃ اور ثلث دونوں برابر ہوتے ہیں، اگر چھ ہوں تو ثلث مقاسمۃ سے افضل ہوتا ہے، فافهم وتدبّر.

٢- قولہ: "مقدار فرض وعصبہ" ذی فرض کی بجائے مقدار فرض اس لیے کہا کہ اخت عینی وعلّی کو مکمل فرض دینا ضروری نہیں، اگر اس کے لیے مکمل فرض بچ رہا ہو تو فبہا، اگر اس کے فرض سے کم بچ رہا ہو تو جو بچے وہی دے دیں گے، فرض مکمل کرنے کے لیے عول نہیں کریں گے۔ وسیأتی مفصلاً.

علّیہ کو دیا جاتا ہے ورنہ وہ محروم ہوتے ہیں۔

الثلث میں مسئلہ ۳ سے بناتے ہیں اور تقسیم کا طریقہ یہ ہے کہ جد کو ثلث دیتے ہیں، اخوۃ واخوات عینیہ کو ذی فرض وعصبہ ہونے کی حیثیت سے حصہ دیتے ہیں اور اگر کچھ بچ جائے تو علّیہ کو ملے گا ورنہ نہیں۔

فائدہ اولیٰ:

اخوۃ واخوات علّیہ کے محجوب ہوتے ہوئے بھی مسئلہ بنانے میں ان کو شامل کیا جائے گا إضراراً للجد۔[1]

فائدہ ثانیہ:

عینیہ کے ہوتے ہوئے علّیہ کو سہم ملنے کی تین شرطیں ہیں:

(۱) عینیہ میں سے اخت ہو، اخ نہ ہو۔

(۲) اخت عینی ایک ہو، زیادہ نہ ہوں۔

(۳) علّیہ ایک سے زیادہ ہوں تاکہ جد کا حصہ کم کر کے اپنے لیے کچھ بچا سکیں۔ اگر تینوں میں سے ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو علّیہ کو کچھ نہ ملے گا۔[2]

فائدہ ثالثہ:

جب کسی وارث کو نصف یا ثلث وغیرہ مل رہا ہو اور مسئلہ میں نصف صحیح یا ثلث صحیح نہ ہو تو نصف وثلث کے مخرج کو اصل مسئلہ اور تمام سہام سے ضرب دینے سے کسر ختم ہو جائے گی۔

۱- قولہ: "إضراراً للجد" لما مر أن المحجوب يحجب غيره بالاتفاق، مثلاً:

مسئلہ ۵ — المقاسمة خير

میت

جد	اخ ع	اخت عل
۲	۳	م

مسئلہ ۳ — الثلث

میت

جد	اخ ع	اخت عل
۱	۲	م

اس مثال میں مقاسمۃ پر عمل ہوگا، کیونکہ اس میں جد کو دو خمس ملتا ہے جو بلا شبہ ثلث سے افضل ہے، اگر اخت علی کو مسئلہ میں داخل نہ کیا جاتا تو جد کو بطور مقاسمۃ کے نصف ملتا، اخت علی نے اس کا سہم نصف (۵۰ فیصد) سے دو خمس (٤٠ فیصد) کی طرف گھٹا دیا، اگرچہ خود اسے کچھ نہیں ملا۔

۲- قولہ: "کچھ نہ ملے گا۔" وهذا مابيّنه المصنف بقوله: "فبنو العلات يخرجون من البين خائبين بغير شيء والباقي لبني الأعيان، إلا إذا كانت من بني الأعيان أخت[1] واحدة[2]" إلى قوله: "ولو[3] كان في هذه المسألة أخت واحدة لم يبق لها شيء ü□."

المقاسمۃ خیر من الثلث:

مسئلہ ٥ تصـــ ١٠ تصـــ ٢٠ — المقاسمۃ خیر

میـــت

جد	اخت ع		اخت عل		اخت عل
٢ / ٤ / ٨	٥ / ١٠	٣ / ٦	١	١ / ٢	١

اس مثال میں جد دواخت کی طرح ہے گویا کہ ورثہ کل پانچ اخوات ہیں، مسئلہ پانچ سے بنا۔اس سے جد کو دوملیں گے،کل کا نصف اخت عینی کو ملے گا وہ اڑھائی ہے،اس میں کسر ہے،لہذا اخت عینی کے حصے "نصف" کے مخرج دو کو جد کے سہم دو، ماقی تین اور مسئلہ پانچ کے ساتھ ضرب دیں گے تو مسئلہ دس ہوگیا۔اس سے جد کو دو اخت کے حصے کے برابر یعنی چار دیں گے اور اخت عینی کو کل کا نصف پانچ دیں گے،اب بنو العلات کے لیے ایک بچ گیا،وہ دو اخت علّیہ کو دیں گے،ایک کی دو پر تقسیم صحیح نہیں ہے،اس لیے ان کے عدد رؤس دو کو ورثہ کے سہام اور مسئلے سے ضرب دیں گے تو مسئلہ بیس ہو جائے گا۔اس سے جد کو آٹھ حصے،اخت عینی کو دس حصے اور دو اخت علّیہ کو ایک ایک حصہ دیں گے۔

مسئلہ ٣ تصـــ ٦ تصـــ ١٢ — الثلث

میـــت

جد	اخت ع		اخت عل		اخت عل
١ / ٢ / ٤	٣ / ٦	٢ / ٤	١	١ / ٢	١

اس صورت میں کل مسئلہ تین سے بنا کر جد کو اس کا ثلث یعنی ایک دیا جائے گا،کل کا نصف یعنی ڈیڑھ اخت عینی کو دیا جائے گا۔ یہ بلا کسر نہیں نکلتا،اس لیے نصف کے مخرج دو کو جد کے سہم، ماقی دو اور مسئلہ تین کے ساتھ ضرب دیں گے تو مسئلہ چھ سے ہوگیا،اس سے جد کو ثلث یعنی دو اور اخت عینی کو کل کا نصف یعنی تین اور باقی بچا ہوا ایک دو اخت علّیہ کو دیں گے۔ ان میں تقسیم صحیح نہیں ہوسکتی،اس لیے تصحیح کرنے سے مسئلہ بارہ سے ہوگیا۔اس سے جد کو ثلث چار،اخت عینی کو نصف چھ اور ماقی یعنی دو، دو اخت علّیہ کو ایک ایک کر کے دیں گے۔

مذکورہ بالا دو مثالوں میں ظاہر ہے کہ جد کے لیے بیس سے آٹھ افضل ہے بہ نسبت چار کے بارہ سے،لہذا المقاسمۃ جد کے لیے افضل ہوا۔

الثلث خير من المقاسمة:

مسئلہ ٤ (المقاسمة)

میت

جد	اخ ع	اخ ع	اخ ع
۱	۱	۱	۱

مسئلہ ۳ تصــ ۹ (الثلث خير)

میت

جد	اخ ع		اخ ع	اخ ع
$\frac{۱}{۳}$	۲	$\frac{۲}{٦}$	۲	۲

اگر جد اور اخوہ واخوات کے ساتھ دوسرے ذی فرض بھی موجود ہوں تو جد کو المقاسمۃ، ثلث باقی اور سدس کل تینوں میں سے جو افضل ہو وہی ملے گا۔

ان تینوں میں بھی دو کام کرنے ہوتے ہیں: مسئلہ بنانا، تقسیم کرنا۔

مسئلہ تو ان تینوں میں ذوی الفروض کے سہام سے بنے گا، البتہ تقسیم کا طریقہ تینوں میں الگ الگ ہے۔

المقاسمۃ میں ذوی الفروض کو ان کا فرض دے کر جو باقی بچے اس میں سے جد کو بھائی کی حیثیت سے حصہ ملے گا، عینیہ وعلّیہ کا حال حسب سابق ہے۔

ثلث باقی میں ذوی الفروض کو ان کا سہم دیکر جو باقی بچے اس کا ثلث جد کو دیا جائے گا، بقیہ کا حال معلوم ہے۔

سدس میں جد کو سدس ملے گا[1] باقی دونوں کا حال معلوم ہے۔

۱- قولہ: "جد کو سدس ملے گا" جد کا سہم کسی حال میں سدس سے کم نہ ہوگا۔ كما يأتي في صورة المقاسمة في المسألة الأكدرية، وقال في كتاب الفرائض لعبد الصمد بن محمد الكاتب: "وإذا كان معهم أصحاب فروض، خيّر الجد بين ثلاثة أمور...... إلى أن قال...... أو سدس جميع المال، ولا ينزل عن السدس بحال، وإذا لم يبق بعد سهام الفروض غير السدس أعطيه الجد، ويسقط الإخوة إلا في المسألة الأكدرية". (ص ۲۱۳، من مطبوعات الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة)

المقاسمة خیرمن ثلث الباقی و السدس:

مسئلہ ۲ تصـــ ٤ — المقاسمة خير

میــــــت

زوج	جد		اخ ع
$\frac{1}{2}$	۱	$\frac{1}{2}$	۱

مسئلہ ۲ تصـــ ٦ — ثلث الباقی

میــــــت

زوج	جد	اخ ع
$\frac{1}{3}$	۱	۲

مسئلہ ذی فرض (زوج) کے حصہ کے مخرج دو سے بنا، ایک زوج کو دے کر باقی ایک بچا، اس سے ثلث صحیح نہیں نکل سکتا، اس لیے ثلث کے مخرج تین کو تمام ورثہ کے سہام اور اصل مسئلہ سے ضرب دی جائے گی تو مسئلہ چھ سے ہوگا۔ اس سے زوج کو تین حصے اور باقی تین میں سے ثلث یعنی ایک حصہ جد کو اور دو حصے اخ عینی کو دیے جائیں گے۔

مسئلہ ۲ تصـــ ۱۲ — السدس

میــــــت

زوج	جد		اخ ع
$\frac{1}{6}$	۲	$\frac{1}{6}$	٤

مثال ہذا میں مسئلہ زوج کے فرض کے مخرج دو سے بنا، اس میں سے نصف یعنی ایک زوج کو ملا، چونکہ جد کے لیے اس صورت میں سدس ہے جو دو سے بلا کسر نہیں نکل سکتا، اس لیے سدس کے مخرج چھ کو ورثہ کے سہام اور مسئلہ سے ضرب دیں گے تو مسئلہ بارہ سے ہو جائے گا، اس سے زوج کو چھ حصے جد کو کل کا سدس دو حصے اور اخ عینی کو چار حصے دیں گے۔

ظاہر ہے کہ جد کے لیے چار سے ایک افضل ہے بہ نسبت ایک کے چھ سے اور دو کے بارہ سے، اس لیے المقاسمۃ باقی دونوں سے افضل ہوا۔

ثلث الباقی خیر من المقاسمة والسدس:

مسئلہ ٦ تصـ ٤٢ — المقاسمة

جدہ	جد		اخ ع	اخ ع	اخت ع
$\frac{1}{7}$	١٠	$\frac{5}{35}$	١٠	١٠	٥

مسئلہ ٦ تصـ ١٨ — ثلث الباقی، خیر

جدہ	جد		اخ ع	اخ ع	اخت ع
$\frac{1}{3}$	٥	$\frac{5}{15}$	٤	٤	٢

مسئلہ ذی فرض (جدہ) کے فرض کے مخرج چھ سے بنا، لہٰذا چھ سے ایک جدہ کو ملا، باقی پانچ کا ثلث صحیح نہیں نکلتا، اس لیے ثلث باقی کے مخرج تین سے تمام ورثہ کے سہام اور مسئلہ کو ضرب دینے سے مسئلہ اٹھارہ سے ہوگیا، اس سے ذی فرض جدہ کو سدس (تین) دے کر باقی پندرہ کا ثلث (پانچ) جد کو دے دیا گیا، باقی دس میں سے بقاعدہ "للذکر مثل حظ الأنثیین" چار، چار اخ عینی اور دو حصے اخت عینیہ کو دیے گئے۔

مسئلہ ٦ تصـ ٣٠ — السدس

جدہ	جد	اخ ع		اخ ع	اخت ع
$\frac{1}{5}$	$\frac{1}{5}$	٨	$\frac{4}{20}$	٨	٤

ظاہر ہے کہ جد کے لیے اٹھارہ سے پانچ افضل ہیں بنسبت دس کے بیالیس سے اور پانچ کے تیس سے، لہٰذا جد کے حق میں ثلث الباقی بقیہ دونوں سے افضل ٹھہرا۔

السدس خیر من المقاسمة وثلث الباقی:

مسئلہ ٦ تصـ ١٨ — المقاسمة

جدہ	بنت	جد		اخ ع	اخ ع
$\frac{1}{3}$	$\frac{3}{9}$	٢	$\frac{2}{6}$	٢	٢

مسئلہ ٦ تصـ ١٨ — ثلث الباقی

جدہ	بنت	جد		اخ ع	اخ ع
$\frac{1}{3}$	$\frac{3}{9}$	٢	$\frac{2}{6}$	٢	٢

مسئلہ ٦ تصــــ ١٢ السدس خير

میــــــت

اخ ع		اخ ع	جد	بنت	جدہ
١	١/٢	١	١/٢	٣/٦	١/٢

ظاہر ہے کہ جد کے لیے بارہ سے دو افضل ہیں بنسبت اٹھارہ سے دو کے، لہٰذا جد کے حق میں السدس افضل ہوا، لہٰذا صاحبین رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق اسی صورت پر عمل کیا جائے گا۔

☆ ☆ ☆

یہاں پر باب مقاسمۃ الجد ختم ہو گیا۔ آگے صاحب سراجی پے در پے تین مسائل لائے ہیں جن سے جمہور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مسلک کی تائید مقصود ہے۔ پہلا مسئلہ اس سوال پر مبنی ہے کہ جد کے ہوتے ہوئے اخت عینی وعلی مجوب نہیں ہوتیں، حالانکہ اس مسئلہ میں مجوب ہو رہی ہیں:

میــــــت

زوج بنت ام جد اخت ع/عل

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ اس کے حجب کی ذمہ داری بنت پر ہے، (کہ یہ اس کی وجہ سے عصبہ ہے) نہ کہ جد پر۔ اس پر سوال ہوا کہ ایک صورت میں بنت نہیں پھر بھی اخت عینی مجوب ہو رہی ہے، جیسے مسئلہ اکدریہ میں، اس میں بعینہ مسئلہ سابقہ والے ورثہ ہیں، صرف بنت نکال دی گئی ہے۔

مسئلہ أكدريه

میــــــت

زوج ام جد اخت ع/عل

اس اعتراض سے بچنے کے لیے اخت عینی کو سہم دے دیا جائے گا۔ پھر جب اس کا حصہ جد سے زیادہ ہو جائے گا تو اس کے سہم کو جد کے سہم کے ساتھ مخلوط کر کے للذكر مثل حظ الأنثيين کے قاعدے سے تقسیم کر دیا جائے گا۔ پھر تیسرا سوال ہوگا جس سے کوئی مخلص نہیں، وہ یہ کہ اگر اسی مسئلے میں اخت عینی کی جگہ اخ عینی ہو تو وہ مجوب ہوتا ہے اور اسے حجب سے بچانے کے لیے فرض بھی نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

مقاسمۃ کی بحث میں اخت عینی کا حصہ☆

قال فی السراجی:" واعلم أن زید بن ثابت رضی الله عنه لایجعل الأختَ صاحبة فرض مع الحد إلا فی المسألة الأکدریة".

واضح ہو کہ اخت عینی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک (من کل وجہ) ذی فرض نہیں[1]، عصبہ کی طرح ہے لیکن اسے مکمل مال عصوبت نہیں دیا جائے گا، بلکہ صرف مقدار فرض[2] دیں گے، اس سے زیادہ نہیں، نتیجتاً تین صورتیں سامنے آئیں گی:

۱- اگر جد کو دینے کے بعد زیادہ بچتا ہے تو اخت عینی کو صرف اس کے فرض کی مقدار تک دیں گے، پھر جو بچے گا اخت علی کو دے دیں گے، جیسا کہ القاسمۃ خیر کی مثال میں گزرا۔ اس صورت میں اخت عینی ابتداءً عصبہ ہوگی انتہاءً ذی فرض۔

۲- اگر جد کو دینے کے بعد اختِ عینی کے فرض سے کم بچتا ہے تو اتنا ہی دے دیں گے، عول نہیں کریں گے، کیونکہ اصلاً تو وہ عصبہ ہے۔ اس صورت میں اخت عینی ابتداءً وانتہاءً عصبہ ہے، جیسے:

مسئلہ ٤		المقاسمة
میـــــ		
جد	اخت ع	اخت ع
۲	۱	۱

☆ قولہ:"اخت عینی کا حصہ" حاصل اس کا یہ ہے کہ اخت عینی نہ من کل وجہ ذی فرض ہے نہ من کل وجہ عصبہ، مکمل طور پر ذی فرض نہ ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ دوسرے ورثہ کو دینے کے بعد اس کا سہم مکمل نہ بچ رہا ہو تو اس کے لیے عول نہیں کریں گے اور مکمل طور پر عصبہ نہ ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کے لیے اس کے فرض سے زیادہ سہم بچ رہا ہو تو فرض سے زیادہ نہ دیں گے، صرف مقدار فرض دیں گے۔ تو یہ من وجہ ذی فرض ہوگی، من وجه عصبه.

۱- قولہ:"من کل وجہ ذی فرض نہیں" یعنی دوسرے ذوی الفروض کے برابر نہیں لہٰذا دوسرے ذوی الفروض کا سہم دینے کے بعد اس کا سہم مکمل نہ بچے تو اسے پورا کرنے کے لیے عول نہیں کریں گے، جتنا بچا وہی دے دیں گے۔

۲- قولہ:"مقدار فرض" قال في الشريفية : "فإذا أخذت فرضها أی مقدار فرضها، وإنما قلنا مقدار فرضها؛ لأن الأخوات لأب وأم أو لأب يصرن عصبة مع الحد، [فلا يقال فرضها بل مقدار فرضها. (حاشية شريفية)] عند زيد رضی الله عنه. فلا يبقى لهن فرض عنده، إلا في المسألة الأكدريه كما ستقف عليه، لكن حظ الأخت لأب وأم إذا كانت واحدة لا يزاد على نصف المال، ولا ينتقص عنه مع وجود بنی العلات، فتأخذ مقدار فرضها كاملًا. (شريفية: ص٨٥)

یہاں اصل فرض ثلثان ہے، پورا نہ ہونے کی وجہ سے نصف دے دیا گیا۔

۳- اگر اخت عینی کے لیے کچھ نہ بچے تو دیکھیں گے کہ جد کے علاوہ کوئی حاجب ہے یا نہیں؟ اگر کوئی حاجب موجود ہو تو اخت عینی کے حجب کی نسبت اس کی طرف کر کے اسے محجوب قرار دے دیا جائے گا، جیسے:

مسئلہ ۱۲ تصـ ۳۶ المقاسمة (تمہید مسئلۂ اکدریہ از سراجیة)

میـت

زوج	بنت	ام	جد		اخت ع/عل
۳/۹	۶/۱۸	۲/۶	۲	۱/۳	۱

مسئلہ ۱۲ تصـ ۳۶ (ثلث الباقی)

میـت

زوج	بنت	ام	جد		اخت ع/عل
۳/۹	۶/۱۸	۲/۶	۱	۱/۳	۱

مسئلہ ۱۲ عـ ۱۳ (السدس خیر)

میـت

زوج	بنت	ام	جد	اخت ع/عل
۳	۶	۲	۲	م

اب اس مثال پر[1] یہ اشکال نہ ہو کہ جد کے ہوتے ہوئے تو اخت عینی وعلّی محجوب نہیں ہوتی، لیکن السدس خیر والی صورت میں محجوب ہو رہی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں چونکہ بنت موجود ہے اور اخت عینی وعلّی بنت کی وجہ سے عصبہ ہوتی ہے اور عصبہ کا حکم یہ ہے کہ ذوی الفروض سے کچھ بچے تو انہیں ملتا ہے ورنہ نہیں، اور چونکہ یہاں پہلے سے عول ہو رہا ہے اور اخت عینی کے لیے کچھ نہیں بچتا، اس لیے اس حجب کی نسبت بنت کی

۱- قولہ: "اس مثال پر" سراجیہ میں اس مثال کو مسئلہ اکدریہ کی تمہید کے طور پر ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے:

"فإن تركت جداً وزوجاً وبنتاً وأماً وأختا لأب وأم أو لأب، فالسدس خير للجد، وتعول المسألة إلى ثلثة عشر، ولاشيء للأخت." (ص: ۳۱) وفي الشريفية: "في ذكر هذه المسألة فائدة، هي أن الأخت لأب وأم أو لأب وإن لم تكن محجوبة بالجد لكنها لا ترث معه في بعض المسائل لعارض، كما في هذه المسألة التي نحن فيها. وقيل: لعل غرض الشيخ من إيراد هذه المسألة التنبيه على أن زيداً رضي الله عنه إذا لم يجد في تلك المسألة بداً من حرمان الأخت بناءً على أن السدس خير للجد ارتكب حرمانها، ولم يجعلها صاحبة فرض فيها لوجود البنت؛ لأنها تصير عصبة مع البنت ولاتبقى صاحبة فرض. وأما في الأكدرية فلا ضرورة في حرمانها؛ لأنه يمكنه جعلها صاحبة فرض فيها، فلما أعطاها فرضها رأى نصيبها أكثر من نصيب الجد، فأمر بالخلط والقسمة". (شريفية: ص ۹۰)

طرف ہوگی، جد کی طرف نہیں۔

اگر کوئی اور ایسا وارث موجود نہیں جس کی طرف اخت عینی کے حجب کی نسبت کی جاسکے، جیسا کہ گزشتہ مسئلہ سے بنت ہٹا دینے کی صورت میں ہوتا ہے تو مجبوراً عول کر کے اخت عینی کو اس کا فرض دے دیا جائے گا، پھر اگر اخت عینی کا سہم جد کے سہم سے بڑھ جائے تو ان دونوں کا سہم مخلوط کر کے ان پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کردیا جائے گا، لہٰذا اس صوت میں اخت عینی ابتداءً ذی فرض ہوگی، انتہاءً عصبہ۔ هكذا أفتى زيد بن ثابت رضى الله عنه فى المسألة الأكدرية[1]:

مسئلہ ٦ عـــ ٩ تصـــ ٢٧ المقاسمۃ خیر[2] (مسئلہ اکدریہ)

میـــت

زوج	ام	جد	سہم مخلوط	اخت ع
٣	٢	١	٤	٣
٩	٦	٨	١٢	٤

تشریح:

زوج کو نصف اور ام کو ثلث دینے کے بعد ایک بچا۔ اس کو جد اور اخت عینی پر للذکر مثل حظ الأنثیین تقسیم کرنا چاہئے تھا، لیکن اس صورت میں جد کو سدس سے بھی کم ملتا جو بالاتفاق صحیح نہیں، کما مرّ، لہٰذا اسے پورا ایک دے دیا گیا۔ اب اخت عینی محجوب ہوگی جبکہ حاجب کوئی نہیں، لہٰذا اسے حجب سے بچانے کے لیے اس کا سہم نصف دیا گیا جو تین ہے۔ اب مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ اس کا سہم جد سے بڑھ گیا، لہٰذا اس محظور سے بچنے کے لیے ان دونوں کا سہم ملا کر ان پر بقاعدہ للذکر مثل حظ الأنثیین تقسیم کردیا جائے گا۔ ان کے سہام کا مجموعہ چار ہے جو ان کے عدد رؤس ٣ کے ساتھ متباین ہے، لہٰذا کل عدد رؤس تین کو تمام سہام اور اصل مسئلہ کے ساتھ ضرب دینے سے تصحیح ہوجائے گی، سہم مخلوط بارہ ہوجائے گا، اس میں سے ٨ جد کو اور ٤

١- قولہ "المسألة الأكدرية" یہ بعینہٖ مسئلہ سابقہ ہے، صرف بنت ہٹا دی گئی ہے۔

٢- قولہ: "المقاسمة خير" سوال: اس صورت میں المقاسمۃ ثلث باقی سے تو افضل ہے، سدس سے افضل نہیں، پھر المقاسمۃ خیر کیوں فرمایا؟ جبکہ خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ولـلـجد السدس؟ جواب: المقاسمۃ خیر باعتبار مایؤل کے فرمایا ہے، کیونکہ آخرکار تقسیم باعتبار مقاسمۃ کے ہوئی ہے اور اس وقت مقاسمۃ بقیہ دونوں سے افضل ہے، اس لیے المقاسمۃ خیر فرمایا، ورنہ ابتداءً مقاسمہ سدس سے افضل نہیں۔

اخت عینی کو دے دیے جائیں گے۔

مسئلہ ٦ تصـ ١٨ ثلث الباقي

میت

زوج	ام	جد	باقی	اخ ع
٣/٩	٢/٦	١	١/٣	٢

مسئلہ ٦ السدس(١)

میت

زوج	ام	جد	اخت ع
٣	٢	١	م

فائدہ: مسئلہ اکدریہ میں اخت عینی کی صفت انوثت میں تبدیلی یا عدد میں اضافہ کر دیا جائے تو نہ عول ہوگا نہ اکدریہ۔

صفت انوثت میں تبدیلی کا مطلب یہ ہے کہ اخت عینی کی جگہ اخ عینی ہو، اس صورت میں جد کے لیے سدس افضل ہے اور اخ عینی محجوب ہے اور اس کو حجب سے بچانے کی کوئی صورت نہیں، کیونکہ وہ ذی فرض تو کسی صورت میں نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ ٦ تصـ ١٢ المقاسمة (المسئلةالأكدرية)

میت

زوج	ام	جد		اخ ع
٣/٦	٢/٤	١	١/٢	١

مسئلہ ٦ تصـ ١٨ ثلث الباقي

میت

زوج	ام	جد		اخ ع
٣/٩	٢/٦	١	١/٣	٢

مسئلہ ٦ السدس خير

میت

زوج	ام	جد	اخ ع
٣	٢	١	م

۱- قولہ: "السدس" سدس والی صورت میں اخت عینی کو اس لیے محروم دکھایا گیا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے اصل مذہب (اخت عینی جد کے ساتھ عصبہ ہے ذی فرض نہیں) پر اخت عینی محروم ہے، لیکن اس کی وجہ حجب چونکہ کوئی نہیں، اس لیے اسے حجب سے بچانے کے لیے اصل مذہب چھوڑ کر ذی فرض مان کر سہم دینا پڑتا ہے اور چونکہ سہم دینے کا یہ عمل المقاسمۃ میں کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اصل الباب ہے، اس لیے السدس والی صورت میں اسے اصل مذہب پر محروم دکھاتے ہیں، اس کا فرض ظاہر نہیں کرتے، کیونکہ بعد کا سارا مسئلہ مقاسمہ میں جاری ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں "المقاسمۃ خیر" کہا ہے، ورنہ در حقیقت مقاسمۃ سدس سے خیر نہیں۔ فافهم! فإنه من مطارح .

اس صورت میں بھی باقی ماندہ ایک کو جد اور اخ عینی پر تقسیم نہیں کیا گیا، کیونکہ پھر جد کا حصہ سدس سے بھی کم ہو جاتا ہے، لہٰذا جد کو ایک دے کر اخ عینی کو محروم کر دیا گیا۔

عدد میں اضافہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک اخت عینی کی جگہ متعدد اخت عینی ہوں، جب یہ ذی عدد ہوں گی تو ام کو ثلث کی بجائے سدس ملے گا اور اخت عینی ذی عدد کے لیے ایک بچ جائے گا، لہٰذا عول کی ضرورت نہ پڑے گی۔ اس صورت میں جد کے حق میں المقاسمۃ اور السدس دونوں برابر ہیں اور ثلث باقی ان دونوں سے کم ہے، لہٰذا ان دونوں میں سے کسی پر بھی عمل کیا جاسکتا ہے۔

مسئلہ ٦ تصـ ٢٤ — المقاسمة

میـ

زوج	ام	جد		اخت ع	اخت ع
٣/١٢	١/٤	٤	٢/٨	٢	٢

مسئلہ٦ تصـ ١٨ — ثلث الباقی

میـ

زوج	ام	جد	باقی	اخت ع	اخت ع
٣/٩	١/٣	٢	٢/٦	٢	٢

مسئلہ٦ تصـ ١٢ — السدس

میـ

زوج	ام	جد	اخت ع		اخت ع
٣/٦	١/٢	١/٢	١	١/٢	١

باب المناسخة

ترکہ کی تقسیم سے قبل اگر کسی وارث کا انتقال ہو جائے تو اس کے حصے کو اس کے ورثہ کی طرف منتقل کرنے کو مناسخہ کہتے ہیں[1]۔

مناسخہ میں دو کام کرنے ہوتے ہیں: مسئلہ بنانا، ضرب دینا[2]۔

مسئلہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر میت کا قطع نظر عن الغیر، الگ الگ مسئلہ وغیرہ بنایا جائے[3] (وغیرہ سے مراد عول، رد اور تصحیح ہے)۔

ضرب[4] دینے کا طریقہ یہ ہے کہ میت ثانی کے مسئلہ اور اس کے مافی الید[5] میں نسبت دیکھی جائے، اگر تماثل ہو تو ضرب کی حاجت نہیں، اگر بقیہ تین نسبتوں میں سے کوئی ہو تو ضرب کا کلیہ یہ ہے کہ: "مسئلہ کی ضرب ہمیشہ مافوق (یعنی میت اول کے مسئلہ اور تمام زندہ ورثہ کے سہام) سے ہوگی اور مافی الید کو ہمیشہ ماتحت (ورثہ کے سہام) سے ضرب دی جائے گی۔" اس کلیے کی رو سے اگر مسئلہ اور مافی الید میں نسبت توافق ہو تو مسئلہ کے

۱- قولہ: "مناسخہ کہتے ہیں" مناسخہ میں میت ثانی کو میت اول سے ملنے والے ترکہ کی تقسیم ہوتی ہے، میت ثانی کے اپنے ذاتی ساز وسامان کے لیے الگ سے مسئلہ بنایا جائے گا، نیز واضح ہو کہ مناسخہ اختصار و آسانی کے لیے ہوتا ہے، ورنہ ہر میت کا الگ الگ مسئلہ بنا کر ان کا اپنا ذاتی ترکہ اور دوسری میت سے ملنے والا حصہ دونوں تقسیم کیا جائے تو وہ بھی صحیح ہے۔

۲- قولہ: "ضرب دینا" مناسخہ کا ایک طریقہ ایسا بھی ہے جس میں ضرب دینے کی ضرورت نہیں پڑتی، صرف مسئلہ بنانے اور ترکہ تقسیم کرنے سے مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ طریقہ آسان، مختصر اور مفید ہے، اس کی تفصیل اس باب کے آخر میں فائدہ کے عنوان کے تحت آرہی ہے۔

۳- قولہ: "مسئلہ وغیرہ بنایا جائے" مناسخہ میں مسئلہ بناتے وقت ہر وارث کا نام اور میت سے اس کا رشتہ لکھنا ضروری ہے، البتہ الأحیاء میں صرف نام لکھے جاتے ہیں، کیونکہ ان کے دونوں میتوں سے الگ الگ رشتے ہوتے ہیں، جن کا ضبط متعسر ہوتا ہے۔

٤- قولہ: "ضرب دینے" ضرب کا عمل شروع کرنے سے پہلے یہ میت اوپر جہاں زندہ وارث کی شکل میں تھی، وہاں اس پر قبر کی علامت (ﺎ) بنا دیں، ورنہ غلطی کا سخت اندیشہ ہے۔

۵- قولہ: "مافی الید" میت ثانی کو میت اول سے جو حصہ ملتا ہے اسے "مافي اليد" کہتے ہیں یہ "مف" کی علامت کے ساتھ بائیں کونے پر میت کے نام کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

وفق کو مافوق میں اور مافی الید کے وفق کو ماتحت میں ضرب دیں، اگر نسبت تباین ہے تو کل مسئلہ کو مافوق میں اور کل مافی الید کو ماتحت میں ضرب دیں، اگر نسبت تداخل ہے تو جو اکثر ہے صرف اس پر ضرب کا حکم جاری کریں، یعنی اگر مسئلہ اکثر ہے تو صرف اس کے وفق کو مافوق میں ضرب دیں، مافی الید کو ضرب دینے کی حاجت نہیں، اگر مافی الید اکثر ہے تو صرف اس کے وفق کو ماتحت میں ضرب دیں، مسئلہ کو مافوق میں ضرب دینے کی حاجت نہیں۔ ذیل میں چاروں نسبتوں کو الگ الگ تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے:

تماثل:

اگر مسئلہ اور مافی الید میں نسبت تماثل کی ہو تو ضرب کی حاجت نہیں، جتنے زندہ وارث ہیں، انہیں "الأحیاء" کا لفظ کھینچ کر اس کے نیچے ان کے نام لکھیں، اس کے اوپر المبلغ کا لفظ لکھیں، یہ المبلغ "مسئلة المسئلتين" ہوتا ہے (یعنی دونوں میتوں کے ورثہ کا مسئلہ) یہ آخری تصحیح سے لیا جاتا ہے، پھر ان تمام ورثہ کو میت اول وثانی سے جو جو سہم ملتے ہیں ان کو جمع کر کے ہر وارث کے نیچے لکھ دیں، یہ ہر وارث کا سہم ہے، پھر ان سہام کو جمع کر کے پڑتال کی جائے، حاصل جمع اگر مبلغ کے برابر ہو تو تقسیم درست ہے، ورنہ کہیں نہ کہیں غلطی ضرور ہوئی ہے۔

مسئلہ ۱۲ ت ۴ تص ۱۶ — میت: زاهده

زوج صادق	بنت ساجده	ام عابده
۳	٦	۲
۱	۳	۱
٤	۹	۳

مسئلہ ۳ ت ٤ — میت: صادق مف ٤ — تماثل

۲/٤	بنت حامده	بنت ذاکره	بنت شاکره	بنت خاشعه	ربیبه ساجده	ام الزوجه عابده
	۱	۱	۱	۱	م	م

المبلغ ۱٦

الأحیاء

ساجده	عابده	حامده	ذاکره	شاکره	خاشعه
۹	۳	۱	۱	۱	۱

توافق:

اگر نسبت توافق کی ہو تو مافی الید کے وفق کو میت ثانی کے ورثہ[1] کے حصص سے ضرب دیں، اور مسئلہ[2] کے وفق کو میت اول کے مسئلے اور اس کے زندہ ورثہ کے سہام سے ضرب دیں۔

مسئلہ ۲۴ تصـ ۱۲ رشید

میت

زوجہ	اب	ام	بنت
ساجدہ	حامد	خالدہ	عابدہ
۳ / ۱۵	۵ / ۲۵	٤ / ۲۰	۱۲

مسئلہ ٦ تصـ ۳۰ وفق ۵ توافق عابدہ مف ۱۲ وفق ۲

میت

جد	ام	ام الاب	ابن		ابن	بنت
حامد	ساجدہ	خالدہ	صادق	٤ / ۲۰	ذاکر	شاکرہ
۱ / ۵ / ۱۰	۱ / ۵ / ۱۰	م	۸ / ۱٦		۸ / ۱٦	٤ / ۸

المبلغ ۱۲۰

الأحیاء

ساجدہ	حامد	خالدہ	صادق	ذاکر	شاکرہ
۲۵	۳۵	۲۰	۱٦	۱٦	۸

لطیفہ:

اس میں "سر" یہ ہے کہ میت اول سے بنت عابدہ کو نصف (۱۲) ملتا تھا، مسئلۃ المسئلتین سے اس کے ورثہ کو بھی نصف (٦۰) ملتا ہے، جیسا کہ اس کے ورثہ کے حصص کے جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے:

۱۰+۱۰+۱٦+۱٦+۸=٦۰

تداخل:

اگر مسئلہ ثانی اور مافی الید میں نسبت تداخل کی ہو تو جو اکثر ہو صرف اسی پر ضرب کا قانون جاری کریں، اگر مافی الید اکثر ہو تو اس کے وفق کو میت ثانی کے ورثہ کے حصص سے ضرب دی جائے، مسئلہ میت ثانی کو میت اول کے مسئلہ اور اس کے ورثہ کے سہام سے ضرب کی حاجت نہیں۔ اگر مسئلہ اکثر ہو تو اس کے وفق کو میت اول کے مسئلہ اور اس کے زندہ ورثہ کے سہام سے ضرب دی جائے، مافی الید کو ورثہ میت ثانی کے سہام سے ضرب دینے کی حاجت نہیں۔

۱- قولہ: "میت ثانی کے ورثہ" اس ضرب سے میتِ ثانی کے ورثہ کے سہام معلوم ہوں گے۔

۲- قولہ: "مسئلہ کے وفق کو" مسئلہ ثانی کے وفق کو ورثہ میت اول کے سہام سے ضرب دینے سے ان کے سہام معلوم ہوتے ہیں اور میت اول کے مسئلہ کے ساتھ ضرب دینے سے مسئلۃ المسئلتین (المبلغ) معلوم ہوتا ہے۔ (تسہیل السراج ص ٤۹)

تداخل، مافی الید اکثر:

مسئلہ ۱۲ تصــ ۴۸

میـــت

زوج	بنت	بنت		ابن	اب
بکر	رقیہ	خالدہ		خالد	عمر
۳/۱۲	۷	۷	۷/۲۸	۱۴	۲/۸

مسئلہ ۴ تداخل بکر مفـ ۱۲ وفق ۳

میـــت

بنت	بنت	ابن
رقیہ	خالدہ	خالد
۱/۳	۱/۳	۲/۶

المبلغ ۴۸

الأحیـــاء

رقیہ	خالدہ	خالد	عمر
۱۰	۱۰	۲۰	۸

تداخل، المسئلۃ اکثر:

مسئلہ ۱۲ ــ ۴ تصــ ۱۶ تصــ ۱۲۸ ۶

میـــت

زوج	بنت	بنت الابن
بکر	خالدہ	رقیہ
۱/۴	۳/۹/۷۲	۱/۳/۲۴

مسئلہ ۲۴ ــ ۸ تصــ ۳۲ وفق ۸ تداخل بکر مفـ ۴

میـــت

زوجہ	بنت	بنت الابن
ہندہ	خالدہ	رقیہ
۱/۴	۳/۲۱	۱/۷

المبلغ ۱۲۸

الأحیـــاء

خالدہ	رقیہ	ہندہ
۹۳	۳۱	۴

تباین:

اگر مسئلہ ثانی اور مافی الید کے درمیان تباین ہو تو کل مافی الید کو ورثۂ میت ثانی کے سہام کے ساتھ ضرب دی جائے، اور کل مسئلہ ثانی کو میت اول کے مسئلہ اور اس کے زندہ ورثہ کے سہام کے ساتھ ضرب دی جائے۔

مسئلہ ۱۲ ت ٤ تص ۸ تص ۷۲ — زید

میت

زوج بکر	بنت خالدہ		بنت زینب
۱/۲	۳/۲۷	۳/٦	۳/۲۷

مسئلہ ۳ تص ۹ — تباین — بکر مف ۲

میت

بنت خالدہ	بنت زینب	اخت ع رقیہ		اخ ع عمر
۱/۳/٦	۱/۳/٦	۱/۲	۱/۳	۲/٤

المبلغ ۷۲

الأحیاء

خالدہ	زینب	رقیہ	عمر
۳۳	۳۳	۲	٤

دو سے زیادہ میتوں کا مناسخہ:

اگر کوئی تیسرا یا چوتھا وارث بھی تقسیم ترکہ سے پہلے فوت ہو جائے (خواہ میت اول کا وارث ہو یا میت ثانی کا) تو وہی عمل کیا جائے گا، جو میت ثانی کے ساتھ کیا گیا تھا، لیکن یہاں چند چیزوں کا دھیان رکھنا از حد ضروری ہے:

۱- ضرب کا عمل شروع کرنے سے پہلے میت جہاں جہاں وارث ہو رہی تھی، وہاں اس پر قبر کی علامت ∪ بنادیں، ورنہ غلطی کا سخت خطرہ ہے۔

۲- جب مسئلہ کی ضرب مافوق سے دی جاتی ہے تو تمام میتوں کے زندہ ورثہ کے سہام کے ساتھ دی جاتی ہے، لیکن مسئلہ میں ضرب دیتے وقت صرف میت اول کے مسئلہ کے ساتھ ضرب دی جائے گی، بقیہ میتوں کے مسئلے کے ساتھ نہیں۔

۳- میت ثانی یا ثالث الیٰ آخرہ کے مسئلہ کی ضرب جب میت اول کے مسئلہ کے ساتھ دی جائے تو جو آخری تصحیح ہو[1] اسی کے ساتھ ضرب دی جائے گی۔

دو سے زائد میتوں کے مناسخے کی مثال:

هذه مثال السراجية جامعة للتماثل و التوافق و التباين:

مسئله۱۲ ر ـ ٤ تص ـ ١٦ تص ـ ٣٢ تص ـ ١٢٨ — سليمه

میت

زوج	بنت	ام
زيد	كريمه	عظيمه
١/٤	٣/٩	١/٣/٦

مسئله٤[2] — تماثل — زيد مف ـ ٤

میت

زوجه	اب	ام
حليمه	عمرو	رحيمه
١/٢/٨	٢/٤/١٦	١/٢/٨

مسئله٦ — توافق — كريمه مف ـ ٩

میت

بنت	ابن	ابن	جده
رقيه	خالد	عبدالله	عظيمه
١/٣/١٢	٢/٦/٢٤	٢/٦/٢٤	١/٣

۱- قوله: "جو آخری تصحیح ہو" وهذا معنى قول السراجية: " وإن مات ثالث أو رابع أو خامس، فاجعل المبلغ مقام الأولى، والثالثة مقام الثانية في العمل، ثم في الرابعة والخامسة كذلك إلى غير النهاية ."

۲- میت ثانی کے مسئلہ میں ربع، ثلث مافی سے مل رہا ہے، لہٰذا مسئلہ چار سے بنے گا۔ كما مر عليه التنبيه في بابه.

مسئلہ ۲ تصـ ۴ — تباین — عظیمه مف ۹

میــــت

زوج		اخ ع		اخ ع
عبدالرحمن		عبدالرحیم	۱/۲	عبدالکریم
۱/۲		۱/۹		۱/۹
۱۸				

المبلغ ۱۲۸

الأحیـــــــــــاء

حلیمه	عمر	رحیمه	رقیه	خالد	عبد الله	عبد الرحمن	عبد الرحیم	عبد الکریم
۸	۱٦	۸	۱۲	۲٤	۲٤	۱۸	۹	۹

فائدہ:

مناسخہ کے حل کا ایک طریقہ ایسا بھی ہے جس میں صرف مسئلہ بنانا پڑتا ہے، ضرب دینے کی حاجت نہیں رہتی، یہ بہت آسان ہے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ میتیں جتنی بھی ہوں تصحیح پہلے مسئلہ کے عدد سے آگے نہیں بڑھتی۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ جب ہر ہر میت کا مسئلہ بنالیا جائے تو ترکہ معلوم کرکے، اور اگر ترکہ معلوم نہ ہو تو ۱۰۰ روپے ترکہ فرض کرکے تقسیم کرلیا جائے، میت اول کو جو ملے وہ اس کا مافی الید ہے، اسے اس کے ورثہ پر تقسیم کردیا جائے، وعلی ھذا القیاس ہر میت کو ملنے والی رقم اس کے مافی الید کے طور پر اس کے ورثہ پر تقسیم کردی جائے۔ آخر میں ہر وارث کو ملنے والے سہام جمع کرکے اسے دے دیے جائیں، نتیجہ بعینہٖ کتاب والے طریقے کے مطابق آئے گا، جیسے:

مسئلہ ٤ تصـ ۱٦ — سلیمه — ترکہ ۱۰۰ روپے

میــــت

زوج (زید)	بنت (کریمه)	ام (عظیمه)
۱/٤	۳/۹	۱/۳
۲۵	٥٦،۲۵	۱۸،۷۵

مسئلہ ٤ — زید مف ۲۵

میــــت

زوجه (حلیمه)	اب (عمرو)	ام (رحیمه)
۱	۲	۱
٦،۲۵	۱۲،۵۰	٦،۲۵

مسئلہ ٦ ... کریمہ مف ۵٦٫۲۵

میــــــــــت

بنت (رقیہ)	ابن (خالد)	ابن (عبداللہ)	جدہ (عظیمہ)
۱	۲	۲	۱
۹٫۳۷۵	۱۸٫۷۵	۱۸٫۷۵	۹٫۳۷۵

مسئلہ ۲ تص ٤ ... عظیمہ ۲۸٫۱۲۵

میــــــــــت

زوج (عبدالرحمن)	اخ (عبدالرحیم)	$\frac{1}{2}$	اخ ع (عبدالکریم)
۱ / ۲	۱		۱
۱٤٫٦۲۵	۷٫۰۳		۷٫۰۳

الأحیــــــــــاء

حلیمہ	عمرو	رحیمہ	رقیہ	خالد	عبد اللہ	عبد الرحمن	عبد الرحیم	عبد الکریم
٦٫۲۵	۱۲٫۵۰	٦٫۲۵	۹٫۳۷	۱۸٫۷۵	۱۸٫۷۵	۱٤٫۰٦	۷٫۰۳	۷٫۰۳

سات میتوں کے مناسخے کی مثال:

ذیل میں سات میتوں کے مناسخے کی مثال دی جاتی ہے۔ اس میں معروف طریقے سے ضرب دی جائے تو تصحیح ۲۰۰،۴۳ تک پہنچتی ہے۔ اگر میت اول پر ۱۰۰ روپے ترکہ فرض کر کے تقسیم کر دیا جائے تو تصحیح میت اول کے ذاتی مسئلہ سے آگے نہ بڑھے گی اور ہر وارث کا فیصدی حصہ معلوم ہو جائے گا۔ طلبہ کو چاہئے کہ اس مثال کو اپنے پاس نقل کر کے درج بالا دونوں طریقوں سے[1] حل کرنے کی کوشش کریں تا کہ ان کی مشق پختہ ہو جائے۔

مسئلہ ۸ تص ٤۰ ... وسیم ... ترکہ ۱۰۰ روپے

میــــــــــت

زوجہ (مریم)	ابن (راشد)	بنت (رضیہ)	بنت (رحیمہ)	$\frac{7}{35}$	بنت (کریمہ)
۱ / ۵	۱٤ / ۳۵	۷	۷		۷
۱۲٫۵۰		۱۷٫۵۰	۱۷٫۵۰		۱۷٫۵۰

۱- قولہ: "دونوں طریقوں سے" طلبہ کی آسانی کے لیے لکھا جاتا ہے کہ اس مسئلہ کو سراجی والے طریقے سے حل کریں تو وہ جواب درست ہوگا جس میں میت اول کا مسئلہ آٹھ سے بنے اور اس کی تصحیح چالیس سے ہو، پھر دوسری تصحیح ۱٤٤۰ سے، تیسری ۸٦٤۰ سے اور آخری تصحیح جو مبلغ ہوگی ٤۳۲۰۰ سے ہو۔ میت ثانی کا مافی الید ۷، ثالث کا ۲۵۲، رابع کا ٤۹، خامس کا ۳۲۷٦، سادس کا ۷۵٦ اور سابع کا ۲٤۷۳ ہوگا۔

مسئلہ ۱۲ تصـــ ۳۶ — کریمہ مف ۱۷٫۵۰

میـــت

زوج (بشیر)	ام (مریم)	ابن (وحید)		بنت (ساجدہ)
۳	۲	۱۴	۷	۷
۹	۶	۶٫۸۰	۲۱	۳٫۴۰
۴٫۳۷	۲٫۹۱			

مسئلہ۴ تصـــ ۱۲ — رحیمہ مف ۱۷٫۵۰

میـــت

زوج (رضوان)	بنت (زاہدہ)	اخ ع (راشد)		اخت ع (رضیہ)
۱	۲	۲	۱	۱
۳	۶	۲٫۹۱	۳	۱٫۴۵
۴٫۳۷	۸٫۷۵			

مسئلہ۶ — ساجدہ مف ۳٫۴۰

میـــت

اب (بشیر)	ابن (شاکر)	ام الام (مریم)	اخ ع (وحید)
۱	۴	۱	محروم
٫۵۶	۲٫۲۶	٫۵۶	

مسئلہ۶ تصـــ ۱۸ — راشد مف ۳۷٫۹۱

میـــت

اخت عینی رضیہ	ام مریم	ابن ابن العم موسیٰ	ابن ابن العم عیسیٰ		ابن ابن العم زید
۳	۲	۱	۱	۱	۱
۹	۶	۲٫۱۰	۲٫۱۰	۳	۲٫۱۰
۱۸٫۵۹.	۱۲٫۶۳				

مسئلہ۱ — زاہدہ مف ۸٫۷۵

میـــت

اب (رضوان)
۱
۸٫۷۵

مسئلہ۵ — مریم مف ۲۸٫۶۰

میـــت

ابن (ذاکر)	بنت (فاطمہ)	بنت (مہران)	بنت (رضیہ)
۲	۱	۱	۱
۱۱٫۴۴	۵٫۷۲	۵٫۷۲	۵٫۷۲

المبلغ ۴۰ — ترکہ ۱۰۰ روپے

الأحیـــاء

رضیہ	بشیر	وحید	رضوان	شاکر	موسیٰ	عیسیٰ	زید	ذاکر	فاطمہ	مہران
۴۳٫۶۲	۴٫۹۳	۶٫۸۰	۱۳٫۱۲	۲٫۲۶	۲٫۱۰	۲٫۱۰	۲٫۱۰	۱۱٫۴۴	۵٫۷۲	۵٫۷۲

تم الربع الثانی بحمد اللّٰہ تعالیٰ وتوفیقہ.

باب مخارج الفروض

اعلم أن الفروض المذكورة في كتاب الله تعالیٰ نوعان:

الأول: النصف، والربع، والثمن؛

الثاني: الثلثان، والثلث، والسدس؛ على التضعيف والتنصيف.

فإذا جاء في المسائل من هذه الفروض أحاد أحاد، فمخرج كل فرض سَمِيُّه إلاالنصف وهو من اثنين، كالربع من أربعة، والثمن من ثمانية، والثُلث من ثلثة.

وإذا جاء مثنى أو ثُلث وهما من نوع واحد، فكل عدديكون مخرجالجزء فذلك العدد أيضايكون مخرجا لضعف ذلك الجزء ولضعف ضعفه، كالستة هي مخرج للسدس ولضعفه ولضعف ضعفه.

و إذا اختلط النصف من الأول بكل الثاني أوببعضه، فهومن ستة.

وإذا اختلط الربع بكل الثاني أوببعضه، فهو من اثنى عشر.

وإذا اختلط الثمن بكل الثاني أوببعضه، فهو من أربعة وعشرين.

باب العول

[تعريف:]

العول: أن يزاد على المخرج شيء من أجزائه إذاضاق عن فرض.

[قاعدة العول:]

اعلم أن مجموع المخارج سبعة [بالا ستقراء]: أربعة منها لا تعول وهي: الاثنان، والثلثة، والأربعة، والثمانية؛ وثلثة منها قد تعول:

أما الستة فإنها تعول إلى عشرة وترا وشفعاً.

وأما اثنا عشر فهي تعول إلیٰ سبعة عشر وترا لاشفعا.

وأما أربعة وعشرون فإنها تعول إلیٰ سبعة وعشرين عولا واحدا، كمافي المسألة المنبرية، وهي: امرأة وبنتان وأبوان.

ولايزاد علي هذا إلا عند ابن مسعود رضي اللّٰه تعالیٰ عنه؛ فإن عنده تعول إلى أحدوثلثين.

فصل

فی معرفة التماثل والتداخل والتوافق والتباين بين العددين

تماثل العددين: كون أحدهما مساويا للآخر.

وتداخل العددين المختلفين:

١ـ أن يَعُد أقلهما الأكثرأى يفنيه.

٢ـ أو نقول: هوأن يكون أكثر العددين منقسما على الأقل قسمة صحيحة.

٣ـ أونقول: هو أن يزيد علي الأقل مثله أوأمثاله فيساوى الأكثر.

٤ـ أونقول: هوأن يكون الأقل جزء للأكثر، مثل: ثلاثة وتسعة.

وتوافق العددين: أن لا يعد أقلهما الأكثر ولكن يعدهما عدد ثالث، كالثمانية مع العشرين تعدهما أربعة، فهما متوافقان بالربع؛ لأن العدد العادلهما مخرج لجزء الوفق.[1]

وتباين العددين: أن لايعد العددين معًا عدد ثالث كالتسعة مع العشرة.

وطريق معرفة الموافقة والمباينة بين العددين المختلفين: أن ينقص من الأكثر بمقدار الأقل من الجانبين، مرة أو مرارًا، حتي اتفقافى درجة واحدة،

فإن اتفقا في واحد فلا وفق بينهما،

وإن اتفقافي عدد فهما متوافقان بذلك العدد،

ففي الاثنين بالنصف، وفى الثلاثة بالثلث، وفى الأربعة بالربع. هكذا إلىٰ العشرة. وفى ماوراء العشرة يتوافقان بجزء منه، أعني: في أحد عشر بجزء من أحد عشر، وفي خمسة عشربجزء من خمسة عشر، فا عتبر هذا.

---

١ – قوله: "لجزء الوفق" أى لجزئية الوفق. الوفق هوالاثنان والخمسة في المثال السابق، والجزئية هى كون الاثنين ربعًا للثمانية وكون الخمسة ربعًا للعشرين. ومعنى كون العاد مخرجا لجزئية الوفق: أن الأربعة مخرج للربع الذى هو النسبة بين العدد ووفقه، أى بين الثمانية واثنين، وكذابين العشرين والخمسة.

باب التصحيح

يحتاج في تصحيح المسائل إلي سبعة أصول: ثلثة بين السهام والرؤوس، وأربعة بين الرؤوس والرؤوس.

أما الثلثة: فأحدها: أن كانت سهام كل فريق منقسمة عليهم بلا كسر، فلا حاجة إلي الضرب، كأبوين وبنتين.

والثاني: أن انكسر على طائفة واحدة، ولكن بين سهامهم ورؤسهم موافقة، فيضرب وفق عدد رؤسِ من انكسرت عليهم السهام في أصل المسألة، وعولِها إن كانت عائلة، كأبوين وعشربنات؛ أوزوج، وأبوين، وست بنات.

والثالث: أن لاتكون بين سهامهم ورؤسهم موافقة، فيضرب كل عدد رؤوسِ من انكسرت عليهم السهام في أصل المسألة، وعولها إن كانت عائلة، كأب، وأم، وخمس بنات؛ أوزوج، وخمس أخوات لأب وأم.

وأما الأربعة: فأحدها: أن يكون الكسر على طائفتين أوأكثرو ولكن بين أعداد رؤوسهم مماثلة، فالحكم فيها أن يضرب أحد الأعداد في أصل المسألة، مثل: ست بنات، وثلاث جدات، وثلاثة أعمام.

والثاني: أن يكون بعض الأعداد متداخلاً في البعض، فالحكم فيها أن يضرب أكثر الأعداد في أصل المسألة، مثل: أربع زوجات، وثلاث جدات، واثنى عشرعمًّا.

والثالث: أن يوافق بعض الأعداد بعضا، فالحكم فيها أن يضرب وفق أحد الأعداد في جميع الثاني، ثم ما بلغ في وفق الثالث إن وافق المبلغُ الثالثَ وإلا فالمبلغُ في جميع الثالث، ثم المبلغ في الرابع كذلك، ثم المبلغ في أصل المسألة. كأربع زوجات، وثماني عشر بنتا، وخمس عشرة جدة، وستة أعمام.

والرابع: أن تكون الأعداد متباينة لايوافق بعضها بعضا، فالحكم فيهاأن يضرب أحد

الأعـداد فـي جميع الثاني، ثم ما بلغ في جميع الثالث، ثم مابلغ في جميع الرابع، ثم ما اجتمع في أصل المسألة، كامرأتين، وست جدات، وعشربنات، وسبعة أعمام.

فصل

[في معرفة نصيب كل فريق وآحاده]

وإذا أردت أن تـعرف نصيب كل فريق من التصحيح، فاضرب ماكان لكل فريق من أصل المسألة في ماضربتَه في أصل المسألة، فما حصل كان نصيب ذلك الفريق.

وإذا أردت أن تـعـرف نـصيب كل واحد من آحاد ذلك الفريق، فاقسم ماكان لكل فريق مـن أصـل المسألة على عدد رؤوسهم، ثم اضرب الخارج في المضروب، فالحاصل نصيب كل واحد من آحاد ذلك الفريق.

ووجه آخر: وهو أن تقسم المضروبَ على أى فريق شئت، ثم اضرب الخارج في نصيب الفريق الذى قسمت عليهم المضروب، فالحاصل نصيب كل واحد من آحاد ذلك الفريق.

ووجه آخر: وهو طريق النسبة، وهو الأوضح،وهو: أن تـنسب سها م كل فريق من أصل الـمسـألة إلى عدد رؤسهم مفردا، ثم تعطى بمثل تلك النسبة من المضروب لكل واحد من آحاد ذلك الفريق.

فصل في قسمة التركات بين الورثة والغرماء

[قسمة التركة بين الورثة:]

إذاكـانْ بيـن التـصحيح والتركة مباينة، فاضرب سهام كل وارث من التصحيح في جميع التركة، ثم اقسم المبلغ على التصحيح. مثاله :بنتان وأبوان، والتركة سبعة دنانيز.

وإذا كـان بين التصحيح والتركة موافقة، فاضرب سهام كل وارث من التصحيح في وفق التركة، ثم اقسم المبلغ على وفق التصحيح، فالخارج نصيب ذلك الوارث في الوجهين.

هـذالمعرفة نصيب كل فرد، أما لمعرفة نصيب كل فريق منهم، فاضرب ماكان لكل فريق مـن أصل المسألة في وفق التركة، ثم اقسم المبلغ على وفق المسألة إن كان بين التركة والمسألة

موافقة، وإن كان بينهما مباينة، فاضرب في كل التركة، ثم اقسم الحاصل على جميع المسألة، فالخارج نصيب ذلك الفريق في الوجهين.

[قسمة التركة بين الغرماء:]

أمافي قضاء الديون فدين كل غريم بمنزلة سهم كل وارث في العمل، ومجموع الديون بمنزلة التصحيح.

وإن كان في التركة كسور، فابسط التركة والمسألة كلتيهما، أى: اجعلهما من جنس الكسر، ثم قدم فيه مارسمناه.

فصل في التخارج

من صالح على شيء من التركة، فاطرح سهامه من التصحيح ،ثم اقسم ما بقى من التركة على سهام الباقين، كزوج وأم وعم، فصالح الزوج على مافى ذمته من المهر،وخرج من البين، فتقسم باقى التركة بين الأم والعم أثلاثاً بقدر سهامهما: سهمان للأم، وسهم للعم، أوزوجة وأربعة بنين، فصالح أحد البنين على شيء وخرج من البين، فيقسم باقى التركة على خمسة وعشرين سهما: للمرأة أربعة أسهم، ولكل ابن سبعة.

باب الرد

الرد ضد العول، ما فضل عن فرض ذوى الفروض، ولا مستحق له، يرد على ذوى الفروض بقدر حقوقهم إلا على الزوجين، وهو قول عامة الصحابة رضى الله تعالى عنهم، وبه أخذ أصحابنا رحمهم الله تعالىٰ. وقال زيد بن ثابت رضى الله تعالىٰ عنه:الفاضل لبيت المال، وبه أخذ مالك والشافعى رحمهماالله تعالىٰ. ثم مسائل الباب على أقسام أربعة:

أحدها: أن يكون في المسأله جنس واحد ممن يرد عليه عند عدم من لا يرد عليه، فاجعل المسأله من رؤوسهم، كما لوترك بنتين أوأختين أوجدتين، فاجعل المسأله من اثنين.

والثاني: إذا اجتمع في المسئلة جنسان أوثلاثة أجناس ممن يرد عليه، عند عدم من لا يرد عليه، فاجعل المسألة من سهامهم، أعنى: من اثنين إذاكان في المسألة سدسان، أومن ثلاثة إذاكان فيها ثُلث وسدس، أو من أربعة إذاكان فيها نصف وسدس،أومن خمسة إذاكان فيها ثلثان وسدس أونصف وسدسان أونصف وثلث.

والثالث: أن يكون مع الأول من لا يُرَدُّ عليه، فأعط فرض من لا يرد عليه من أقل مخارجه، فإن استقام الباقي علي رؤس من يرد عليه فبها، كزوج وثلث بنات. وإن لم يستقم فاضرب وفق رؤسهم في مخرج فرض من لا يرد عليه إن وافق رؤوسهم الباقي، كزوج وست بنات، وإلا فاضرب كل رؤسهم في مخرج فرض من لا يرد عليه، فالمبلغ تصحيح المسألة، كزوج وخمس بنات.

والرابع: أن يكون مع الثاني من لا يرد عليه، فاقسم ما بقى من مخرجِ فرضِ من لا يرد عليه على مسألة من يرد عليه، فان استقام فبها، وهذا في صورة واحدة، وهي أن يكون للزوجات الربع والباقي بين أهل الرد أثلاثا، كزوجة وأربع جدات وست أخوات لأم.

وإن لم يستقم فاضرب جميع مسألةِ من يرد عليه في مخرجِ فرضِ من لا يرد عليه، فالمبلغ مخرجُ فروض الفريقين، كأربع زوجات وتسع بنات وست جدات.

ثم اضرب سهام من لا يرد غليه في مسألةِ من يردعليه، وسهام من يرد عليه فيما بقى من مخرجِ فرضِ من لا يرد عليه. و إن انكسر على البعض فتصحيح المسائل بالأصول المذكورة.

باب مقاسمة الجد

قال أبوبكر الصديق رضى الله تعالى عنه، ومن تابعه من الصحابة رضى الله عنهم:

"الأعيان وبنو العلات لا يرثون مع الجد" وهذا قول أبى حنيفة وبه يفتى.[1]

وقال زيدبن ثابت رضي الله تعالى عنه: "يرثون مع الجد."[2] وهو قولهما وقول مالك والشافعي رحمهما الله تعالى.

---

١ - قوله: "وبه يفتى" الدليل على ما اختاره أبو حنيفة رحمه الله مانقل عن ابن عباس رضى الله عنه أنه قال: "ألا يتقى الله زيد بن ثابت؟! يجعل ابن الابن ابنا ولا يجعل أب الأب أبا" معناه: أن الاتصال والقرب من الجانبين يكون على صفة واحدة.

٢ - قوله: "يرثون مع الجد" وذلك؛ لأنه يشبه الأب من جهة ويشبه الأخ من جهة أخرى، فوفرناعليه حقه من الشبهين، فجعلناه كالأب فى حجب الإخوة لأم، وكالأخ فى قسمة الميراث ما دامت المقاسمة خيراله، فإذا لم تكن خيراً له أعطيناه ثلث المال؛ لأنه مع الأولاد يرث السدس، فمع الإخوة يضاعف ذلك. (شريفية)

وعند زيد بن ثابت: للجد مع بني الأعيان وبني العلات أفضل الأمرين: من المقاسمة ومن ثلث جميع المال.

وتفسير المقاسمة: أن يجعل الجد في القسمة كأحد الإخوة [الفائدة الأولي]، وبنو العلات يدخلون في القسمة مع بني الأعيان؛ إضرارًا للجد، فإذا أخذ الجد نصيبه فبنو العلات يخرجون من البين خائبين بغير شيء، والباقي لبني الأعيان [الفائدة الثانية] إلا إذا كانت[1] من بني الأعيان أخت واحدة؛ فإنها إذا أخذت فرضها نصفَ الكل بعد نصيب الجد فإن بقي شئ فلبني العلات وإلا فلا شئ لهم، كجد، وأخت لأ ب وأم، وأختين لأب، فبقي للأختين لأب عشر المال وتصح من عشرين. ولو كانت في هذه المسئلة أخت لأب لم يبق لها شئ.

وإن اختلط بهم ذو سهم فللجد هنا أفضل الأمور الثلاثة بعد فرض ذي سهم: إما المقاسمة: كزوج، وجد وأخ؛ وإماثلث مابقي: كجد، وجدة، وأخوين، وأخت؛ وإما سدس جميع المال: كجد، وجدة، وبنت، وأخوين.

[الفائدة الثالثة] وإذا كان ثُلث الباقي خيراً للجد، وليس للباقي ثلث صحيح، فاضرب مخرج الثلث في أصل المسئلة.

[تمهيد المسألة الأكدرية]

فإن تركت جداً[2]، وزوجاً، وبنتا، وأمّا، وأختا لأب وأم أو لأب، فالسدس خير للجد، وتعول المسألة إلى ثلاثة عشر، ولا شئ للأخت.

واعلم أن زيد بن ثابت رضي اللّٰه تعالى عنه لا يجعل الأخت لأب وأم أو لأب صاحبة فرض مع الجد إلا في المسألة الأكدرية، وهي زوج، وأم، وجد، وأخت لأب وأم أو لأب.

---

١ – قوله: "إلا إذا كانت" شروع في بيان شرائط توريث بني العلات في باب المقاسمة، وهي ثلثة: ١ ـ كون العيني أختا لا أخا؛ لأنه يحرز جميع المال. ٢ ـ كون الأخت واحدة ؛ لأنها لوتعددت فلها الثلثان، فلايبقى حينئذٍ لبني العلات شيء. ٣ ـ تعدد بني العلات؛ ليحصل الضرر للجد لو يبقى لهم الشيءُ. يفهم الشرط الأول من قوله: "أخت" والثاني من قوله: "واحدة" والثالث من قوله: "بني العلات" فافهم.

٢ – قوله: "فإن تركت جدا" شروع في بيان ترجيح قول الصديق رضي اللّٰه عنه، وهو مشتمل علي ثلاثة أسئلة متوالية، كما ذكرناها بالتفصيل في التسهيل.

فللزوج النصف، وللأم الثلث، وللجد السدس، وللأخت النصف.

ثم يَضم الجد نصيبه إلى نصيب الأخت، فيقسمان للذكر مثل حظ الأنثيين؛ لأن المقاسمة خير للجد. أصلها من ستة، وتعول إلى تسعة، وتصح من سبعة وعشرين.

وسميت أكدرية؛ لأ نها واقعة امرأة من بني أكدر. وقال بعضهم: سميت أكدرية؛ لأنها كدرت علي زيد بن ثابت رضي الله تعالى عنه مذهبه.

ولو كان مكان الأخت أخ أو أختان، فلا عول، ولا أكدرية.

باب المناسخة

ولو صاربعض الأنصباء ميراثا قبل القسمة، كزوج، وبنت، وأم، فمات الزوج قبل القسمة عن امرأة، وأبوين؛ ثم ماتت البنت عن ابنين، وبنت، وجدة؛ ثم ماتت الجدة عن زوج، وأخوين.

فالأ صل فيه أن تصحح مسألة الميت الأول، وتعطى سهام كل وارث من التصحيح، ثم تصحح مسألة الميت الثاني، وتنظر بين ما في يده من التصحيح الأول وبين التصحيح الثاني ثلاثة أحوال:

فإن استقام ما في يده من التصحيح الأول على الثاني فلا حاجة إلى الضرب،

وإن لم يستقم فانظر إن كان بينهما موافقة، فاضرب وفق التصحيح الثاني في التصحيح الأول، و إن كان بينهما مباينة، فاضرب كل التصحيح الثاني في كل التصحيح الأول، فالمبلغ مخرج للمسألتين.

فسهام ورثة الميت الأول تضرب في المضروب ،أعنى في التصحيح الثاني، أوفي وفقه.

وسهام ورثة الميت الثاني تضرب في كل ما في يده أوفى وفقه.

وإن مات ثالث، أورابع، أو خامس، فاجعل المبلغ مقام الأولي، والثالثة مقام الثانية في العمل، ثم في الرابعةوالخامسة كذلك إلى غيرالنهاية.

تم الربع الثاني

تیسرا ربع

ذوی الأرحام

باب ذوی الأرحام

ذوی الارحام کے متعلق چار چیزیں قابل بیان ہیں: تعریف، اقسام، کیفیت توریث، حکم۔

تعریف:

میت کے وہ قرابت دار جو نہ ذوی الفروض ہوں نہ عصبات[1]، انہیں ذوی الارحام کہتے ہیں۔

اقسام:

ذوی الارحام کی چار قسمیں ہیں:

(۱) میت کی فرع، جیسے: اولاد البنات وإن سفلوا (نواسے، نواسیاں)

(۲) میت کی اصل، جیسے: جدّ فاسد (اب الام، نانا) اور جدّہ فاسدہ (ام اب الام، نانی کی ماں) وإن علوا۔

(۳) میت کے اب اور ام کی فرع،[2] جیسے: اولاد الاخوات[3] (بھانجے، بھانجیاں) بنات الاخوۃ (بھتیجیاں) بنو الاخوۃ لامّ (خیفی بھتیجے) وإن نزلوا۔

(٤) میت کے جد اور جدہ کی فرع،[4] جیسے بنات العم [مطلقاً[5]] عم خیفی، عمات، اخوال، خالات اور ان کی اولاد، وإن بعدوا۔

۱- قولہ: "جو نہ ذوی الفروض ہوں نہ عصبات" ذوی الارحام تمام کے تمام وہ افراد ہیں جو ذوی الفروض وعصبات کی تعریف میں موجود قیود سے خارج ہو گئے ہیں۔ پہلی قسم اولاد کی تعریف سے، دوسری قسم جد صحیح کی تعریف سے، تیسری اور چوتھی قسم عصبات کے تیسرے اور چوتھے درجے کی تعریف سے خارج ہوتی ہے، فافهم۔

۲- قولہ: "اب اور امّ کی فرع" اولاد الاخوات عینیہ وعلّیہ اور بنات الاخوۃ عینیہ وعلّیہ میت کے اب کی فرع ہیں، اولاد الاخوۃ والاخوات الخیفیہ میت کی ام کی فرع ہیں۔

۳- قولہ: "جیسے اولاد الاخوات" عصبات کی قسم ثالث میں ابن الاخ عینی وعلّی کے الفاظ تھے ان میں تین قیود احتراز یہ ہیں: ابن، اخ اور عینی وعلّی، لفظ ابن سے بنات سے احتراز ہوا، لہٰذا بنات الاخوۃ (بھتیجیاں) ذوی الارحام ہوئیں، لفظ اخ سے اخت سے احتراز ہوا، لہٰذا اولاد الاخوات (بھانجے، بھانجیاں) ذوی الارحام ہیں، لفظ عینی وعلّی سے خیفی سے احتراز ہے، لہٰذا ابن الاخ خیفی ذوی الارحام میں سے ہوا۔

فائدہ: تیسری قسم کے تین انواع کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں: اولاد الاخوات، بنات الاخ عینی وعلّی اور اولاد الاخوۃ لام۔

٤- قولہ: "جد اور جدّہ کی فرع" بنات العم عینی وعلّی، عمات اور اخوال وخالات عینی وعلّی جد کی فرع ہیں اور وعمات خیفیہ، اخوال وخالات خیفیہ جدہ کی فرع ہیں۔

۵- قولہ: "بنات العم مطلقاً" یعنی عم عینی، علّی اور خیفی کی بنات، مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو یہاں ایک خاص نکتے کی بنا پر ذکر نہیں کیا، اس کا بیان فصل فی اولاد الصنف الرابع کے پہلے حاشیے میں آئے گا۔

کیفیت توریث:

ذوی الارحام کی ہر قسم کے قواعد توریث الگ الگ ہیں، لہٰذا ان کو آگے چار مستقل فصلوں میں بیان کیا جائے گا۔

حکم:

ذوی الارحام کا حکم یہ ہے کہ اگر ذوی الفروض[1] نسبی اور عصبات (نسبی وسببی) میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہو تو یہ محجوب ہوں گے اور اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو یہ چاروں اصناف امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مفتیٰ بہ قول کے مطابق عصبات کی ترتیب کے مطابق وارث ہوں گی، یعنی پہلے اوّل، پھر ثانی، پھر ثالث، پھر رابع۔[2]

صاحبین رحمہما اللہ کے ہاں صنف ثالث صنف ثانی پر مقدم ہے، لہٰذا ان کے ہاں ترتیب یوں ہوگی: پہلے صنف اوّل پھر ثالث پھر ثانی پھر رابع۔ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما یہ دلیل دیتے ہیں کہ یہاں ایک قاعدہ ہے، جو صنف اس قاعدے پر پوری اترے گی وہ دوسروں سے اولیٰ ہوگی، وہ قاعدہ یہ ہے: "ہر اصل اپنی فرع سے اولیٰ ہوتا ہے" اب صنف ثالث تو اس قاعدے پر پوری اترتی ہے کل واحد منهم أولىٰ من فرعه (سراجی) کیونکہ اولاد الأخوات (مثلاً) أولاد اولاد الأخوات سے اولیٰ ہیں، لیکن صنف ثانی اس قاعدے پر پورا نہیں اترتی، اس لیے کہ فرع اپنی اصل سے اولیٰ ہوتی ہے۔ وفرعه وإن سفل أولى من أصله (سراجی) مثلاً: اب الام، اب اب الام سے اولیٰ ہے، لہٰذا صنف ثالث صنف ثانی پر مقدم ہوگی۔

۱- قولہ: "ذوی الفروض نسبی" ذوی الفروض کی دو قسمیں ہیں: سببی و نسبی، سببی سے مراد زوج، زوجہ اور نسبی سے مراد بقیہ دس ورثہ ہیں، یہاں نسبی کی قید ہے، کیونکہ اگر سببی یعنی زوج، زوجہ میں سے کوئی ہو تو ان کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام محجوب نہیں ہوتے، لہٰذا زوجین کو ان کا فرض دے کر باقی ذوی الارحام کو دیا جائے گا۔ قال في الشامية: "فيأخذ المنفرد، أي: الواحد منهم من أي صنف كان جميع المال، أي: أو ما بقي بعد فرض أحد الزوجين". (٦/ ٧٩١، مطبع سعيد، كراتشي)

۲- قولہ: "پھر رابع" یہ درحقیقت ترجیح بالجہۃ کا بیان ہے یعنی پہلی صنف کے ہوتے ہوئے بقیہ تین اصناف محروم ہیں، دوسری کے ہوتے ہوئے تیسری اور تیسری کے ہوتے ہوئے چوتھی صنف محروم ہے۔ علیٰ سبیل القہقریٰ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ چوتھی صنف کو اس وقت وراثت ملے گی جب پہلی تین اصناف نہ ہوں، تیسری کو اس وقت جب پہلی دو نہ ہوں اور دوسری کو اس وقت جب پہلی صنف نہ ہو۔

صاحبین رحمہما اللہ کی اس دلیل پر دو اشکال ہوتے ہیں، پہلا یہ کہ اس دلیل کی رو سے تو صنف رابع بھی صنف ثانی پر مقدم ہونی چاہئے، کیونکہ وہ اس قاعدے کے موافق ہے، جبکہ صنف ثانی اس کے موافق نہیں۔ دوسرا یہ کہ یہ قاعدہ اگر کلی ہے تو عصبات میں بھی جاری ہونا چاہئے، جب کہ وہاں بالاتفاق صنف ثانی، ثالث ورابع پر مقدم ہوتی ہے۔

لہٰذا صحیح یہ ہے کہ حجب کے وہی دو اصول ہیں جو باب الحجب میں گزر چکے ہیں کہ واسطہ ذی واسطہ کو اور اقرب ابعد کو محجوب کرے گا، حجب کا صاحبین کا ذکر کردہ قاعدہ منضبط نہیں۔

ان چاروں اصناف کی کیفیت توریث[1] جدا جدا اور محتاجِ تفصیل ہے، لہٰذا ان کو الگ الگ بیان کیا جاتا ہے۔

۱- قولہ: "کیفیت توریث" عصبات میں جو وجوہ ترجیح بیان کی گئی تھیں یعنی جہت، قرب اور قوت، وہ تینوں یہاں بھی جاری ہوتی ہیں، البتہ انکا ذکر اس عنوان سے نہیں ہوتا، کیفیت توریث کے ضمن میں ہوتا ہے۔ ان تین کے علاوہ یہاں دو اور بھی وجوہ ترجیح ہیں: ایک ولد الوارث ہونا، یہ وجدان وحرمان کی ترجیح ہے، دوسری ولد الذکور ہونا، یہ کثرت سہم کا فائدہ دیتی ہے۔ یہ دونوں وجوہ "ترجیح لمعنی فی غیرہ" یا "ترجیح بالنظر الی غیر الوارث" کہلاتی ہیں، جب کہ پہلی تین "ترجیح لمعنی فی نفسہ یا ترجیح بالنظر الی الوارث" کہلاتی ہیں۔ لہٰذا اگر ان دونوں قسم کی ترجیحات میں تعارض ہو جائے تو پہلی قسم دوسری قسم پر مقدم ہوگی، کما یأتی فی بیان أولاد الصنف الرابع.

فصل فی الصنف الأول

أولاد البنات[1] وإن سفلوا کا بیان

صنف اول میں تقسیم میراث کے لیے پانچ قاعدے[2] ہیں:

دیکھا جائے کہ وارث ایک ہے یا زیادہ:

۱- اگر ایک ہو[3] تو کل مال کا مستحق ہوگا۔

اگر ایک سے زیادہ ہوں تو درجہ استواء میں ہوں گے یا عدم استواء میں:

۲- اگر عدم استواء میں ہوں تو اقرب اولیٰ ہے اور ابعد محجوب ہے۔

اگر درجۂ استواء میں ہوں تو کل ولد وارث ہوں گے یا کل ولد غیر وارث، یا بعض ولد وارث اور بعض ولد غیر وارث:

۳- اگر بعض ولد وارث ہوں، بعض ولد غیر وارث تو ولد وارث کو ترجیح ہوگی اور ولد غیر وارث محروم ہوں گے۔

۱- قولہ: "اولاد البنات" لطیفہ: اگر کسی میت کے یہ چار ورثہ زندہ ہوں: پوتا، پوتی، نواسا، نواسی تو پہلے دو مستحق میراث ہوں گے، کیونکہ ایک ذوی الفروض میں سے ہے، ایک عصبات میں سے، آخری دو ذوی الأرحام میں سے ہونے کی وجہ سے محروم ہوں گے۔

۲- قولہ: "پانچ قاعدے" یہ پانچ قاعدے امام محمد رحمہ اللہ کے مفتیٰ بہ قول کے مطابق ہیں، امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق صرف پہلے چار قاعدے ہیں۔ "وذكر بعضهم أن مشائخ بخارا أخذوا بقول أبي يوسف رحمه الله في مسائل ذوي الأرحام والحيض؛ لأنه أيسر على المفتي." (شريفية: ۱۰۷)

۳- قولہ: "اگر وارث ایک ہو" سراجیہ میں یہ پہلا قاعدہ یہاں ذکر نہیں ہے، اسے مصنف رحمہ اللہ نے صنف رابع میں بیان فرمایا ہے: "الحكم فيهم أنه إذا انفرد واحد منهم استحق المال كله؛ لعدم المزاحم". (سراجی، فصل فی الصنف الرابع) اس کی وجہ اختصار اور فہم مخاطب پر اعتماد ہے کہ وہ خود سے متروک کو مذکور پر قیاس کرلے۔

قال في الشريفية: "فإن قيل: هذا الحكم أعني استحقاق الواحد للكل عند الانفراد عن المزاحم مشترك بين الأصناف الأربعة، فما وجه تخصيص ذكره بهذه الصنف؟ قلنا: لعله نظر إلى أن بيانه في أبعد الأصناف يفيد حرمانه في سائرها، فسلك طريق الاختصار".

اگر کل ولد وارث[1] ہوں یا کل ولد غیر وارث، تو دیکھا جائے کہ ان کے اصول صفت ذکورۃ وانوثت میں متحد ہیں یا مختلف:

٤- اگر متحد ہوں تو مسئلہ ابدان فروع سے بنے گا۔

٥- اگر اصول صفت ذکورۃ وانوثت میں مختلف ہوں تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مسئلہ اب بھی ابدان فروع سے بنے گا، امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جہاں سب سے پہلے اختلاف ہو وہاں للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم کر کے طائفہ ذکور واناث کو الگ الگ کر دیں۔ اس تقسیم میں صفت اصول کی اور عدد سب سے آخری فروع کا معتبر ہوگا[2]۔ پھر آگے کی فروع میں اگر اتفاق ہو تو ہر طائفہ کے فروع کو اس کے اصل والا حصہ دے دیں، اگر مزید اختلاف ہو تو جہاں جہاں اختلاف ہو وہاں ذکور واناث دونوں طائفوں کو الگ الگ کر کے تقسیم کرتے چلے جائیں، اگر کسر ہو تو تصحیح کر لیں[3]۔

۱- قولہ: "کل ولد وارث" وارث سے مراد ذوی الفروض اور عصبات ہیں، غیر وارث سے مراد ذوی الارحام ہیں۔ ان کو غیر وارث اس لیے کہا گیا کہ یہ بہت کم وارث ہوتے ہیں۔

۲- قولہ: "معتبر ہوگا" اس کو "قانون رعایت صفت اصول وعدد فروع" کہتے ہیں۔

۳- قولہ: "اگر کسر ہو تو تصحیح کر لیں"

فائدہ: آخری بطن سے پہلے والے بطون میں اگر فی طائفہ کسر واقع ہو رہی ہو تو تصحیح کی جائے گی لیکن اگر فی فرد کسر ہو رہی ہو تو تصحیح نہیں کریں گے، کیونکہ آخری بطن سے پہلے نہ فی فرد کو حصہ دیا جاتا ہے نہ اس کے لیے تصحیح کی جاتی ہے، جیسا کہ آگے آنے والی مثالوں سے واضح ہوگا۔ وقد أشار إليه المصنف بقوله: "فما أصاب الذكور يجمع ويقسم على أعلى الخلاف الذي وقع في أولادهم".

أمثــلة الصنف الأول

(١) إذا انفرد واحد منهم استحق المال كله؛ لعدم المزاحم. (سراجی، الصنف الرابع)

مسئله ١	مسئله ١
میـــت	میـــت
بنت	بنت
ابن	بنت
١	١

(٢) أولهم بالميراث أقربهم إلى الميّت:

مسئله ١		مسئله ١	
میـــت		میـــت	
بنت	ابن	بنت	آبن
ابن	بنت	بنت	بنت
١	بنت	١	ابن
	م		محجوب؛ لبعده ولو كان ذكرا

(٣) وإن استووا فی الدرجة، فولد الوارث أولى[1] من ولد ذوی الأرحام:

مسئله ١	
میـــت	
ابن	بنت
بنت	بنت
بنت	ابن (محجوب؛ لكونه ولد غير الوارث ولو كان ذكرا)
١	

(٤) وإن استوت درجـاتهـم، ولـم يكن فيهم ولد الوارث، أو كان كلهم يدلون بوارث، واتفقت صفة الأصول فی الذكورة والأنوثة، يعتبر أبدان الفروع بالاتفاق. (سراجی بتغيير يسير)

---

١ - قوله: "فولـد الـوارث أولى" المراد بولد الوارث من يدلی بوارث بنفسه فلايعتبر الإدلاء به بواسطة، فـلا تـقـدم بـنـت بنت بنت الابن على بنتِ بنتِ بنتِ البنت، كماصرح به فی سكب الأنهر وغيره. (ردالمحتار: ٦/٧٩٧، مطبع سعيد، كراتشی)

مسئله۳ میـــــت	کل ولد وارث	مسئله۳ میـــــت	کل ولد غیروارث
بنت	بنت (وارث)	بنت	بنت
ابن	بنت	بنت	بنت (غیروارث)
۲	۱	ابن	بنت
		۲	۱

(۵) (الف) اختلاف فی بطن واحد:

ولو اختلفت صفة الأصول يعتبر أبدان الفروع عند أبي يوسف والحسن بن زياد رحمهما الله، ومحمد رحمه الله يعتبر الأصول، ويعطى الفروع ميراث الأصول. (سراجي بتغيير) أی إذا اتحد عدد الفروع والأصول، كما صرح به فى رد المحتار ونصه: "وإن اختلفت صفة الأصول فى بطن أو أكثر، فإما أن تتوحد الفروع بأن يكون لكل أصل فرع واحد، وإما أن تتعدد، فإن توحدت ...... فأبويوسف قسّم المال على أبدان الفروع هنا أيضاً. ومحمد على أعلى بطن اختلف، ويجعل ما أصاب كل أصل لفرعه." (رد المحتار، باب توريث ذوی الأرحام: ٦/٧٩٣)

مسئله ۳ میـــــت	عند أبي يوسف والحسن بن زياد رحمهما الله
بنت	بنت
ابن	بنت
بنت	ابن
۱	۲

مسئله ۳ میـــــت	عند محمد رحمه الله
بنت	بنت
ابن	بنت
۲	۱
بنت	ابن
۲	۱

(ب) اختلاف فی أكثر من بطن:

وكذلك عند محمد إذا كانت فی أولاد البنات بطون مختلفة، يقسم المال على أول بطن اختلف فی الأصول، ثم يجعل الذكور طائفة والإناث طائفة بعد القسمة فما أصاب الذكور يجمع ويقسم على أعلى الخلاف الذی وقع فی أولادهم، وكذلك ما أصاب الإناث، وهكذا يعمل إلى أن ينتهی.

مسئلہ ۱۵ تصــــ ٦۰

میــ

بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت ابن ابن ابن

بنت بنت ۹ بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت ٦ بنت بنت

۳٦ ۲٤

بنت بنت بنت بنت بنت بنت ابن ابن ابن بنت بنت ابن

۱۸ ۱۸ ۱۲ ۱۲

بنت بنت بنت ابن ابن ابن بنت بنت ابن بنت بنت بنت

٦ ۱۲ ۹ ۹ ۱۲ ۱۲

بنت بنت ابن بنت[1] بنت ابن بنت بنت بنت بنت ابن بنت

۳ ۳ ٦ ٦ ۹ ۹ ٤ ۸ ۱۲

بنت ابن بنت ابن بنت بنت ابن بنت بنت بنت بنت بنت

۱ ۲ ۳ ٤ ۲ ٦ ٦ ۳ ۹ ٤ ۸ ۱۲

تشریح:

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ہاں مسئلہ ابدان فروع سے بنے گا۔ فروع میں ۹ بنت اور تین ابن ہیں، لہٰذا مسئلہ ۱۵ سے بنے گا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پہلے بطن اول پر للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم ہوگا، کیونکہ سب سے پہلا اختلاف اسی بطن میں ہے، مسئلہ ۱۵ سے بن کر طائفہ اناث کو ۹ اور طائفہ ذکور کو ٦ ملے گا۔ اب دوسرے بطن میں کوئی اختلاف نہیں، لہٰذا بعینہٖ یہی حصص نیچے منتقل ہو جائیں گے۔ تیسرے بطن میں دونوں طائفوں کے فروع میں کسر ہے، طائفہ اناث کے فروع کا عدد رؤوس ۱۲ ہے اور ان کا سہم ۹ ہے، طائفہ ذکور کے فروع کا عدد رؤوس ٤ ہے اور ان کا سہم ٦ ہے، بعد از اختصار عدد رؤوس ٤ اور ۲ رہ جاتے ہیں جن میں نسبت تداخل ہے، لہٰذا اکثر الاعداد ٤ کو تمام سہام اور اصل مسئلہ سے ضرب دینے سے تصحیح ہو جائے گی۔ طائفہ اناث کا حصہ ۳٦ اور طائفہ ذکور کا ۲٤ ہو جائے گا، اب اس کو ان کے فروع میں منتقل کرتے جائیں، جہاں اختلاف ہو

۱۔ قولہ: "بنت بنت ابن" اس موقع پر سراجیہ میں ترتیب اس طرح ہے: بنت ابن بنت، یہاں یہ تغیر اس واسطے کیا گیا کہ طائفہ ذکور و اناث الگ الگ ہو جائے۔ سراجی میں ان کو الگ الگ اس لیے ذکر کیا گیا تا کہ یہ بتا سکیں کہ ایک طائفہ کی اولاد میں مؤنث یا مذکر الگ الگ بھی ہو تو بھی مؤنث کو ایک طائفہ اور سب مذکر کو ایک طائفہ سمجھ کر دیا جائے، الگ الگ حصہ نہ دیں۔ فافهم۔

وہاں بقاعدہ للذکر مثل حظ الأنثیین تقسیم کرکے طائفہ ذکور واناث الگ الگ کردیں، اس بات کا خیال رہے کہ آخری بطن سے پہلے[1] فی طائفہ تقسیم ہوگا، فی فرد صرف آخری بطن پر تقسیم ہوگا، لہٰذا اگر بطن ثالث، رابع، خامس میں فی فرد تقسیم میں کسر آئے تو تصحیح کی ضرورت نہیں، صرف فی طائفہ تقسیم کی جائے اس طور پر کہ ہر مذکر کو ایک اور انثیٰ میں سے دو کو ایک فرض کیا جائے۔

(ج) عدد الفروع أكثر من عدد الأصول:

وكذلك محمد رحمه الله تعالى يأخذ الصفة من الأصل (حال القسمة عليه) والعدد من الفروع (سراجی) أي إذا زاد عدد الفروع على عدد الأصول كما في رد المحتار ونصه: "وإن تعددت فروع الأصول المختلفين كلهم أو بعضهم، فأبو يوسف جرى على أصله من القسمة على أبدان الفروع، فيقسم المال عليهم أسباعاً. ومحمد يجعل الأصل موصوفاً بصفته متعدداً بعدد فروعه، فيقسم على أعلى الخلاف أعني في البطن الثاني أسباعاً". (رد المحتار، كتاب الفرائض: ٧٩٣/٦، طبع شركة سعيد، كراتشی)

مسئلہ۷ عندأبي يوسف رحمة الله عليه

میـــــــــــت

بنت	بنت	بنت
بنت	بنت	ابن
بنت	ابن	بنت
ابنی	بنت	بنتی
٤	١	٢

مسئلہ۷ تصــ۲۸ عند محمد رحمة الله عليه

میـــــــــــت

بنت	بنت	بنت
بنت	بنت	ابن
	٣/١٢	٤/١٦
بنت	ابن	بنت
٦	٦	١٦
ابنی	بنت	بنتی
٦	٦	١٦

۱- قولہ: "آخری بطن سے پہلے" یعنی جب فی طائفہ کسر واقع ہو رہی ہو تو اسی کسر کو دور کرنا ضروری ہے، لیکن کسر دور ہونے کے بعد ہر فرد کو دینا ضروری نہیں، فی طائفہ تصحیح شدہ عدد دے دینا کافی ہے، کیونکہ یہاں (یعنی آخری طائفے سے پہلے طائفوں میں) افراد اصلی وارث نہیں، اصل ورثہ تک ترکہ منتقل کرنے کا واسطہ اور ذریعہ ہیں اور اصل ورثہ تک ترکہ فی فرد تقسیم کیے بغیر بھی پہنچ جاتا ہے، لہٰذا ہر فرد کو سہم دینے کی اور اس کے لیے تصحیح کرنے کی حاجت نہیں۔

تشریح:

بطن اول میں کوئی اختلاف نہیں، بطن ثانی میں اختلاف ہے، لہٰذا سب سے پہلے اس میں تقسیم ہوگی، پہلی بنت کی فرع میں دو لڑکے ہیں، لہٰذا یہ باعتبار عدد فروع کے ۲ بنت شمار ہوگی، دوسری بنت کی فرع میں تعدد نہیں لہٰذا وہ ایک ہی شمار ہوگی، یہ کل تین بنات ہوگئیں، ابن کی فرع میں تعدد ہے لہٰذا وہ باعتبار عدد فروع کے ۲ شمار ہوگا، بنات سے دگنا حصہ دینے کے لیے ان دو کو چار فرض کیا جائے گا لہٰذا کل تعداد سات ہوگئی، اب مسئلہ سات سے ہوگا، ان میں سے تین سہام طائفہ اناث اور ٤ طائفہ ذکور کے ہیں۔ اب بطن ثانی کے یہ سہام بطن ثالث کو منتقل کرنے ہیں، بطن ثالث میں طائفہ اناث کے فروع میں پھر اختلاف ہے اور سہام برابر تقسیم نہیں ہوتے، کیونکہ سہام تین ہیں اور فروع کا عدد بظاہر تین ہے لیکن باعتبار عدد فروع کے چار ہے، پہلی بنت باعتبار عدد فروع کے ۲ شمار ہوگی، گویا کل ۲ بنت اور ایک ابن ہوا، ابن کو دگنا فرض کیا تو ٤ ہوگئے، جب کہ ان کو تین سہام ملے تھے، ۳ اور ٤ میں تباین ہے، اس لیے ٤ کو مضروب بنا کر اصل مسئلہ سے ضرب دی تو ۲۸ ہوگیا، طائفہ بنات کے سہام سے ضرب دی تو ۱۲ ہوگیا، اس میں سے ٦ ابن کو دیئے اور ٦ بنت کو، اس لیے کہ فروع کی تعداد کی وجہ سے اس کو دو فرض کیا گیا تھا، ابن کے حصے سے ضرب دی تو وہ ۱٦ ہوگیا، اب ہر ایک کا سہم بطن رابع میں موجود اس کی فرع کو منتقل کر دیا جائے گا۔

فصل فی اعتبار الجهات☆

اگر ایک وارث ذی قرابۃ واحدۃ ہواور دوسرا ذی قرابتین ہو،تو ذی قرابتین کو باتفاق صاحبین[1] دونوں قرابتوں کے لحاظ سے دیا جائے گا۔ پھر امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ہاں تو ابدان فروع ہی میں قرابات کا لحاظ ہوگا، امام محمد رحمہ اللہ کے ہاں اول بطن مختلف میں قرابات کا لحاظ کر کے تقسیم کی جائے گی۔

مسئلہ ٦ — عند أبي يوسف رحمه الله

میت

بنت	بنت	بنت
بنت	بنت	ابن
ابن	بنتی ← (بنت، ابن)	
۲	٤	
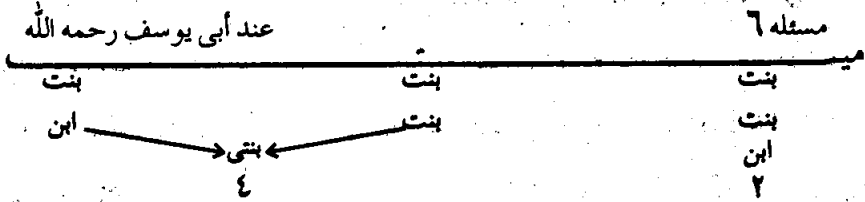
بنتین کو چونکہ اب اور ام دونوں کی جانب سے قرابت ہے، اس لیے انہیں چار بنت فرض کیا جائے گا۔

مسئلہ ۷ تصـ ۲۸ — عند محمد رحمه الله

میت

بنت		بنت	بنت
بنت		بنت	ابن
ابن	طائفہ اناث	بنتی ← (بنت، ابن)	
٦	۳ / ۱۲	٦+١٦ / ۲۲	٤ / ١٦
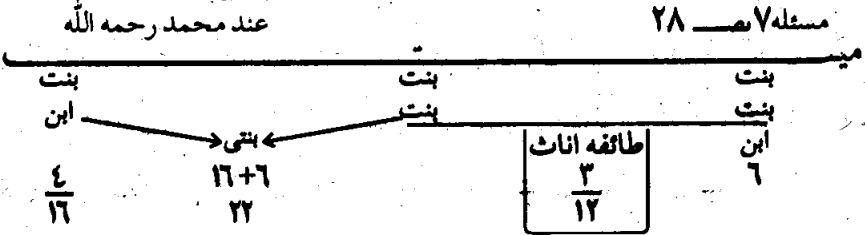
☆اس فصل میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کچھ فروع ایسے ہوں جن کے اصول ایک ہی ہوں تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مسئلہ ابدان فروع سے بنے گا لیکن ایسے فروع کو دونوں اصول کے اعتبار سے دیا جائے گا، اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حسب سابق مسئلہ اول بطن مختلف سے بنائیں گے اور ہر اصل کا عدد فرع سے لیں گے۔ یہ فصل لانے سے ایک غرض یہ بھی ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کے قول کی ترجیح ثابت کی جائے کیونکہ ان کے قول پر عمل کرنے سے قرابات کا لحاظ خود بخود ہوجاتا ہے۔

۱ – قولہ:"باتفاق صاحبین" فإن قلت: كيف اعتبر أبو يوسف رحمه الله هنا الجهات ولم يعتبره في الجدات؟ قلت: الفرق بين مانحن فيه وبين الجدات أن الاستحقاق هناك بالفرضية وبتعدد الجهات لاتزداد فريضتهن، وأما الاستحقاق ههنا فبمعنى العصوبة، فيقاس على الاستحقاق بحقيقة العصوبة، وقد اعتبر فيها تعدد الجهات تارة؛ للترجيح كالإخوة لأب وأم مع الإخوة لأب، وأخرى للاستحقاق كالأخ لأم إذا كان ابن عم، و كذلك ابن العم إذا كان زوجا، فإنه يعتبر في الاستحقاق سببان معا، فكذا فيما نحن بصدده يعتبر السببان جميعا". (شريفية: ۱۰۷)

تشریح:

بطن اول میں کوئی اختلاف نہیں، سب سے پہلا اختلاف بطن ثانی میں ہے لہٰذا یہاں سے تقسیم شروع ہوگی، طائفہ اناث تین ہے کیونکہ دوسری بنت کا عدد فروع سے لیں گے، طائفہ ذکور بظاہر ایک ہے لیکن باعتبار عدد فروع کے ۲ ہے، گویا کل ۳ بنت اور ۲ ابن ہوئے، مسئلہ ۷ سے بنے گا، کیونکہ ابن کو دگنے سہام ملتے ہیں،[1] ۷ میں سے ۳ طائفہ اناث کو اور ٤ طائفہ ذکور کو ملے۔ اب یہ سہام بطن ثالث یعنی زندہ ورثہ کو منتقل کرتے ہیں، طائفہ اناث کے فروع میں اختلاف ہے، ایک ابن اور دو بنت ہیں، تینوں کو "للذكر مثل حظ الأنثيين" کے قاعدے سے چار سہام کی ضرورت ہے جب کہ طائفہ اناث کے پاس ۳ سہام ہیں، ۳ اور ٤ میں تباین ہونے کی وجہ سے ٤ کو مضروب بنا کر اصل مسئلہ سے ضرب دی تو ۲۸ حاصل ہوا، طائفہ اناث کے سہم سے ضرب دی تو ۱۲ حاصل ہوئے، طائفہ ذکور کے حصے سے ضرب دی تو ۱٦ بنے، طائفہ اناث کے سہام میں سے ٦ سہم ایک ابن کو اور ٦ سہم دو بنت کو دیے گئے، انہی دو بنت کو طائفہ ذکور کے سہام بھی منتقل ہوئے جو ۱٦ تھے تو ان کے کل سہام ۲۲ ہوگئے، ٦ ماں کی طرف سے اور ۱٦ باپ کی طرف سے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل کرنے سے خود بخود دونوں جہتوں کی رعایت ہوجاتی ہے اس لیے وہی راجح ہے۔

تنبیہ:

واضح رہے کہ سراجی کی اس مثال میں تھوڑا سا تغیر کر کے ابن بنت البنت کو مقدم لکھا گیا ہے تاکہ بطن ثانی میں طائفہ اناث یکجا ہوجائے۔

۱- قولہ: "ابن کو دگنے سہام ملتے ہیں"

تنبیہ: واضح رہے کہ جب ابن اور بنت پر "للذكر مثل حظ الأنثيين" کا قانون جاری کرنا مقصود ہو تو ابن کو دگنا فرض کریں گے، لیکن جب متعدد ابن فروع میں موجود ہوں اور اصول میں ان کا عدد معتبر مانا جائے تو ان کا اصل عدد لیا جائے گا، دگنا فرض نہیں کیا جائے گا، پورے ذوی الأرحام میں (امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے مطابق) یہی ضابطہ جاری ہوگا، فافہم۔

فصل فی الصنف الثانی

جد[1] فاسد (نانا) اور جدّہ فاسدہ (نانا کی ماں) کا بیان

اگر صنفِ اول میں سے کوئی نہ ہو تو صنفِ ثانی یعنی جد فاسد وجدہ فاسدہ کو دیا جائے گا۔

صنفِ ثانی میں تقسیم کے لیے صنفِ اول کی طرح پانچ قاعدے ہیں، صرف کہیں کہیں الفاظ کا فرق[2] اور تھوڑا سا اضافہ ہے۔

دیکھا جائے کہ وارث ایک ہے یا زیادہ:

۱- اگر ایک ہو تو کل مال کا مستحق ہوگا۔

اور اگر ایک سے زیادہ وارث ہوں تو درجہ استواء میں ہوں گے یا عدم استواء میں:

۲- اگر عدم استواء میں ہوں تو اقرب اولیٰ اور ابعد محجوب ہے۔

اگر درجہ استواء میں ہیں تو دیکھیں کہ کل منسوب بالوارث ہیں، یا کل منسوب بغیر الوارث ہیں، یا بعض منسوب بالوارث اور بعض منسوب بغیر الوارث ہیں:

۳- تیسری صورت میں منسوب بالوارث اولیٰ ہوں گے[3] منسوب بغیر الوارث سے۔

اگر کل منسوب بالوارث یا کل منسوب بغیر الوارث ہوں تو دیکھیں گے کہ اتحاد قرابت ہے یا اختلاف

۱- قولہ: "جد فاسد" لطیفہ: اگر کسی میت کے یہ چار وارث موجود ہوں: دادا، دادی، نانا، نانی، تو نانا کے علاوہ بقیہ تین ترکہ پائیں گے کیونکہ تینوں ذوی الفروض میں سے ہیں، نانا محروم ہوگا کہ وہ ذوی الارحام میں سے ہے۔

۲- قولہ: "الفاظ کا فرق" پہلی صنف فرع میت کی تھی، یہ صنف اصل میت کی ہے، اس لیے فروع کا معنی دینے والے الفاظ کو اصول کا معنی دینے والے الفاظ کے ساتھ تبدیل کیا جائے گا نیز اتحاد واختلاف قرابت کے بیان سے کچھ اضافہ ہو جائے گا۔

۳- قولہ: "منسوب بالوارث اولیٰ ہوں گے" قال في السراجية: "ولا تفضيل له عند أبي سليمان الجرجاني وأبي علي البستي". وفي الشامية: "وهو الأصحّ كما في الاختيار وسكب الأنهر وغيرهما، وفي روح الشروح: "إنّ الروايات شاهدة عليه" وعلّله في الشريفية بأن الترجيح في الأجداد والجدات الفاسدات بالإدلاء بوارث يؤدي إلى جعل المتبوع وهو الجد أو الجدة تابعا لتابعه وهو خلاف المعقول، وليس يلزم مثل ذلك في الأولاد فافترقا". وكذا صرح في البحر (۵۰۸/۸) والعالمگيرية (٤٦٦/٦) بعدم ترجيح المدلي بالوارث، فتنبه.

قرابت[1]؟ (یعنی پہلے بطن میں اگر صرف قرابت ابو یہ ہے یا صرف قرابت امو یہ تو یہ اتحاد قرابت ہے، اگر بعض ابو یہ ہیں اور بعض امو یہ تو یہ اختلاف قرابت ہے)

٤- اگر اتحاد قرابت ہے تو دیکھیں گے کہ آگے کے بطون صفت ذکورت وانوثت میں متفق ہیں یا مختلف اگر متفق ہوں تو مسئلہ ابدان اصول بعیدہ سے بنے گا اور اگر مختلف ہوں تو جہاں سب سے پہلے اختلاف ہے وہاں "للذکر مثل حظ الأنثیین" کے مطابق تقسیم کر کے دونوں طائفے الگ کر کے ہر ایک کا حصہ آگے منتقل کریں گے[2]۔ اگر اصول بعیدہ کا عدد زائد ہو تو صفت اصول قریبہ سے لیں اور عدد اصول بعیدہ سے۔

٥- اگر اختلاف قرابت ہے، تو ابو یہ کو ثلثان اور امو یہ کو ثلث دیں گے[3] بعد ازاں دیکھیں گے کہ درمیان کے وسائط میں صفت ذکورت وانوثت میں اتحاد ہے یا اختلاف؟ اگر اتحاد ہے تو مسئلہ ابدان اصول بعیدہ سے بنے گا۔ اگر اختلاف ہے تو حسب سابق اول بطن مختلف پر تقسیم کر کے ہر ایک کا حصہ بعد والوں کو منتقل کر دیں گے۔ اگر اصول بعیدہ کا عدد زائد ہو تو[4] "قانون رعایت صفت اصول قریبہ وعدد اصول بعیدہ" جاری کریں۔

۱- قولہ: "اختلاف قرابت" اختلاف قرابت سے بطن اول کا اختلاف مراد ہے اس میں ثلثان وثلث کے طور پر تقسیم ہوگی اور اختلاف صفت سے بعد والے بطون میں اختلاف مراد ہے، اس میں "للذکر مثل حظ الأنثیین" کے طور پر تقسیم ہوگی اور صفت انہی بطون کی جبکہ عدد آخری بطن کا معتبر ہوگا۔

۲- قولہ: "آگے منتقل کریں گے" یہاں پر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اختلاف بطون کا اعتبار کرتے ہیں۔ سراجی کی فارسی شرح "نوشتہ ناجی" مؤلفہ مولانا محمد عمر نقشبندی میں ہے: "فائدہ: باید دانست کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اینجا بخلاف صنف اول اختلاف بطون را مانند امام محمد رحمہ اللہ اعتباری کنند، زیرا کہ اگر بنظر دقیق وتام توجہ کردہ شود فور ا فہم می رسد کہ میان این باب وصنف اول فرق عمیق موجود است زیرا کہ اکثر معاملہ شان باہم دیگر متعارض ومتبائن اند" (ص: ۳۰۲)

وقال في الشامية في بحث الصنف الثاني: "وقد اعتبر أبو يوسف هنا اختلاف البطون وإن لم يعتبره في الصنف الأول والفرق له في المطولات". (٦/٧٩٤) قلت: لم أجد الفرق في المطولات ولعل الله يحدث بعد ذلك أمرا.

تنبیہ: سراجیہ میں تیسرے قاعدے کے بعد اتحاد واختلاف قرابت کا اضافہ کیا گیا ہے لیکن بعض محققین کا کہنا ہے کہ "چونکہ اتحاد قرابت، اتحاد صفت میں داخل ہے لہٰذا جمیع کتب میں اس موقع پر مندرج تفصیل محض تطویل لا طائل ہے، اس مسامحہ کا منشا یہ ہے کہ قسم رابع کی اولاد میں یہ تفصیل ضروری ہے تو جملہ مصنفین کو اس سے دھوکہ لگا اور اشتباہ میں پڑ کر وہ تفصیل یہاں بھی درج کر دی۔ دیکھیں قانون وراثت: ص ۹۳، مصنفہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۳- قولہ: "ثلث دیں گے" اگر احد الزوجین موجود ہوں تو یہ حصص مابقی من فرض احد الزوجین سے دیئے جائیں گے نہ کہ کل سے۔

قال في الشامية: "ثم ذوي الأرحام أي يبدأ بهم عند عدم ذوي الفروض النسبية والعصبات، فيأخذون كل المال، ومابقي عن أحد الزوجين؛ لعدم الرد عليهما. (٦/٧٦٤: مطبع سعيد، كراتشي)

٤- قولہ: "اصول بعیدہ کا عدد زائد ہو" حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق صنف ثانی میں آخری بطن کے عدد کا اعتبار نہیں ہونا چاہیے۔ (قانون وراثت: ۹۳)

أمثلة الصنف الثانی

(۱) إذا انفرد واحد منهم استحق المال كله :

مسئله ۲

میــــت

زوج ۱ — أب الأم ۱

(۲) أولهم بالمیراث أقربهم إلی المیت من أیّ جهة کان :

مسئله ۲

میــــت

زوج ۱ — أب أب الأم ۱ (أقرب مدلی بغیر الوارث) — أب أم أم الأم م (أبعدمدلی بالوارث)

مسئله٤

میــــت

زوجه ۱ — أم أب الأم ۳ (أقرب مؤنث) — أب أم أم الأم م (أبعد مذکر)

(۳) وعندالاستواء فمن کان یدلی بوارث فهو أولی[1] :

مسئله ۱

میــــت

الأم
أم (جده صحیحه وارث)
أب
۱

الأم
أب (جد فاسد، غیر وارث)
أب
م

(٤) وإن استوت منازلهم، ولیس فیهم من یدلی بوارث أو کان کلهم یدلون بوارث، واتفقت صفة من یدلون بهم واتحدت[2] قرابتهم، فالقسمة حینئذٍ علی أبدانهم :

۱- قوله:"فهو أولی" قدمرمافیه.

۲- قوله:"واتحدت قرابتهم" بعض محققین کے نزدیک ان الفاظ کوعطف تفسیری پرمحمول کرنا چاہئے، کیونکہ اتفاق صفت اوراتحادقرابت میں معنی کے اعتبار سےکوئی فرق نہیں۔

مسئلہ ٣

میت

ام	ام
اب	اب
اب	ام
٢	١

وإن اختلفت صفة من يدلون بهم، يقسم المال على أول بطن اختلف، كما في الصنف الأول[1]:

مسئلہ ٧ تصـــ ٣٥

میت

اب	اب	اب	اب
ام	اب	اب	اب
$\frac{١}{٥}$		$\frac{٦}{٣٠}$	
اب	ام	اب	اب
٥	٦	٢٤	
ام	اب	ام	ام
٥	٦	٢٤	
ام	ام	اب	اب
ام	ام	اب	ام
٥	٦	١٦	٨

١- قولہ: "كما في الصنف الأول" اس قاعدے کی جو مثال دے گئی ہے اس پر اشکال ہوتا ہے کہ بطن اول میں اب چار مرتبہ لکھا ہوا ہے، ایک شخص کے چار باپ کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اب چار مرتبہ اس لیے نہیں لکھا گیا کہ باپ چار ہیں، بلکہ چار مرتبہ اس لیے لکھا گیا ہے کہ ایک ہی باپ چار شخصوں کے لیے واسطہ بن رہا ہے، ذیل میں دوسرے طریقے سے اس نقشہ کو لکھا جاتا ہے، اس سے بات واضح ہو جائے گی۔

اب

ام — اب

ام / ام / ام / اب (تحت ام)

ام — اب (تحت اب)

ام / ام / اب / ام (تحت ام)

اب / ام / اب (تحت اب)

ام — اب
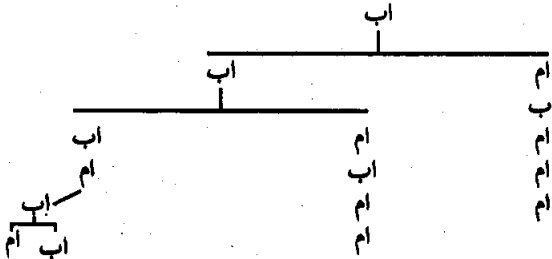
مثال:

كون عدد الأصول البعيدة زائدا علي عدد الأصول القريبة :

مسئله ۵ تصـــ ۱۵

میـــ

ام ام ۱ اب $\frac{۱}{۳}$ اب ۲	ام اب ٤ اب $\frac{٤}{۱۲}$ ام ٤ ، اب ۸
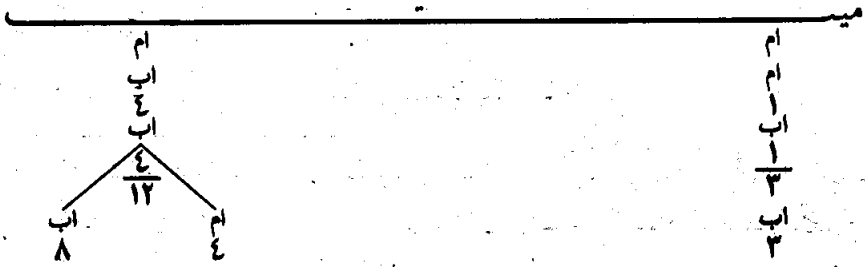
تشریح:

یہاں بطن ثانی میں اختلاف ہوگیا ہے۔ سب سے پہلے اسی بطن میں تقسیم کریں گے، اب کی اصول بعیدہ زائد ہونے کی وجہ سے اسے دو شمار کریں گے، چنانچہ اسے چار حصے اور ام کو ایک حصہ دیا گیا تو مخرج پانچ ہوا۔ اس کے بعد اب کی اصول بعیدہ میں تین حصوں کی ضرورت تھی تاکہ ایک ام اور دو اب کو دیے جائیں جب کہ حصے چار ہیں، اس لیے تین کو مضروب بنا کر تصحیح کر لی گئی۔

(۵) وإن اختلفت قرابتهم فالثلثان لقرابة الأب وهو نصيب الأب، والثلث لقرابة الأم وهو نصيب الأم، ثم ما أصاب لكل فريق يقسم بينهم، كما لو اتحدت قرابتهم:

مسئله ٤

میـــ

زوجة	اب ام الام	اب ام الآب
ربع	ثلث	ثلثان
۱	۱	۲
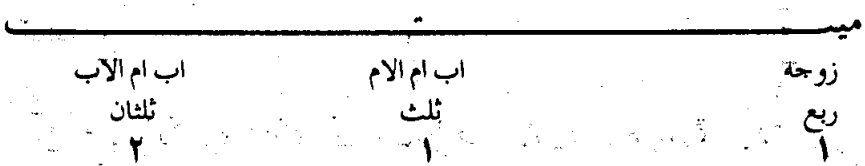
واضح رہے کہ یہاں جدین فاسدین کو باقی کا ثلث اور ثلثان دیا گیا ہے۔

فصل فی الصنف الثالث

اولاد الأخوات مطلقاً (بھانجے[1]، بھانجیاں) بنات الإخوۃ مطلقاً (بھتیجیاں) اور بنوالإخوۃ لأم (ماں شریک بھائی کے بیٹے) کا بیان۔

صنف ثالث میں تقسیم کے لیے صنف اول سے ملتے جلتے چار قاعدے ہیں:

۱- قولہ: "بھانجے بھانجیاں" لطیفہ: اگر کوئی میت یہ چار وارث چھوڑے: بھتیجا، بھتیجی، بھانجا، بھانجی، تو ان میں سے اول (جبکہ عینی یا علّی ہو) عصبات میں سے ہونے کی بناء پر کل مال لے گا، اس کے ہوتے ہوئے بقیہ تینوں محروم ہو جائیں گے، کیونکہ وہ ذوی الأرحام میں سے ہیں۔

حادثۃ الفتوی: ۱۹۳۱ء کا واقعہ ہے کہ ایک شخص فوت ہو گیا، پسماندگان میں دو بیویاں، چار حقیقی بھانجے، اور دو علاتی بھتیجیاں چھوڑیں۔ کلکتہ کی عدالت نے فقہ حنفی کے مطابق فیصلہ کرتے ہوئے ہر بیوی کو $\frac{1}{8}$، ہر بھانجے کو $\frac{1}{6}$ اور ہر بھتیجی کو $\frac{1}{24}$ حصہ دیا۔ یہ غلط ہے۔ اس لیے کہ جب اولاً اصول پر مال تقسیم ہوگا تو عدد فروع سے لیتے ہوئے وہ ٤ اخت ع بن جائیں گی اور ثلثان کی حقدار ہوں گی جو اس عدالت نے کل مال سے دیا ہے۔ جب کہ ماقی سے دینا چاہیے۔ اخ علّی کو باقی مال عصوبت ملے گا۔ پھر ہر ایک کا حصہ ان کی اولاد کی طرف منتقل ہوگا۔ عدالت نے مسئلہ یوں بنایا ہوگا:

مسئلہ ۱۲ تصـــ ۲٤

میـــت

	۲ زوجہ	٤ ابن اخت ع	۲ بنت اخ عل
	۳	۸	۱
فی طائفہ	٦	۱٦	۲
فی فرد	۳	٤	۱

صحیح تقسیم یہ ہے کہ کل آٹھ افراد میں سے ہر ایک کو $\frac{1}{8}$ حصہ ملے گا کیونکہ بھانجوں کو ماقی سے ثلثان دیں گے نہ کہ کل سے۔

مسئلہ ٤ تصـــ ۸

میـــت

	۲ زوجہ	٤ ابن اخت ع	۲ بنت اخ عل
	۱	۲	۱
فی طائفہ	۲	٤	۲
فی فرد	۱	۱	۱

(۱) اگر وارث ایک ہے تو کل مال کا مستحق ہوگا۔

اگر ایک سے زیادہ ہیں تو درجہ استواء میں ہوں گے یا عدم استواء میں:

(۲) عدم استواء میں اُقرب اولیٰ اور اُبعد محجوب ہوگا۔

استواء کی صورت میں کل ولد الوارث[1] ہوں گے یا کل ولد غیر الوارث، یا بعض ولد الوارث اور بعض ولد غیر الوارث:

(۳) تیسری صورت میں ترجیح ہوگی اور ولد الوارث اولیٰ ہوں گے۔

(٤) اگر کل ولد وارث ہوں یا کل ولد غیر الوارث، تو اولاً اصول[2] پر ذی فرض وعصبہ ہونے کی حیثیت سے تقسیم کریں، صفت اصول سے لیں اور عدد فروع سے، پھر جو کچھ اصل کو ملے وہی اس کی فرع کو منتقل کیا جائے، عینی وعلّی کے فروع میں "للذکر مثل حظ الانثیین" کے قاعدہ کے مطابق تقسیم ہوگا اور خیفی کے فروع میں علی السویۃ۔

فائدہ: اگر اُحد الزوجین موجود ہو تو ذوی الأرحام کو باقی سے سہم ملے گا نہ کہ کل مال سے[3]۔

۱- قولہ: "کل ولد وارث" ولد وارث سے مراد عام ہے، خواہ ولد ذی فرض ہو یا ولد عصبہ، پھر اس کی تین صورتیں ہیں: کل ولد ذی فرض ہوں، کل ولد عصبہ ہوں، بعض ولد ذی فرض اور بعض ولد عصبہ۔

۲- قولہ: "اولاً اصول پر" یہ امام محمد رحمہ اللہ کا مفتی بہ قول ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک قوی ضعیف کو محجوب کرے گا، پھر ابدان فروع پر "للذکر مثل حظ الأنثیین" تقسیم کیا جائے گا، چاہے عینی وعلّی کے فروع ہوں یا خیفی کے۔ قال فی السراجیة: "ولو کانا لأم المال بینهما للذکر مثل حظ الانثیین عند أبي یوسف رحمه الله تعالی باعتبار الأبدان، وعند محمد رحمه الله تعالی المال بینهما أنصافاً باعتبار الأصول".

میت

	الاخ لام	الاخت لام
	ابن	بنت
	بنت	ابن
عند ابی یوسف رحمہ اللہ:	۱	۲
عند محمد رحمہ اللہ:	۱	۱

۳- قولہ: "نہ کہ کل مال سے" مولی الموالاۃ اور مقرلہ بالنسب کا بھی یہی حکم ہے۔

(دیکھیے شامیہ: ٦/٧٦٤، ٧٩٢: مطبع سعید، کراتشی)

أمـــثـــلة الصنف الثالث

(١) إذا انفرد واحد منهم استحق المال كله لعدم المزاحم:

اولاد الأخوات	بنات الاخوة	بنوالإخوة لأم
ميـــــت،	ميـــــت،	ميـــــت
اخت ع/عل/خ	اخ ع/عل	اخ خ
ابن/بنت	بنت	ابن
١	١	١

(٢) أولهم بالميراث أقربهم إلى الميت:

مسئلہ ١

ميـــــت

اخت	اخ
بنت	بنت
	ابن
١	م

(٣) وإن استووا في القرب فولد العصبة[1] أولىٰ من ولد ذوي الأرحام:

مسئله ١، كلاهما لأب وأم أو لاب — ميـــــت

اخ ع/عل	اخت ع/عل
ابن	بنت
بنت	ابن
(ولد الوارث)	(ولدغيرالوارث)
١	م ولوكان ذكراً

مسئله ١، أحدهما لأب وأم والآخر لأب — ميـــــت

اخ ع	اخت عل
ابن	بنت
بنت	ابن
(ولد الوارث)	(ولدغيرالوارث)
١	م ولوكان ذكراً

المسألة الاستطرادية[2]:

ولـو كـانـا لأم، الـمـال بينهما للذكر مثل حظ الأنثيين عند أبي يوسف رحمه الله تعالى باعتبار الأبدان، وعند محمد رحمه الله تعالى المال بينهما أنصافاً باعتبار الأصول.

١- قوله: "فولد العصبة أولىٰ من ولد ذوي الأرحام" ولد العصبة کی تخصیص اس لیے کی کہ اس صورت میں ولد ذی فرض کا ولد ذی رحم سے تقابل ممکن نہیں، کیونکہ ولد ذی فرض صرف پہلے بطن میں پایا جاتا ہے اور ولد ذی رحم پہلے بطن کے بعد والے بطون میں پایا جاتا ہے، پس ایک درجے میں ان کا تقابل ممکن نہیں۔ البتہ ولد عصبہ چونکہ بقیہ بطون میں بھی ہوتا ہے، اس لیے اس کا تقابل ولد ذی رحم سے ہوسکتا ہے۔ مندرجہ بالا مثال اسی وجہ سے تین بطون پر مشتمل ہے تا کہ ولد عصبہ کا ولد ذی رحم سے تقابل دکھایا جاسکے۔

٢- قوله: "المسألة الاستطرادية" یہ مسألہ دراصل چوتھے قاعدے کی مثال ہے۔ مصنف رحمہ اللہ نے اسے یہاں تیسرے قاعدے کی مثال کے بعد طرداً للباب ذکر کردیا ہے۔ چوتھے قاعدے کی دو مثالیں ہوسکتی ہیں: ایک یہ کہ اصول میں قوت وضعف کا اختلاف نہ ہو، دوسرے یہ کہ اصول قوت وضعف میں مختلف ہوں۔ پہلی میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا اختلاف جاری ہوگا دوسری میں نہیں۔ یہ مثال پہلی صورت کی ہے، دوسری صورت کی مثال آگے آرہی ہے۔

کل ولد غیر وارث

میت

الأخ لام	الأخت لام
ابن	بنت
بنت	ابن

عندابی یوسف رحمہ اللہ:	۱	۲
عندمحمد رحمہ اللہ:	۱	۱

(٤) قال في رد المحتار[1]: " إذا كان كلهم أولاد وارث أولم يكن فيهم ولد وارث، عندأبي يوسف رحمه الله يعتبر الأقوى، ثم يقسم على الأبدان، للذكر ضعف ما للأنثى، وعند محمدوهو الظاهر من قول أبي حنيفة، يقسم المال على الأصول مع اعتبار "عدد الفروع وجهات الأصول" فما أصاب كل فريق يقسم بين فروعهم كما في الصنف الأول".

(ردالمحتارملخصا، باب توريث ذوى الأرحام: ٧٩٤/٦ مطبع سعيد، كراتشي)

"وولد الوارث إما يكون ولد ذي فرض كبنات أخوات متفرقات أو ولد عصبة كبنتي ابن الأخ لأبوين أو لأب، أو أولاد وارثين أحدهما عصبة والآخر ذوفرض كبنت أخ لأبوين أو لأب، وبنت أخ لأم" اهـ، ملخّصاً (المصدر السابق)

مثال ما إذا كان كلهم ولد الوارث:

مسئلہ٦ ر٥ — کل ولد ذی فرض

میت

اخت ع	اخت عل	اخت خ
۳	۱	۱
بنت	بنت	بنت
۳	۱	۱

مسئلہ۲ — کل ولد عصبہ

میت

اخ ع/عل	اخ ع/عل
ابن	ابن
بنت	بنت
۱	۱

۱- قولہ: "قال في رد المحتار" یہ مسئلہ شامیہ میں بنسبت سراجیہ کے جامع مانع ہے، اس لیے وہاں سے نقل کیا گیا ہے۔ سراجی میں اس مقام پر تمام صورتوں کو ضبط نہیں کیا گیا جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا۔

مسئله٦ بعض ولد ذی فرض وبعض ولد عصبه

میت

اخ خ	اخ ع/عل
١	٥
بنت	بنت
١	٥

مثال ما إذا كان كلهم ولد غيرالوارث، وقد ذكر في السراجية للقاعدة المذكورة هذا المثال فقط، ولم يذكر مثالاً لما إذا كان كلهم ولد الوارث، فافهم!

مسئله٣ عندأبي يوسف رحمه الله ، مسئله٢ عندمحمد رحمه الله

میت ، میت

اخت خ	اخ خ	اخت خ	اخ خ
بنت	ابن	بنت	ابن
١	١		
ابن	بنت	ابن	بنت
١	١	٢	١

وفي السراجية في بيان هذه القاعدة[1]: "وإن استووا في القرب وليس فيهم ولد العصبة[أي كلهم أولاد غير الوارث] أو كان [كلهم أولادأصحاب الفرائض، أو كان] كلهم أولاد العصبات، أو كان بعضهم أولاد العصبات وبعضهم أولاد أصحاب الفرائض، فأبويوسف رحمه الله يعتبر الأقوى، ومحمد رحمه الله يقسم المال على الإخوة والأخوات مع اعتبار عدد الفروع والجهات في الأصول،فما أصاب كل فريق يقسم بين فروعهم، كما في الصنف الأول".

مسئله ٤ عندأبی یوسف رحمه الله

میت

اختخ		اخخ	اختعل		اخعل	اختع		اخ ع
بنت	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت
٣	٣	٣	٣	٣	٣	١	٢	١

١- قوله:"وفي السراجية في بيان هذه القاعدة" سراجی میں یہاں عکس ہے،اس طور پر کہ کل ولدغیرالوارث پہلے بیان ہوئے ہیں،کل ولدالوارث بعدمیں،علاوہ ازیں شرّاح نے فرمایاہے کہ "وليس فيهم ولد العصبة "کی جگہ "وليس فيهم ولد الوارث" کی تعبیر جامع ہے تاکہ "وليس فيهم ولد ذی فرض "کوبھی شامل ہوجائے، نیزیہ کہ کل ولدالوارث کی تین صورتیں ہیں:کل ولد ذی فرض ہوں،کل ولدعصبہ ہوں،بعض ولدذی فرض ہوں اور بعض ولدعصبہ۔کتاب میں صرف آخری دوذکرہیں پہلی نہیں۔فافهم فإنه من مزلة الأقدام.

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کل مال بنوالاعیان کوار باعاً ملے گا، بنوالعلات اور بنوالاخیاف محروم ہوں گے۔ اگر بنوالاعیان نہ ہوں تو بنوالعلات پر کل مال ار باعاً تقسیم ہوگا، بنوالاخیاف محروم ہوں گے۔ اگر بنوالعلات بھی نہ ہوں تو بنوالاخیاف کوکل مال ار باعاً دیا جائے گا۔

مسئلہ ۳ تصــ ۹ عند محمد رحمه الله تعالیٰ

میت

اخ ع ۲/۶	اخت ع ۱/۳		اخ عل	اخت عل		اخ خ ۱/۳	اخت خ	
بنت	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت
۱/۳	۲	۱	۴	۴	۴	۱	۱	۱

تشریح:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اولاً اخوۃ واخوات پر تقسیم کیا جائے گا، ان میں سے خیفیہ ذی فرض ہیں، عینیہ عصبہ، اور علّیہ محروم، خیفیہ کا فرض ثلث ہے لہٰذا مسئلہ تین سے ہوگا، ان میں سے ایک خیفیہ کو ملا، دو عینیہ کو، اب عینیہ کو جو ۲ ملا وہ ان پر نصف نصف برابر تقسیم ہو جاتا ہے کیونکہ اخت عینی باعتبار عدد فروع کے بمنزلہ ۲ اخت کے ہے، جتنا ایک اخ عینی کو ملے گا اتنا دو اخت عینی کو دیا جائے گا، لیکن خیفیہ کو جو ایک ملا وہ ان کے عدد رؤس پر مستقیم نہیں، ان کا عدد رؤس باعتبار عدد فروع کے تین ہے، لہٰذا کل عدد رؤس کو تمام سہام اور اصل مسئلہ کے ساتھ ضرب دے کر تصحیح کی جائے گی، کل مسئلہ ۹ سے ہوگا، عینیہ کا سہم ٦ اور خیفیہ کا سہم ۳ ہو جائے گا، عینیہ کے ٦ سہام میں سے اخت عینی کو ۳ دیں گے، کیونکہ اس کی فرع ۲ ہیں، اور اخ عینی کی فرع ایک ہے، لہٰذا اس کو بھی تین ملیں گے۔ خیفیہ کے ۳ سہام میں سے ایک اخ کو اور ۲ اخت کو ملیں گے، کیونکہ وہ باعتبار عدد فروع بمنزلہ ۲ اخت ہے۔

پھر اخ عینی کے تین سہام اس کی فرع کی طرف منتقل ہوئے، اخت عینی کے ۳ سہام اس کے فروع میں للذکر مثل حظ الأنثیین تقسیم ہوئے تو ابن کو ۲ سہم اور بنت کو ایک سہم ملا، اخ خیفی کا ایک حصہ اس کی فرع کو دے دیا گیا، اخت خیفیہ کے دو حصے اس کے فروع میں برابر تقسیم ہوں گے تو ہر ایک کو ایک ایک ملے گا، للذکر مثل حظ الأنثیین کا قانون جاری نہ ہوگا، کیونکہ ان کے اصول میں یہ قانون جاری نہیں ہوتا۔

وضاحت:

اس مثال میں بغرض تسہیل پہلے اعیان، پھر علات، پھر اخیاف کو لکھا گیا ہے، سراجی میں پہلے اخوۃ متفرقین، پھر اخوات متفرقات کی ترتیب اختیار کی گئی ہے۔اس کے مطابق مثال یوں بنے گی:

مسئلہ ٤ — عند أبی یوسف رحمہ اللہ

میت

اخ ع	اخ عل	اخ خ	اخت ع		اخت عل		اخت خ	
بنت	بنت	بنت	ابن	بنت	ابن	بنت	ابن	بنت
١	م	م	٢	١	م	م	م	م

مسئلہ ٣ تصـ ٩ — عند محمد رحمہ اللہ تعالٰی

میت

اخ ع	اخت عل	اخ خ	اخت ع		اخت عل		اخت خ	
$\frac{1}{3}$			$\frac{1}{3}$				$\frac{1}{3}$	
بنت	بنت	بنت	ابن	بنت	ابن	بنت	ابن	بنت
٣	م	١	٢	١	م	م	١	١

نکتہ:
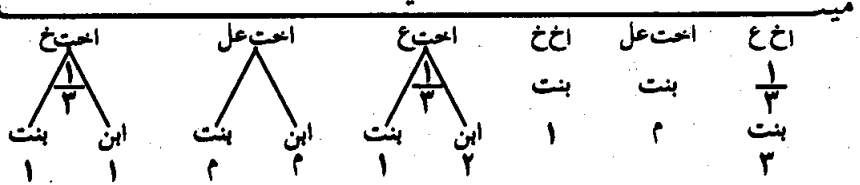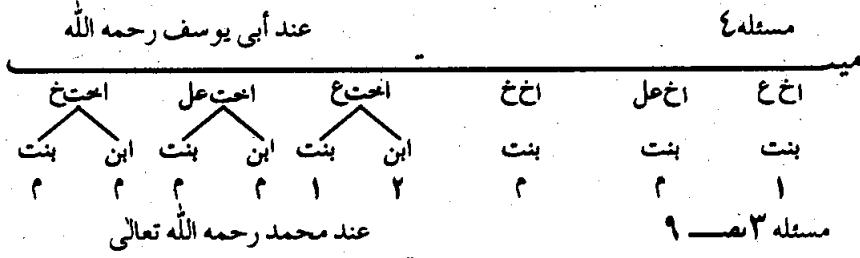
اس مثال میں مصنف رحمہ اللہ نے صنف ثالث کے ایک کے سوا تمام افراد کو جمع کر دیا ہے۔باب کے شروع میں مصنف رحمہ اللہ نے صنف ثالث کی مثال میں تین اجناس ذکر کیے تھے: اولاد الأخوات، بنات الإخوۃ، بنو الإخوۃ لأم، یہ کل دس افراد ہوئے۔ اس مثال میں پہلے تین بنات الاخوۃ ہیں، بقیہ چھ اولاد الأخوات ہیں، باقی صرف ایک رہ گیا یعنی بنو الإخوۃ لأم، اس کو اگلی مثال میں ذکر کیا ہے۔

مسئلہ مہمّۃ:

مندرجہ ذیل مسئلے میں صنف ثالث کی تین بنات ہیں، ایک عینی کی اولاد ہے، ایک علّی کی اور ایک خیفی کی، ان میں باتفاق صاحبین رحمہم اللہ عینی کی اولاد کو ملے گا، علّی وخیفی کی اولاد محروم ہوگی، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ہاں تو ظاہر ہے کیونکہ وہ قوی کے ہوتے ہوئے ضعیف کو محجوب کر دیتے ہیں، امام محمد رحمہ اللہ کے ہاں اس وجہ سے کہ پہلے تیسرے قاعدے کی رو سے ولد الوارث (بنو الاعیان والعلات) ولد غیر وارث (بنو الاخیاف) کو محجوب کر دیں گے، پھر پانچویں قاعدے کی رو سے اولاً اصول پر تقسیم کیا جائے گا تو عینی بوجہ قوی ہونے کے علّی کو محجوب کر دیگا لہٰذا بنو الأعیان کل مال کے مستحق ہو جائیں گے، گویا یہ اجماع مرکب کی مثال ہوئی۔ اجماع

مرکب ”اتفاق فی الحکم مع الاختلاف فی الدلیل“ کو کہتے ہیں۔ یہاں بھی مسئلہ کے حکم میں صاحبین رحمہما اللہ کا اتفاق ہے، اگرچہ دلیل الگ الگ ہے۔

مسئلہ ١ (اجتماع القاعدة الثالثة والرابعة، اجماع مرکب)

میت

اخ ع	اخ عل	اخ خ
ابن	ابن	ابن
بنت	بنت	بنت
١	محجوب لضعف القرابة	محجوب لكونها ولدغيروارث

فصل فی الصنف الرابع

عم خیفی، عمات[1]، اخوال اور خالات کے بیان میں

اس صنف میں تقسیم کے لیے تین قاعدے ہیں:

(۱) اگر وارث ایک ہے، تو کل مال کا مستحق ہوگا۔

ایک سے زائد ہو[2] تو دیکھا جائے گا کہ اتحاد قرابت ہے یا اختلاف قرابت[3]؟

(۲) اگر اتحاد قرابت ہے (یعنی کل ابویہ ہیں یا کل امویہ) تو قوی ضعیف کو محجوب کرے گا[4] یعنی عینی، علّی وخیفی کو اور علّی، خیفی کو محجوب کرے گا، پھر کل مال بقاعدۂ للذکر مثل حظ الانثیین[5] تقسیم کردیا جائے گا۔

اگر اختلاف قرابت ہے (یعنی کچھ ابویہ ہیں کچھ امویہ) تو ہر طائفے کا قوی اسی کے ضعیف کو محجوب کرے گا، دوسرے طائفے کے ضعیف پر اثر انداز نہیں ہوگا، پھر ابویہ پر ثلثان اور امویہ پر ثلث بقاعدۂ "للذکر مثل حظ الانثیین" تقسیم کردیا جائے گا۔

۱- قولہ: "عم خیفی، عمات" لطیفہ: اگر کسی شخص کے صرف یہ چار وارث ہوں: چچا (عینی/علّی) پھوپھی، ماموں اور خالہ، تو اول کل مال لے گا بوجہ عصبہ بنفسہ ہونے کے، بقیہ تینوں محروم ہوجائیں گے۔

۲- قولہ: "ایک سے زائد ہو" حاصل یہ ہے کہ اس صنف میں جب ورثہ ایک سے زائد ہوں تو پہلے ترجیح ہوگی پھر تقسیم، ترجیح قوت وضعف کے اعتبار سے اور تقسیم للذکر مثل حظ الانثیین کے اعتبار سے، چاہے قرابت اخیافی ہی کیوں نہ ہو، فلیتنبہ. پھر واضح ہو کہ یہاں اقرب وابعد والا دوسرا قاعدہ ذکر نہیں، کیونکہ وہ یہاں جاری نہیں ہوتا۔
"وإنما لم يذكر الأقربية في هذا الصنف؛ لأنهم كلهم في درجة واحدة، فلم تتصور فيهم أقربية بخلاف أولادهم كما سيجيء". (شریفیہ)

۳- قولہ: "اتحاد قرابت ہے یا اختلاف قرابت" اتحاد قرابت یہ ہے کہ سب ابویہ ہوں، جیسے: عم خیفی وعمات، یا سب امویہ ہوں، جیسے: اخوال وخالات، اختلاف قرابت یہ کہ کچھ ابویہ ہوں کچھ امویہ۔

٤- قولہ: "قوی ضعیف کو محجوب کرے گا" جس طرح عصبات میں قوت وضعف کی ترجیح صرف آخری دو اقسام یعنی جہت اخوت وعمومت میں جاری ہوئی تھی اسی طرح یہاں بھی یہ ترجیح صرف صنف ثالث ورابع میں جاری ہوگی، ثالث میں اس کی تصریح نہیں ہوسکی، وہ اس قول کے ضمن میں خود بخود جاری ہوگئی: "اولاً اصول پر ذی فرض وعصبہ ہونے کی حیثیت سے تقسیم کریں"۔

۵- قولہ: "بقاعدہ للذکر مثل حظ الانثیین" یہاں اگر قرابت اخیافی ہو پھر بھی ذکر کو انثی سے دگنا ملے گا، "فهم شركاء في الثلث" کا قاعدہ خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے ذوی الفروض پر منحصر رہے گا، یہاں متعدی نہ ہوگا کیونکہ ذوی الارحام کی توریث میں عصوبت کا معنی ہے نہ کہ فرضیت کا۔ یہ مسئلہ درج ذیل عبارت میں مذکور ہے۔ قال فی السراجیۃ: "وإن كانوا ذكوراً أو إناثاً واستوت قرابتهم فللذكر مثل حظ الأنثيين، كعم وعمة كلاهما لأم، أو خال وخالة كلاهما لأب وأم، أو كلاهما لأب، أو كلاهما لأم". وقال في البحر الرائق: "وإن كانوا جميعا لأم فالمال بينهم للذكر مثل حظ الأنثيين". (۹/ ٤٠١، عند الكلام على الصنف الرابع)

فصل فی أولاد الصنف الرابع ☆

ان میں تقسیم کے لیے بعینہٖ صنف اول جیسے قاعدے ہیں، البتہ پہلے دو قاعدوں کے بعد تھوڑا سا اضافہ[1] ہے۔

(۱) وارث ایک ہے تو کل مال کا مستحق ہوگا۔

(۲) ایک سے زیادہ ہے تو عدم استواء کی صورت میں اقرب اولیٰ اور ابعد محجوب ہوگا۔

اگر درجۂ استواء ہو تو پھر دیکھا جائے گا کہ اتحاد قرابت ہے یا اختلاف قرابت: اگر اتحاد قرابت[2] ہے تو پہلے قوت قرابت کا قانون جاری ہوگا یعنی عینی، علّی و خیفی کو اور علّی، خیفی کو محجوب کرے گا، اگر یہ قانون جاری نہ ہو سکے، مثلاً سب ایک جیسی قرابت رکھتے ہوں تو ولد الوارث والا قانون جاری ہوگا یعنی ولد وارث، ولد غیر وارث کو محجوب کرے گا، اور اگر دونوں قوانین کا تعارض ہو جائے تو ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ پہلے قانون کو ترجیح ہوگی[3]۔

☆ پہلی تین اصناف میں عالین ذوی الفروض وعصبات میں سے ہوتے تھے اور سافلین ذوی الارحام میں سے، مثلاً بنت ذوی الفروض میں سے ہے اور اولاد البنت ذوی الارحام میں سے، وعلی ھذا القیاس، لہٰذا صرف سافلین کے احوال کے بیان کی ضرورت تھی، اس صنف میں عالین بھی ذوی الارحام میں سے ہیں اور سافلین بھی اور دونوں کے احوال میں فرق ہے، لہٰذا الگ الگ بیان کی حاجت ہوئی۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے شروع باب میں صنف رابع کے جو افراد گنوائے ہیں ان میں بنات العم کو اسی لیے شامل نہیں کیا کہ اس کے احوال صنف رابع جیسے نہیں، ان کی اولاد جیسے ہیں۔ عالین سے مراد عم خیفی، عمات اور اخوال وخالات ہیں اور سافلین سے مراد ان کی اولاد۔

لطیفہ: اگر کسی شخص کی وفات کے وقت یہ چار بھائی زندہ ہوں، چچا زاد (عینی یا علّی) پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد، تو اول بوجہ عصبہ بنفسہ ہونے کے وارث ہوگا، بقیہ تین ذوی الارحام میں سے ہیں لہٰذا محجوب ہوں گے۔

۱- قولہ: "تھوڑا سا اضافہ" یہ اضافہ اتحاد قرابت واختلاف قرابت کی تفریق اور قوت وضعف کی ترجیح کی صورت میں ہے۔

۲- قولہ: "اگر اتحاد قرابت" اتحاد قرابت کا مطلب یہ ہے کہ سب جانب اب یعنی عم خیفی اور عمہ کی اولاد ہوں یا سب جانب ام یعنی خال اور خالہ کی اولاد ہوں، اور اختلاف قرابت کا مطلب یہ ہے کہ مشترک ہوں، بعض جانب اب کی اولاد ہوں اور بعض جانب ام کی اولاد میں سے ہوں۔

۳- قولہ: "پہلے قانون کو ترجیح ہوگی" مثلاً بنت العم علی اور ابن العمہ عینی میں سے ثانی بوجہ قوت قرابت اولیٰ ہے۔ اول اگرچہ ولد وارث ہے مگر ضعیف القرابت ہے، اس لیے محروم ہوگا ــــ وفی کلام السراجیة فی هذا المقام نوع إشكال يأتي بيانه في الأمثلة إن شاء الله تعالى.

اور اگر اختلاف قرابت ہے تو جانب اب کو ثلثان اور جانب ام کو ثلث دینے کے بعد جانب اب میں دونوں اور جانب ام میں صرف پہلا[1] قانون جاری ہوگا، حسب سابق جانب اب کا قوی (یا ولد الوارث) جانب ام کے ضعیف (یا ولد غیر الوارث) پر اثر انداز نہیں ہوگا۔[2]

ان ترجیحات کے بعد[3] امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مسئلہ ہمیشہ ابدان فروع سے بنے گا اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اگر:

(۳) صفت اصول متفق ہے تو مسئلہ ابدان فروع سے بنے گا۔

(٤) اگر صفت اصول میں اختلاف ہے تو اول بطن مختلف پر تقسیم کریں، لیکن صفت اصول سے اور عدد فروع سے لیں، بعد ازاں ہر طائفہ کا حصہ اس کے فروع کو منتقل کر دیا جائے، مزید اختلاف ہو تو مزید طائفے بنا دیں، کسر ہو تو تصحیح کر لیں۔

فائدہ[4]: میت کی صنف رابع میں سے اگر کوئی موجود نہ ہو تو پھر یہی حکم میت کے اب وام کی صنف رابع (عمومت وخؤولت) پھر ان کی اولاد کی طرف منتقل ہو جائے گا، اگر یہ بھی موجود نہ ہوں تو میت کے جد وجدّہ کی صنف رابع (عمومت وخؤولت) پھر ان کی اولاد کی طرف منتقل ہو جائے گا، وهکذا إلیٰ آخره.

۱- قوله: "جانب ام میں صرف پہلا" ولم یذکر هنا ولد العصبة؛ إذ لا تتصور عصوبة فی جانب الأم. (شریفیة)

۲- قوله: "جانب اب کا قوی جانب ام کے ضعیف پر اثر انداز نہ ہوگا" قال فی السراجیة: "وإن استووا فی القرب ولکن اختلف حیز قرابتهم فلا اعتبار لقوة القرابة ولا لولد العصبة فی ظاهر الروایة. اهـ أی فیما بین الطائفتین المختلفتین، مثاله:

مسئلہ۳ — لا اعتبار لقوة القرابة

(۱) میت

عمه ع	خاله عل/ خ
ابن	بنت
۲	۱

مسئلہ۳ — لا اعتبار لولد العصبة

(۲) میت

عم ع	خال/ خاله ع
بنت	بنت
(ولد الوارث، أبوی)	(ولد غیر الوارث، أموی)
۲	۱

۳- قوله: "ان ترجیحات کے بعد" درحقیقت یہاں تین ترجیحات ہیں جو بالترتیب جاری ہوتی ہیں: پہلی قرب وبعد کی یعنی استواء وعدم استواء کی جو دوسرے قاعدے کی صورت میں بیان ہوئی، دوسری قوت وضعف کی، تیسری ولد الوارث وولد غیر الوارث کی۔ ویأتی توضیحه فی الأمثلة إن شاء الله تعالیٰ.

٤- قوله: "فائدہ:" اس میں ذوی الأرحام صنف خامس وسادس إلیٰ آخره کا حکم بتایا گیا ہے۔

أمثلة الصنف الرابع

(١) الحكم فيهم أنه إذا انفرد واحد منهم استحق المال كله؛ لعدم المزاحم:

مسئله ١	مسئله ١	مسئله ١	مسئله ١
ميت	ميت	ميت	ميت
عم خ	عمه	خال	خاله
١	١	١	١

(٢) (الف) اتحادقرابت:

ترجيح بالقوة:

وإذا اجتمعوا وكان حيز قرابتهم متحدا......فالأقوى منهم أولى بالإجماع...... ذكورا كانوا أو إناثاً[1]:

مسئله ١		مسئله ١	
ميت		ميت	
عمه ع	عم خ	خاله ع	خال خ
١	م	١	م

طريقة التقسيم:

وإن كانوا ذكورا أوإناثاً واستوت قرابتهم فللذكر مثل حظ الأنثيين[2] كعم وعمة

١- قوله: "ذكورا كانوا أو إناثاً" أي لا ترجيح للذكر على الأنثى فلا فرق بين أن يكون الأقوى ذكرا أو أنثى، إنما الترجيح باعتبار القوة فقط.

٢- قوله: "فللذكر مثل حظ الأنثيين" وإن كانوا بني الأخياف كما يفهم من قول السراجية: "كعم وعمة كلاهما لأم" وهذا لأن قوله تعالى: "فهم شركاء في الثلث" يقتصر على موزده و هوذوالفروض، ولايتعدى إلى غيره لكونه على خلاف القياس.

كلاهما لأم[1]، أو خال و خالة كلاهما لأب و أم، أو لأب، أو لأم:

مسئله۳		مسئله۳	
ميـــت		ميـــت	
عم خ	عمه خ	خال ع/عل	خاله ع/عل
۲	۱	۲	۱

(ب) اختلاف قرابة:

وإن كان حيز قرابتهم مختلفا، فلا اعتبار لقوة القرابة[2]. فالثلثان لقرابة الأب و الثلث لقرابة الأم، ثم ما أصاب كل فريق يقسم بينهم، كما لو اتحد حيز قرابتهم :

مسئله۳		مسئله۳	
ميـــت		ميـــت	
عمه خ	خاله خ	خاله ع	عمه خ
۲	۱	۱	۲

۱- قوله:"كعم وعمة كلاهما لأم" والمصنف اكتفى فى ذكر العم والعمة بكونهما لأم، ووجهه ظاهر ؛ لأن العم لايمكن أن يكون فى هذا المثال عينيّا أو علّيا، وإلا لكان عصبة، نعم يستوى فى العمة أن تكون عينية أو علية أو خيفية، فافهم.

۲- قوله:"فلااعتبار لقوة القرابة" أى فيما بين الطائفتين المختلفتين، فلا يكون الأقوى من جانب الأب أولى من الأضعف من جانب الأم، بل قوى كل طائفه يحجب ضعيفها، كما فى الشريفية و الشامية.

أمثلة أولاد الصنف الرابع

(١) الحكم فيهم أنه إذا انفرد واحد منهم استحق المال كله؛ لعدم المزاحم:

مسئله ١ ميت	مسئله ١ ميت	مسئله ١ ميت
عم خ	عمه	خال/ خالة
بنت	ابن	ابن
١	١	١

ترجيح بالقرب:

أولهم بالميراث أقربهم إلى الميت، من أيّ جهة كان:

مسئله ١ ميت

عمه	عمه
بنت	بنت
١	ابن
	م

مسئله ١ ميت

خاله	خاله
بنت	بنت
١	ابن
	م

ترجيح بالقوة:

وإن استووا في القرب وكان حيز قرابتهم متحدا فمن كانت له قوة القرابة فهو أولى بالإجماع:

مسئله ١ ميت

عمه ع	عمه عل	عمه خ
بنت	ابن	ابن
١	م	م

مسئله ١ ميت

خاله ع	خاله عل	خاله خ
بنت	ابن	ابن
١	م	م

ترجيح بالإدلاء إلى الوراث:

وإن استووا فی القرب [بحسب الدرجة] وفی القرابة [بحسب القوة] وكان حيز قرابتهم متحدا فولد العصبة أولىٰ[1]:

مسئله ۱

میت

عم ع/عل	عمه ع/عل
بنت	ابن
۱	م

تعارض قانونين:

وإن كان أحدهما (أى العمة) لأب وأم والآخر[2] (أى العم) لأب، كان المال كلّه لمن كانت له قوة القرابة فی ظاهر الرواية:

مسئله ۱

میت

عم عل	عمه ع
بنت	ابن
	۱
[ولدالوارث ضعيف القرابة]	[ولد غيرالوارث قوى القرابة]

اختلاف القرابة:

وإن استووا فی القرب ولكن اختلف حيز قرابتهم ...... لكن الثلثين لمن يدلی بقرابة الأب، فتعتبر قوة القرابة ثم ولد العصبة، والثلث لمن يدلی بقرابة الأم، وتعتبر فيهم قوة القرابة (سراجی) ولم يذكر ههنا ولد العصبة، إذ لا تتصور عصوبة فی قرابة الأم. (شريفية)

۱- قوله: "فولد العصبة أولىٰ" إنما خصّص ولد الوارث بولد العصبة، لأن ولد ذی الفرض لا يتصورهنا.

۲- قوله: "وإن كان أحدهما...... والآخر" اعلم أن عبارة المصنف شاملة للصورتين أحدهما اتفاقية، وهی ما إذا كان العم لأب وأم والعمة لأب فقط، وهی ليست بمرادة؛ لأنه لا تعارض حينئذٍ، بل المال كله لبنت العم بالاتفاق. وثانيهما اختلافية، وهی أن تكون العمة لأب وأم والعم لأب، وهذه هی المرادة؛ للزوم تعارض الترجيحين حينئذٍ، فتأويل كلام المصنف أن المراد بلفظ الأحد وكذا بلفظ الآخر أمر معين؛ لأن لفظ الأحد فی المتن معرفة بالإضافة العهدية، فالمرادبه العمة. ولفظ الآخر فيه معرفة باللام، فالمراد به العم، فاحفظ. (حاشية شريفية بتغيير)

طريقة التقسيم :

ثم عند أبي يوسف ما أصاب لكل فريق يقسم على أبدان فروعهم مع اعتبار عدد الجهات في الفروع، وعند محمد يقسم المال على أول بطن اختلف مع اعتبار عدد الفروع والجهات في الأصول، كما هو مذهبهما في الصنف الأول.

عند أبي يوسف المسئلة من ١٠، وعند محمد المسئلة من ١٠ تصــ ٥٠

میـــــــــــــــــ

عم	عم	عم
بنت	بنت	بنت
	٤	
ابن	ابن	ابن
	٤	
	٢٠	
٢بنت	بنت	ابن
٨	٤	٨

عم	عم
ابن	ابن
٦	
بنت	بنت
٦	
٣٠	
٢ابن	بنت
٢٤	٦

تشریح:

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسئلہ ابدان فروع سے بنے گا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چونکہ سب سے پہلا اختلاف بطن اول میں ہے، لہٰذا وہیں مسئلہ بنائیں گے۔ طائفہ اناث کا عدد بظاہر تین ہے، لیکن باعتبار فروع کے چار ہے اور طائفہ ذکور کا عدد بظاہر ۲ لیکن باعتبار فروع کے ۳ ہے۔ مسئلہ ۱۰ سے بنا۔ ٤ طائفہ اناث کو ملے گا اور ٦ طائفہ ذکور کو۔ یہ حصص بطن ثانی کی طرف (عدد فروع کا اعتبار کرنے کی وجہ سے) بغیر کسر کے منتقل ہو جاتے ہیں، البتہ جب انہیں بطن ثالث کی طرف منتقل کریں تو دونوں طائفوں میں کسر واقع ہوتی ہے اور دونوں طائفوں کا عدد رؤس پانچ ہے، لہٰذا کسی بھی ایک کو اصل مسئلہ اور تمام سہام سے ضرب دے کر تصحیح کر لیں گے۔

تم الربع الثالث بعون الله تعالىٰ وتوفيقه.

باب ذوی الأرحام

[التعريف:]

ذوالرحم هو: كل قريب ليس بذی سهم ولا عصبة.

وكانت عامة الصحابة رضی الله تعالىٰ عنهم يرون توريث ذوی الأرحام، وبه قال أصحابنا رحمهم الله تعالي.

وقال زيد بن ثابت رضی الله تعالىٰ عنه: لا ميراث لذوی الأرحام، ويوضع المال في بيت المال. وبه قال مالك والشافعی رحمهما الله تعالىٰ.

[الأقسام:]

وذووالأرحام أصناف أربعة:

الصنف الأول ينتمي إلىٰ الميت: وهم أولاد البنات وأولاد بنات الابن.

والصنف الثاني ينتمی إليهم الميت: وهم الأجداد الساقطون والجدات الساقطات.

والصنف الثالث ينتمی إلىٰ أبوی الميت: وهم أولاد الأخوات و بنات الإخوة وبنوالإخوة لأم.

والصنف الرابع ينتمی إلىٰ جدی الميت أوجدتيه: وهم العمات، والأعمام لأم، والأخوال والخالات.

فهؤلاء وكل من يدلی بهم من ذوی الأرحام.

[ترتيب التوريث:]

روی أبو سليمان عن محمد بن الحسن عن أبی حنيفة رحمهم الله تعالىٰ أن أقرب الأصناف الصنف الثاني و إن علوا، ثم الأول و إن سفلوا، ثم الثالث وإن نزلوا، ثم الرابع وإن بعدوا.

وروي أبو يوسف[1] والحسن بن زياد عن أبی حنيفة، و [روي] ابن سماعة عن محمد بن الحسن عن أبي حنيفة رحمهم الله تعالي: أن أقرب الأصناف الصنف الأول، ثم الثاني، ثم الثالث، ثم الرابع، كترتيب العصبات. وهو الماخوذ به.

وعند هما الصنف الثالث مقدم على الجداب الأم؛ لأن عندهما كل واحد منهم أولىٰ من فرعه، وفرعه و إن سفل أولىٰ من أصله.

---

١ - قوله: "وروي أبو يوسف" ذكرهنا روايتان: الأولى منهما أحادية والثانية ثنائية.

فصل في الصنف الأول

[الحالة الأولى:] أولهم بالميراث أقربهم إلىٰ الميت كبنت البنت، فإنها أولي من بنت بنت الأبن.

[الحالة الثانية:] وإن استووافي الدرجة فولدالوارث أولىٰ من ولد ذوى الأرحام، كبنت بنت الابن فإنها أولىٰ من ابن بنت البنت.

[الحالة الثالثة:] وإن استوت درجا تهم ولم يكن فيهم ولدالوارث أو كان كلهم يد لون بوارث فعند أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ والحسن بن زياد يعتبر أبدان الفروع ويقسم المال عليهم، سواء اتفقت صفة الأصول في الذكورة والأنوثة أواختلفت.

ومحمدرحمه الله تعالىٰ يعتبر أبدان الفروع إن اتفقت صفة الأصول موافقالهما.

[الحالة الرابعة:] ويعتبر الأصول إن اختلفت صفاتهم ويعطي الفروع ميراث الأصول مخالفا لهما.

[مثال الحالة الثالثة:] كما إذا ترك ابن بنت وبنت بنت عندهما يكون المال بينهما للذكر مثل حظ الأنثين باعتبار الأبدان، وعند محمد رحمه الله تعالىٰ كذلك؛ لأن صفة الأصول متفقة.

[مثال الحالة الرابعة:] ولو ترك بنت ابن بنت وابن بنتِ بنتٍ، عند هما، المال بين الفروع أثلاثا باعتبار الأبدان، ثلثاه للذكر وثلثه للأنثى. وعند محمد رحمه الله تعالىٰ بين الأصول أعني في البطن الثاني أثلاثا،ثلثاه لبنت ابن البنت نصيب أبيها،وثلثه لابن بنت البنت نصيب أمه.

وكذلك عند محمدرحمه الله تعالىٰ إذا كان في أولاد البنات بطون مختلفة، يقسم المال على أول بطن اختلف في الأصول، ثم يجعل الذكورطائفة والإناث طائفة بعد القسمة، فما أصاب الذكور يجمع ويقسم على أعلىٰ الخلاف الذى وقع في أولادهم وكذلك ماأصاب الإناث وهكذايعمل إلىٰ أن ينتهى بهذه الصورة:

ميـــــت

بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	ابن	ابن	ابن
بنت	بنت	٩ بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	٦ بنت	بنت
		٣٦								٢٤	
بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	ابن
		١٨					١٨		١٢		١٢
بنت	بنت	بنت	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت	بنت	بنت
	٦			١٢		٩		٩	١٢		١٢
بنت	بنت	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت	ابن	بنت
	٣	٣	٦		٦	٩	٩		٤	٨	١٢
بنت	ابن	بنت	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت
١	٢	٣	٤	٢	٦	٦	٣	٩	٤	٨	١٢

وكذلك محمد رحمه الله تعالىٰ يأخذ الصفة من الأصل حال القسمة عليه والعدد من الفروع، كماإذا ترك ابني بنت بنت بنت، وبنت ابن بنت بنتٍ،وبنتي بنت ابن بنت بهذه الصورة:

ميـــت مسئله ٧ — عند محمد رحمة الله عليه

بنت	بنت	بنت
بنت	بنت	ابن
بنت	ابن	بنت
ابني	بنت	بنتي
٤	١	٢

ميـــت مسئله ٧ تصـــ ٢٨ — عند محمد رحمة الله عليه

بنت		بنت	بنت
بنت		بنت	ابن
	٣/١٢		٤/١٦
بنت		ابن	بنت
٦		٦	١٦
ابني		بنت	بنتي
٦		٦	١٦

عند أبي يوسف رحمه الله تعالي يقسم المال بين الفروع أسباعا باعتبار أبدانهم.

وعند محمدرحمه الله تعالىٰ يقسم المال علي أعلىٰ الخلاف، أعني في البطن الثاني أسباعا، باعتبار عدد الفروع في الأصول، أربعة أسباعه لبنتي بنت ابن البنت نصيب جدهما، وثلثة أسباعه هو نصيب البنتين يقسم على ولديهما، أعني في البطن الثالث أنصافا، نصفه لبنت ابن بنت البنت نصيب أبيها، والنصف الأخر لابني بنتِ بنتِ البنت نصيب أمهما. وتصح المسألة من ثمانية وعشرين.

وقول محمد رحمه الله تعالي أشهر الروايتين عن أبي حنيفة رحمه الله تعالي في جميع ذوى الأرحام، وعليه الفتوىٰ.

فصل

[فی اعتبار الجهات]

علماؤنا رحمهم الله تعالي يعتبرون الجهات في التوريث، غيرأن أبايوسف رحمه الله تعالیٰ يعتبر الجهات في أبدان الفروع، ومحمدارحمه الله تعالیٰ يعتبر الجهات في الأصول، كما إذاترك بنتی بنتِ بنتٍ وهما أيضا بنتاابن بنت، وابن بنت بنت بهذه الصورة:

مسئله ٦ — عند أبي يوسف رحمه الله

بنت	بنت	بنت
بنت	بنت ← بنتی →	ابن
ابن		
۲	٤	

مسئله ۷ تصـ ۲۸ — عند محمد رحمه الله

بنت		بنت	بنت
بنت		بنت ← بنتی →	ابن
ابن	طائفه اناث		
٦	۳ / ۱۲	٦+۱٦ / ۲۲	٤ / ۱٦
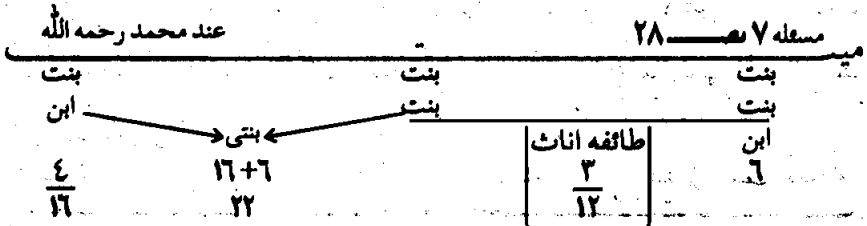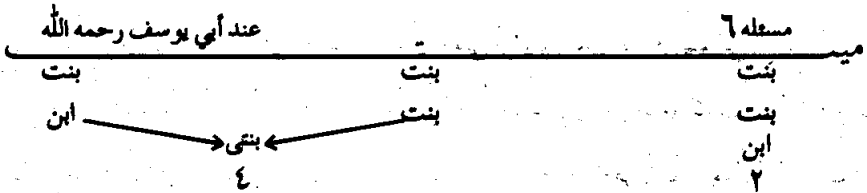
عندأبي يوسف رحمه الله تعالیٰ يكون المال بينهم أثلاثا، وصار كأنه ترك أربع بنات وابنا،ثلثاه للبنتين وثلثه للابن.

وعند محمدرحمه الله تعالیٰ يقسم المال بينهم على ثمانية وعشرين سهما: للبنتين اثنان وعشرون سهما، ستة عشر سهما من قبل أبيهما، وستة أسهم من قبل أمهما، وللابن ستة أسهم من قبل أمه.

فصل في الصنف الثانی

أولٰهم بالميراث أقربهم إلیٰ الميت من أی جهة كان.

وعند الاستواء فمن كان يدلی بوارث فهو أولیٰ، كأب أم الأم أولیٰ من أب أب الأم عند أبی سهيل الفرائضی وأبی فضل الخصاف وعلى بن عيسی البصری، ولا تفصيل له عند أبی سليمان الجرجاني وأبی علی البستی.

وإن استوت منازلهم وليس فيهم من يدلي بوارث أو كان كلهم يدلون بوارث، واتفقت صفة من يدلون بهم، واتحدت قرابتهم، فالقسمة حينئذ على أبدانهم.

وإن اختلفت صفة من يدلون بهم، يقسم المال على أول بطن اختلف، كما في الصنف الأول.

وإن اختلفت قرابتهم، فالثلثان لقرابة الأب وهو نصيب الأب، والثلث لقرابة الأم وهو نصيب الأم، ثم ما أصاب لكل فريق يقسم بينهم، كمالواتحدت قرابتهم.

فصل في الصنف الثالث

الحكم فيهم كالحكم في الصنف الأول، أعني أولهم بالميراث أقربهم إلىٰ الميت.

وإن استووافي القرب فولد العصبة أولىٰ[1] من ولدذوى الأرحام، كبنت ابن الأخ وابن بنت الأخت، كلاهما لأب وام أولأب، أوأحدهما لأب وأم، والآخر لأب: المال كله لبنت ابن الأخ؛ لأنها ولد العصبة. ولو كانا لأم[2]، المال بينهما للذكر مثل حظ الأنثيين عند أبي يوسف[3] رحمه اللّٰه تعالىٰ باعتبار الأبدان، وعند محمدرحمه اللّٰه تعالى المال بينهما أنصافا باعتبار الأصول بهذه الصورة:

مسئله ٣	عند أبي يوسف رحمه الله
ميت	
ا خ خ	اخت خ
ابن	بنت
بنت	ابن
١	٢

مسئله ٢	عند أبي يوسف رحمه الله
ميت	
ا خ خ	اخت خ
ابن	بنت
١	١
بنت	ابن
١	١

١- قوله: "فولد العصبة أولى" قيد احترازى ؛ لأن تقابل ولد ذى الفرض مع ولد ذى الرحم لايتصور، وهذا لأن ولد ذى الفرض لايوجد إلا فى البطن الأول من أولاد الأخوات، وولد ذى الرحم لايوجد إلا فى البطن الثاني وما بعده، فلايمكن اجتماعهما فى بطن واحد.

٢- قوله: "ولوكاناالأم" أي كلهم ولد غيرالوارث. هذه المسألة استطرادية وهى فى الحقيقة مثال للقاعدة الرابعة ولم يختلف الأصول فيه قوة وضعفا.

٣- قوله: "عند أبي يوسف" حاصل منهبه أنه يرجح الأقوى على الأضعف؛ فيترجح العينى على العلى والعلى على الخيفى، ثم يقسم باعتبار الأبدان. وحاصل مذهب محمد رحمه الله: أنه يقسم أولا على الأصول باعتبار الفرضية والعصوبة مع رعاية صفة الأصول وعدد الفروع، ثم ما أصاب لاكل فريق يقسم بين فروعهم.

وإن استووا في القرب، وليس فيهم ولد عصبة، أو كان كلهم أولاد العصبات[1]، أو كان بعضهم أولاد العصبات وبعضهم أولاد أصحاب الفرائض، فأبويوسف رحمه الله تعالىٰ يعتبر الأقوى، ومحمد رحمه الله تعالىٰ يقسم المال على الإخوة والأخوات مع اعتبار عدد الفروع والجهات في الأصول. فما أصاب كل فريق يقسم بين فروعهم، كما في الصنف الأول. كما إذاترك ثلاث بنات إخوة متفرقين، وثلثة بنين وثلث بنات أخوات متفرقات بهذه الصورة:

مسئله ٤ — عند أبي يوسف رحمه الله تعالى

ميـ

اخ ع	اخت ع		اخ عل	اخت عل		اخ خ	اخت خ	
بنت	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت
١	٢	١	م	م	م	م	م	م

مسئله ٣ تصـــ ٩ — عند محمد رحمه الله تعالى

ميـ

اخ ع $\frac{2}{6}$	اخت ع $\frac{1}{3}$		اخ عل	اخت عل		اخ خ $\frac{1}{3}$	اخت خ	
بنت	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت
$\frac{1}{3}$	٢	١	م	م	م	١	١	١
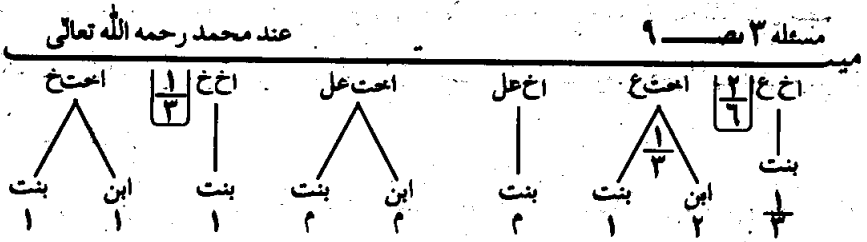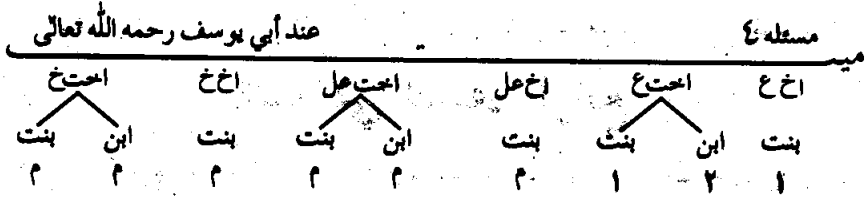
عند أبي يوسف رحمه الله تعالى: يقسم كل المال بين فروع بني الأعيان، ثم بين فروع بني العلات، ثم بين فروع بني الأخياف للذكر مثل حظ الأنثيين أرباعا، باعتبار الأبدان.

وعند محمد رحمه الله تعالى يقسم ثلث المال بين فروع بني الأخياف على السوية أثلاثا؛ لاستواء أصولهم في القسمة والباقي بين فروع بني الأعيان أنصافا؛ لاعتبار عدد الفروع في الأصول: نصفه لبنت الأخ نصيب أبيها، والنصف الأخر بين ولدى الأخت للذكر مثل حظ الأنثيين باعتبار الأبدان، وتصح من تسعة.

١ – قوله: "كلهم أولادالعصبات" أي كلهم ولد الوارث، وله ثلث صور: كلهم أولاد العصبات أو كلهم أولاد ذوى الفروض أو بعضهم أولاد العصبات وبعضهم أولاد ذوى الفروض.

ولو ترك ثلث بناتِ بني إخوة متفرقين بهذه الصورة:

مسئله ١ (اجتماع القاعدة الثالثة والرابعة)

ميـــت

اخ ع	اخ عل	اخ خ
ابن	ابن	ابن
بنت	بنت	بنت
١	محجوب لضعف القرابة	محجوب لكهونها ولد غيروارث

المال كله لبنتِ ابن الأخ لأب وأم بالاتفاق؛ لأ نها ولد العصبة، ولها أيضا قوة القرابة.

فصل في الصنف الرابع

الحكم فيهم أنه إذا انفرد وَاحد منهم استحق المال كله لعدم المزاحم. وإن اجتمعوا وكان حيز قرابتهم متحذا كالعمات والأعمام لأ م أوالأخوال والخالات، فالأقوى منهم أولىٰ بالإجماع، أعني من كان لأب وأم،أولى ممن كان لأب.ومن كان لأب،أولى ممن كان لأم.ذكورا كانوا أو إناثا.

وإن كانوا ذكورا أوإناثا واستوت قرابتهم، فللذكر مثل حظ الأنثيين، كعم وعمة كلاهما لأم،أوخال وخالة كلاهما لأب وأم،أولأب،أولأم.

وإن كان حّيز قرابتهم مختلفا، فلا اعتبار لقوة القرابة[1] كعمة لأب وأم، وخالةلأم،أوخالة لأب وأم وعمة لأم، فالثلثان لقرابة الأب وهو نصيب الأب، والثلث لقرابة الأم وهو نصيب الأم.ثم ما أصاب كل فريق يقسم بينهم[2] كما لو اتحد حّيز قرابتهم.

١ - قوله: "فلا اعتبار لقوة القرابة" أي فيما بين المختلفين .كما ذكر المثالين :الأول منهما مثال القوى فى جانب الأب، والثاني مثال القوى فى جانب الأم.

٢ - قوله: "يقسم بينهم" أي: للذكر مثل حظ الأنثيين وإن كانوا لأم.

فصل في أولادهم

الحكم فيهم كالحكم في الصنف الأول.

[الترجيح الأول بالقرب] أعني أولٰهم بالميراث أقربهم إلىٰ الميت من أى جهة كان.

[الترجيح الثاني بالقوة] وإن استووافى القرب وكان حيز قرابتهم متحدا، فمن كانت له قوة القرابة فهو أولىٰ بالإ جماع.

[الترجيح الثالث بكون ولد الوارث] وإن استووا في القرب والقرابة وكان حيز قرابتهم متحدا، فولد العصبة أولىٰ، كبنت العم وابن العمة كلاهما لأب وأم، اولأب، المال كله لبنت العم؛ لأنها ولد العصبة.

[حكم تعارض الترجيح الثاني والثالث] و إن كان أحدهما لأب وأم والآخرلأب، المال كله لمن كان له قوة القرابة في ظاهر الرواية قياسا علىٰ خالة لأب[1] مع كونها ولد ذى رحم، هى أولىٰ بقوّة القرابة من الخالةلأم مع كونها ولدالوارثة؛ لأنّ الترجيح لمعني فيه وهو قوة القرابة أولىٰ من الترجيح لمعني في غيره وهو: الإدلاء بالوارث.

وقال بعضهم: المال كله لبنت العم لأب؛ لأنها ولد العصبة.

وإن استووافى القرب ولكن اختلف حيز قرابتهم،فلا اعتبار لقوة القرابة[2] ولا لولد العصبة في ظاهر الرواية؛ قياسا على عمة لأب وأم مع كونها ذات القرابتين، وولدالوارث من الجهتين هى ليست بأولىٰ من الخالة لأب [غيرولد الوارث] أولأم، [ولد الوارث من جهة] لكن الثلثين لمن يدلى بقرابة الأب، فيعتبر فيهم قوة القرابة ثم ولد العصبة والثلث لمن يدلى بقرابة الأم وتعتبر فيهم قوة القرابة. [فقط لا ولد العصبة؛ لعدم تصوره في قرابة الأم.]

١- قوله: "قياسا على خالة لأب" أى قياسا على الصنف الرابع؛ لأن الخالة العلية ولد لأب الأم وهو جدّ فاسدٌ مع ذلك هى أولىٰ من الخالة الخيفية التى هى بنت لأم الأم وهى جدة صحيحة.

٢- قوله: "فلا اعتبار لقوة القرابة" أي لا يعتبر الترجيح فيما بين الفريقين وإنما يعتبر ذلك في كل فريق بخصوصه.

[طريق التقسيم] ثم عند أبي يوسف رحمه اللّٰه تعالى ما أصاب كل فريق يقسم على أبدان فروعهم مع اعتبار عددالجهات في الفروع. وعند محمدرحمه الله تعالى يقسم المال علي أول بطن اختلف مع اعتبارعدد الفروع والجهات في الأصول كما في الصنف الاول.

[حكم الصنف الخامس والسادس] ثم ينتقل هذا الحكم إلىٰ جهة عمومة أبويه وخؤولتهما ثم إلىٰ أولادهم، ثم إلىٰ جهة عمومةِ أبوى أبويه وخؤولتهما ثم إلىٰ أولادهم. كما في العصبات.

تم الربع الثالث

چوتھا ربع

متفرقات

فصل فی الخنثیٰ ☆

خنثیٰ سے یہاں "خنثیٰ مشکل" مراد ہے، خنثیٰ مشکل اسے کہتے ہیں کہ اس کی دونوں حالتیں ایسی مشتبہ ہوں کہ کسی بھی طرح سے کسی ایک جانب کو ترجیح نہ دی جاسکے۔

خنثیٰ کے بارے میں دو قول ہیں:

۱- پہلا قول حنفیہ کا ہے، اسے اسوء الحالین (۱) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے خنثیٰ کو مذکر فرض کر کے پھر مؤنث فرض کر کے دو الگ الگ مسئلے بنائے جائیں جس صورت میں خنثیٰ محروم رہے یا اسے کم ملے، اسی کے مطابق وراثت تقسیم کی جائے، کیونکہ یہ یقینی ہے (۲)، مثال:

مسئلہ ۵ — مسئلہ٤ — اسوء الحالین (نقصان)

(الف) میـــــــــــت — میـــــــــــت

ابن	بنت	ولد خنثیٰ (مذکر)	ابن	بنت	ولد خنثیٰ (مؤنث)
۲	۱	۲	۲	۱	۱

☆- قولہ: "فصل فی الخنثیٰ" مرد وعورت کے مقابلے میں خنثیٰ ایسا ہے جیسے مفرد کے مقابلے میں مرکب، اس لیے اسے مؤخر کیا گیا۔ خنثیٰ، حمل اور مفقود تینوں میں قدر مشترک "اشتباہ" ہے۔ خنثیٰ میں ذکورت وانوثت مشتبہ ہے، مفقود میں حیات وممات، اور حمل میں دونوں، اس وجہ سے ان میں مسئلہ کی تخریج کا طریقہ ایک جیسا ہے یعنی مخرج کو متحد کرنا، اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے ایک حالت کے مطابق مسئلہ بنایا جائے، پھر دوسری کے مطابق، پھر دونوں مسئلوں کی آپس میں نسبت دیکھ کر ضرب دی جائے، اس سے دونوں کا مخرج متحد ہو جائے گا، اور ہر وارث کو ملنے والا حصہ دونوں حالتوں کا عکس اور چھاپ لیے ہوئے ہوگا۔ پھر چونکہ خنثیٰ کا اشتباہ کبھی ختم نہیں ہوتا جبکہ حمل اور مفقود میں ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اشتباہ ختم ہو جاتا ہے، اس وجہ سے خنثیٰ میں ترکہ کو موقوف نہیں رکھا جاتا بلکہ فی الفور تقسیم کر دیا جاتا ہے جب کہ حمل اور مفقود میں اشتباہ ختم ہونے تک (یعنی حمل میں ولادت تک اور مفقود میں مدت معینہ گذرنے تک) ترکہ کا کچھ حصہ موقوف رکھا جاتا ہے۔

فائدہ: خنثیٰ کبھی بھی ابوین (اب، جد) اُمین (اُم، جدہ) اور زوجین (زوج، زوجہ) میں سے نہیں ہوسکتا۔

۱- قولہ: "اسوء الحالین" حالین سے مراد حالت ذکورت وانوثت ہے اور "اسوء الحالین" کا مطلب یہ ہے کہ اگر دونوں حالتوں میں تفاوت اقل واکثر کا ہو تو خنثیٰ کو اقل دیں گے اور اگر تفاوت وجدان وحرمان کا ہو تو خنثیٰ محروم ہوگا۔ اقل النصیبین کا لفظ حرمان پر صادق نہیں آتا، اس لیے "اسوء الحالین" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۲- قولہ: "کیونکہ یہ یقینی ہے" قال فی التنویر و شرحہ: "لأنه [أي أسوء الحالين] الأقل وهو متيقن به فيقتصر عليه؛ لأن المال لايجب بالشك". (رد المحتار: ٦/ ٧٣١ مطبع سعيد، كراتشي)

مسئلہ۲ اسوء الحالین (حرمان) مسئلہ ٦ عـ ۷

(ب) میت

زوج	اخت ع	اخ/اخت علاتی خنثیٰ (مذکر)
۱	۱	م

میت

زوج	اخت ع	اخ/اخت علاتی خنثیٰ (مؤنث)
۳	۳	۱

۲- دوسرا قول امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، اسے نصف النصیبین (۱) سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کی دو تفسیریں ہیں: ایک امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، دوسری امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے۔

(۱) امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی تخریج کو مصنف نے دو طریقوں سے بیان کیا ہے، پہلے میں بنت اور خنثیٰ دونوں کے سہام میں کسر آتی ہے اور دوسرے میں صرف خنثیٰ کے سہم میں کسر آتی ہے۔ پہلی تعبیر یہ ہے کہ اگر خنثیٰ مذکر ہوتا تو ایک سہم لیتا، انثیٰ ہوتا تو آدھا سہم اسے ملتا، اب دونوں جہتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے اسے ان دونوں سہام کا نصف دینا چاہئے۔ ان سہام کا مجموعہ ڈیڑھ ہے تو اسے اس کا نصف یعنی تین چوتھائی دیدیا جائے۔ اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ خنثیٰ اور دیگر ورثہ میں منازعہ ہے۔ ورثاء اسے بنت والا سہم (نصف) دینا چاہتے ہیں اور وہ ابن والا مکمل سہم لینا چاہتا ہے، اب نصف غیر متنازع فیہ کو سب تسلیم کرتے ہیں، لہٰذا یہ نصف متیقن تو اسے دیدیا جائے۔ اور جس نصف میں تنازع ہے اس کے نصف (یعنی ربع) کی حد تک اس کی بات مانی جائے، اور نصف کی حد تک دوسرے ورثہ کی۔ اس طرح خنثیٰ کا کل سہم تین ربع ہو جائے گا (نصف متیقن + نصف النصف المتنازع فیہ)۔ اب ابن، بنت اور خنثیٰ کے سہام کو جمع کیا جائے تو کل سہام $\frac{1}{4}$۲ بنیں گے۔ ان میں بقاعدہ معروفہ بسط کر کے کسر دور کر دی جائے یعنی عدد صحیح کو مخرج میں ضرب دے کر حاصل میں کسر کو جمع کر لیا جائے تو ۹ سہام حاصل ہوں گے۔ (۲×٤+۱=۹)

۱- قولہ: "نصف النصیبین" واضح ہو کہ نصف النصیبین کو اگرچہ "درمختار" میں صاحبین کی طرف منسوب کیا گیا ہے، لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قولہ:"وقالا نصف النصیبین أی نصف مجموع حظ الذکر والأنثی، ثم اعلم أن ھذا قول الشعبی، ولما کان من أشیاخ أبی حنیفۃ ولہ فی ھذا الباب قول مبھم، اختلف أبو یوسف ومحمد فی تخریجہ، فلیس ھو قولا لھما؛ لأن الذی فی السراجیۃ أن قول أبی حنیفۃ ھو قول أصحابہ، وھو قول عامۃ الصحابۃ، و علیہ الفتویٰ". (رد المحتار: ٦/ ۷۳۰، مطبع سعید، کراتشی)

مسئلہ ۲½=۹ فرضی ترکہ ۱۰۰ روپے

میت

	ابن	بنت	خنثیٰ
قبل البسط :	۱	۱/۲	۳/۴
بعد البسط :	٤	۲	۳
فیصدی حصہ :	٤٤،٤٤	۲۲،۲۲	۳۳،۳۳

دوسرے اسلوب سے:

اگر ابن کا سہم ۲ اور بنت کا سہم ایک فرض کرلیا جائے تو خنثیٰ کا سہم ڈیڑھ ہوگا، اس صورت میں بنت کے حصے سے کسر دور ہوجائے گی، لیکن خنثیٰ کے حصہ میں کسر پھر بھی باقی رہے گی۔ کل سہام ½۴ ہوں گے اور تصحیح اس صورت میں بھی ۹ سے ہوگی۔ اگر تینوں کا حصہ بلا کسر فرض کرنا چاہیں تو ابن کے ٤، بنت کے ۲ اور خنثیٰ کے ۳ سہام فرض کئے جائیں، مسئلہ پھر بھی ۹ سے ہی بنے گا۔

(۲) امام محمد رحمہ اللہ والی تفسیر جامع مانع ہے، حاصل اس کا یہ ہے کہ خنثیٰ کو پہلے مذکر پھر مؤنث فرض کرکے دو الگ الگ مسئلے بنائیں، پھر دونوں مسئلوں کے درمیان نسبت دیکھیں:

اگر توافق ہو تو مسئلہ اول کے وفق کو ثانی کے مسئلہ اور تمام ورثہ کے سہام کے ساتھ ضرب دیں، پھر مسئلہ ثانی کے وفق کو اوّل کے مسئلہ اور تمام ورثہ کے سہام کے ساتھ ضرب دیں۔

اگر تباین ہو تو ہر مسئلہ کے کل کو دوسرے مسئلہ کے کل اور اس کے ورثہ کے سہام کے ساتھ ضرب دیں۔ پھر مجموع مسئلتین کو کل مسئلہ بنایا جائے اور دونوں مسئلوں سے ہر وارث کو ملنے والے حصے جمع کرکے اسے دے دیے جائیں۔

مثال توافق:

مسئلہ ۱۲ ر ۴ تص ــــ ۱۶ تص ــــ ۳۲ تص ــــ ۹۶ (توافق) وفق ۸

میت

زوجہ	اخت ع	اخت عل		اخت عل (خنثیٰ)
۳	۶	۳	۲	۳
۱	۳	۹	۱	۹
۴	۹		۳	
۸	۱۸		۶	
۲۴	۵۴		۱۸	

مسئلہ ۴ تص ــــ ۱۲ تص ــــ ۹۶ وفق ۳

میت

زوجہ	اخت ع	اخت عل		اخ عل (خنثیٰ)
۱	۲	۱	۱	۲
۳	۶	۸	۳	۱۶
۲۴	۴۸			

۹۶+۹۶=۱۹۲

جمع

زوجہ	اخت ع	اخت عل	اخ او اخت عل (خنثیٰ)
۲۴	۵۴	۹	۹
۲۴	۴۸	۸	۱۶
۴۸	۱۰۲	۱۷	۲۵

مثال تباین (از سراجیہ):

مسئلہ ۵ تص ــــ ۲۰ (تباین)

میت

ابن	بنت	ولد خنثی (مذکر)
۲	۱	۲
۸	۴	۸ (خمسان) نصیب مذکر

مسئلہ ٤ تصـــ ٢٠

میـــــــت

ابن	بنت	ولد خنثیٰ (مؤنث)
٢ / ١٠	١ / ٥	١ / ٥ (ربع) نصیب مؤنث

مسئلہ تصـــ ٢٠ + تصـــ ٢٠ = ٤٠ فرضی ترکہ ١٠٠ روپے

جمـــــع

	ابن	بنت	خنثیٰ
	١٠	٤	٨ (خمس)
	٨+	٥+	٥+ (ثمن)
	١٨	٩	١٣ نصف النصیبین
فیصدی حصہ:	٤٥،٠٠	٢٢،٥٠	٣٢،٥٠

تشریح:

خنثیٰ کو مذکر کی صورت میں ٢٠ سے ٨ ملتے تھے جو خمسان ہیں، لہٰذا مسئلۃ المسئلتین (٤٠) کے خمسان کا نصف یعنی خمس اسے دیا جائے گا، مسئلۃ المسئلتین ٤٠ ہے، اس کا خمس ٨ ہے۔ مؤنث کی صورت میں اسے ٢٠ سے ٥ حصص ملتے تھے جو ربع ہے، لہٰذا مسئلۃ المسئلتین (٤٠) کے ربع کا نصف یعنی ثمن اسے دیا جائے گا، ٤٠ کا ثمن ٥ ہے، اس طرح خنثیٰ کے کل حصص ١٣ ہو جائیں گے۔

محققین کا کہنا ہے[1] کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا طریقۂ تخریج راجح ہے، اس لیے کہ خنثیٰ کے سہم کی تقلیل پر سب کا اتفاق ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اس کا سہم نسبتاً کم ہوتا ہے۔ مثلاً اگر درج بالا مسئلہ میں سو روپے ترکہ فرض کر کے تقسیم کیا جائے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر خنثیٰ کو ٣٣ روپے، ٣٣ پیسے ملتے ہیں، جب کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ٣٢ روپے، ٥٠ پیسے ملتے ہیں، جیسا کہ اوپر دونوں اقوال کی مثالوں میں فیصدی حصہ کے عنوان سے دکھایا گیا ہے۔

---

١ - قولہ: "محققین کا کہنا ہے" قال فی رد المحتار: "وأشار فی الهداية إلى اختيار قول محمد للاتفاق على تقليل نصيب الخنثیٰ، وما ذهب إليه محمد أقل مما ذهب إليه أبو يوسف". ١هـ
(کتاب الفرائض: ٦/ ٧٣٠)

فصل فی الحمل

مسئلہ حمل میں اولیٰ یہ ہے کہ ترکہ کی تقسیم ولادت تک روک دی جائے، بعد از ولادت حمل کی صفت وعدد کے مطابق مسئلہ بنایا جائے، خصوصاً جب ولادت قریب ہو، لیکن ورثہ کو انتظار پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، اس لیے اگر سب ورثہ تاخیر پر راضی ہوں تو فبہا اور اگر وہ فی الفور تقسیم پر مصر ہوں تو آگے دیے گئے طریقے کے مطابق تقسیم کریں۔

تخریج مسئلہ کا طریقہ بیان کرنے سے پہلے تین مسائل کا جاننا[1] ضروری ہے: مدت حمل، عدد وصفت حمل اور شرائط توریث حمل، یہ تینوں بالترتیب بیان کئے جاتے ہیں:

(۱) حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال اور کم سے کم مدت چھ مہینے ہے۔

(۲) مفتی بہ قول کے مطابق حمل کا عدد ایک فرض کیا جائے گا اور صفت (ذکورت وانوثت) وہ فرض کی جائے گی جو حمل کے لیے بہتر ہو، یعنی اگر مذکر و مؤنث میں سے ایک صورت میں وارث ہوتا ہے اور ایک میں محجوب، تو وارث والی صورت اختیار کریں گے، اور اگر ایک میں زیادہ ملتا ہے ایک میں کم، تو زیادہ والی صورت فرض کی جائے گی۔

(۳) حمل کے وارث ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں:

(الف) حمل اگر میت سے ہے (یعنی میت کی زوجہ حاملہ ہے) تو بچہ دو سال کے اندر پیدا ہو جائے۔ اور اگر غیر میت سے ہے (مثلاً میت کی ام حاملہ ہے) تو چھ مہینے کے اندر پیدا ہو جائے۔

(ب) حمل کا اکثر حصہ ماں کے پیٹ سے زندہ باہر آجائے۔ اکثر کا مطلب یہ ہے کہ سیدھا پیدا ہو (یعنی سر کی جانب سے) تو سینہ نکلنے تک زندہ ہو۔ پاؤں کی جانب سے پیدا ہو تو ناف نکلنے تک زندہ ہو، اگر اس سے پہلے مر جائے تو وارث نہ ہوگا۔

تخریج مسائل حمل:

مسائل حمل کی اصل یہ ہے کہ اس میں بھی دو مسئلے بنائے جائیں، ایک میں حمل کو مذکر اور دوسرے میں مؤنث فرض کیا جائے، پھر دونوں مسئلوں کے درمیان نسبت دیکھ کر اس کے مطابق ان کو ایک دوسرے سے

۱- قولہ: "تین مسائل کا جاننا" یہ تمام مسائل سراجی سے لیے گئے ہیں۔

ضرب دی جائے، یعنی اگر ان کے درمیان نسبت توافق ہو تو ہر مسئلہ کے وفق کو دوسرے مسئلہ اور سہام سے، اور اگر تباین ہو تو ہر مسئلہ کے کل کو دوسرے مسئلہ اور سہام سے ضرب دی جائے گی، پھر حمل کے علاوہ باقی ورثہ کو دونوں صورتوں میں سے جس میں کم حصہ ملتا ہو وہ انہیں دیدیا جائے اور ما بقی[1] محفوظ رکھ لیا جائے۔ اگر حمل مذکر پیدا ہو تو دونوں مسئلوں میں سے مذکر والی صورت پر عمل کریں، اگر مؤنث پیدا ہو تو مؤنث والی صورت پر عمل کریں، اگر مذکر و مؤنث دونوں پیدا ہوں تو للذکر مثل حظ الأنثیین کا قانون جاری کیا جائے، اگر مردہ پیدا ہو تو اسے کالعدم قرار دے کر مال موقوف بقیہ ورثہ پر تقسیم کردیں۔

مثال قولِ مفتی بہ:[2]

مسئلہ ۲٤ تصـــ ۷۲ تصـــ ۲۱٦ وفق ۸ (توافق، عدد ثالث ۹)

میـــت

زوجہ حبلی	حمل مذکر		بنت	اب	ام
۳	۲٦	۱۳	۱۳	٤	٤
۹	۷۸	۳۹	۳۹	۱۲	۱۲
۲۷		۱۱۷		۳٦	۳٦

مسئلہ ۲٤ عـــ ۲۷ تصـــ ۲۱٦ وفق ۳

میـــت

زوجہ حبلی	حمل مؤنث	بنت	اب	ام
۳	۸	۸	٤	٤
۲٤	٦٤	٦٤	۳۲	۳۲

۱- قولہ: "ما بقی" یعنی دوسرے ورثہ کو کم دینے سے بچنے والا حصہ اور حمل کا أحسن الحالین والا حصہ، اسے مال موقوف کہتے ہیں، ورثہ کو دیے گئے مال کو مال مقسوم کہتے ہیں، مثلاً درج بالا مثال میں مال مقسوم و مال موقوف کی تفصیل کچھ اس طرح ہوگی:

	مال مقسوم	مال موقوف
زوجہ	۲٤	۳
بنت	۳۹	۷۸
اب	۳۲	٤
ام	۳۲	٤
مجموعہ	۱۲۷	۸۹

۲- مفتی بہ قول کے مطابق حمل کا عدد ایک فرض کیا جاتا ہے۔

تشریح:

عمل ضرب کے بعد مسئلہ ۲۱۶ سے بنا، حمل کے سوا بقیہ ورثہ کو اقل دینا ہے، زوجہ کے لیے اقل دونوں صورتوں میں سے ۲۴، بنت کے لیے ۳۹ اور ابوین کے لیے ۳۲،۳۲ ہے۔ان حصوں کا مجموعہ ۱۲۷ ہوا (۲۴+۳۲+۳۲+۳۹=۱۲۷) باقی ۸۹ بچا[1] (۲۱۶-۱۲۷=۸۹) اس کو موقوف رکھا جائے گا۔

اگر اولاد مذکر پیدا ہوئی تو مذکر والی صورت پر عمل کرتے ہوئے زوجہ کو ۳ اور ابوین کو ۴، ۴ اور حمل کو ۷۸ دیا جائے۔

اگر اولاد مؤنث پیدا ہوئی تو مؤنث والی صورت پر عمل کریں، اس صورت میں کل مال موقوف (۸۹) بنات کو ملتا ہے، لہٰذا زائدہ بنت کو ٦٤ اور دوسری بنت کو ۲۵ مزید دیا جائے، جو اسے پہلے سے دیے گئے ۳۹ کے ساتھ مل کر ٦٤ ہو جائے گا۔

اگر اولاد مذکر و مؤنث دونوں پیدا ہوئی، تو مال عصوبت ۱۷ اکوان کے عدد رؤوس پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کردیں۔

اگر ولد مردہ پیدا ہوا تو حمل کو مردہ سمجھ کر عمل کریں یعنی اسے کالعدم قرار دے کر مال موقوف ورثہ پر تقسیم کریں جیسے:

مسئلہ ۲۴ عـــ ۲۷ تصـــ ۲۱٦   وفق ۳

میـــــــت

زوجہ حبلی	حمل (میت)	بنت	اب	ام
۲٤	—	۳۹	۳۲	۳۲
۳+		٦۹+	٤	٤+
۲۷		۱۰۸	۹+	۳٦
			٤٥	

مال موقوف (۸۹) میں سے زوجہ کو ۳ اور ابوین کو ٤، ٤ دیا گیا، بنت کو کل کا نصف ۱۰۸ دینا ہے، ۳۹ پہلے اسے دیے جا چکے، ٦۹ مزید دینے سے نصف مکمل ہو جائے گا، (۳۹+٦۹=۱۰۸) یہ کل ۲۰۷ ہوا (۲۷+۱۰۸+۳٦+۳٦=۲۰۷) باقی ۹ رہ گئے جو "اب" کو عصبہ ہونے کی وجہ سے دیے جائیں گے تو اس کا کل حصہ ٤٥ ہو جائے گا۔

---

[1] قولہ: "باقی ۸۹ بچا" کیونکہ ۳ زوجہ سے، ٤، ٤ ابوین سے روکا گیا اور ۷۸ حمل کا حصہ ہے، یہ کل ۸۹ ہوئے۔

مثال السراجية التي وقف فيها نصيب أربعة بنين[1]:

مسئلہ ۲۴ تصــ ۲۱۶ وفق ۸ (توافق،عدد ثالث ۳)

میت

زوجہ حبلی	حمل (۴ابن)		بنت	اب	ام
۳	۲ ۸/۹	۱۳	۱ ۴/۹	۴	۴
۲۷	۲۶	۱۱۷	۱۳	۳۶	۳۶

مسئلہ ۲۴ عــ ۲۷ تصــ ۲۱۶ وفق ۹

میت

زوجہ	حمل (۴بنت) بنت	اب	ام
۳	۱۶	۴	۴
۲۴	۱۲۸	۳۲	۳۲

تشریح:

دونوں مسئلوں میں توافق کی نسبت تھی، ہر ایک کے وفق کو دوسرے مسئلے اور سہام کے ساتھ ضرب دی گئی، مسئلہ ثانیہ کا وفق ۹ ہے، اس کو مسئلہ اولیٰ کے مال عصوبت ۱۳ سے ضرب دی گئی تو ۱۱۷ حاصل ہوا، اس کو ۴ ابن اور ایک بنت پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا تو ہر ابن کو ۲۶ اور بنت کو ۱۳ ملے۔

وضاحت:

حمل مذکر والی صورت میں مال عصوبت (۱۳) کی تقسیم تصحیح کئے بغیر[2] ۴ ابن اور ایک بنت پر للذکر مثل حظ الانثیین کے اعتبار سے اس طرح کی گئی کہ ابن کو ۲ ۸/۹ اور بنت کو ۱ ۴/۹ ملا۔ جب مسئلہ ثانی کے وفق کو ان کے مشترکہ حصے ۱۳ سے ضرب دیں گے تو ۱۱۷ ہو جائے گا، اس میں سے ۲۶ ہر ابن کو اور ۱۳ ہر بنت کو ملے گا۔

۱- قولہ: "التي وقف فيها نصيب أربعة بنين" قال في رد المحتار: "والعجب مما في السراجية حيث ذكر أن المفتي به أن الموقوف نصيب ولد واحد ثم وقف نصيب أربعة ذكور، وقسّم بناءً على ذلك، فتأمل". (شامية: ٦/ ٨٠٠ مطبع سعيد، كراتشي)

۲- قولہ: "تصحیح کئے بغیر" یہاں تصحیح اس لیے نہیں کی گئی کہ مخرج کو متحد کرنے کے لیے دونوں کے وفق کو دوسرے مسئلے سے جو ضرب دی جاتی ہے اسی سے تصحیح ہو جاتی ہے، کیونکہ طائفہ بنین وبنات کا عدد روٴس ۹ اور مسئلہ ثانیہ کا وفق بھی ۹ ہے لہٰذا تصحیح کے لیے الگ سے ضرب کی ضرورت نہیں، ورنہ بسط بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ بعض نے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ تصحیح کرنے سے یہ توافق کے بجائے تداخل کی مثال بنتی ہے، کیونکہ پہلے مسئلہ کی تصحیح ۲۱۶ سے ہوگی اور دوسرا مسئلہ ۲۷ سے بنے گا، اور ان دونوں اعداد میں تداخل ہے، ۲۷، ۲۱۶ میں ۸ مرتبہ داخل ہے۔ تو گویا توافق کی مثال بنانے کے لیے معروف طریقے سے تصحیح نہیں کی گئی۔ یہ مثال ذو جہتین ہے، ایک اعتبار سے توافق کی مثال ہے اور ایک اعتبار سے تداخل کی۔

فائدہ:

$\frac{4}{9}$۱ مخلوط کسر ہے یعنی اس میں عدد صحیح اور کسر دونوں موجود ہیں، اس کو عدد صحیح "۹" کے ساتھ ضرب دینے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اسے غیر مخلوط کسر میں تبدیل کیا جائے یعنی مخرج کو عدد صحیح میں ضرب دے کر حاصل میں کسر کو جمع کیا جائے، ۱۳ جواب آئے گا۔ (۹×۱+۴=۱۳) اسے مخرج کیساتھ $\frac{13}{9}$ لکھیں گے، پھر عدد صحیح "۹" کو $\frac{13}{9}$ کے ساتھ ضرب دیں گے: ($\frac{13}{\cancel{9}} \times \cancel{9} = 13$) تو ۱۳ جواب آئے گا، وعلی هذا القياس $\frac{8}{9}$۲ کی ۹ کے ساتھ ضرب یوں ہی ہوگی: پہلے مخلوط کسر کو غیر مخلوط بنا دیا $\frac{8}{9}2 = \frac{26}{9}$، پھر ۹ کو اس کے ساتھ ضرب دی ($\frac{26}{\cancel{9}} \times \cancel{9} = 26$) تو ۲۶ جواب آیا۔

الغرض زوجہ کے لیے دونوں صورتوں میں اقل ۲۴، بنت کے لیے ۱۳ اور ابوین کے لیے ۳۲، ۳۲ ہیں، یہ کل ۱۰۱ حصے ان کو دیدیے جائیں گے، باقی ۱۱۵ بچے[1] (۲۱۶-۱۰۱=۱۱۵) یہ موقوف رکھے جائیں گے۔

اگر حمل مذکر پیدا ہوا تو مذکر والی صورت پر عمل کیا جائے، زوجہ کو ۳، اور ابوین کو ۴، ۴ اور ۴ ابن کو ۱۰۴ (فی ابن ۲۶) دیا جائے۔

۱۔ قولہ: "باقی ۱۱۵ بچے" کیونکہ زوجہ سے ۳، ابوین سے ۴، ۴ روکا گیا اور ۴ ابن کا حصہ ۱۰۴ ہے (فی ابن ۲۶) یہ کل ۱۱۵ ہوئے۔

ذیل میں اس کی وضاحت دیکھئے:

	مال مقسوم	مال موقوف
زوجة	۲۴	۳
بنت	۱۳	۱۰۴
اب	۳۲	۴
ام	۳۲	۴
مجموعه	۱۰۱	۱۱۵

اگر حمل مؤنث پیدا ہو، تو مؤنث والی صورت پر عمل کرتے ہوئے کل مال موقوف (۱۱۵) بنت کو دیے گئے حصے (۱۳) کے ساتھ ملا کر طائفہ بنات کو دیا جائے ان کا کل حصہ ۱۲۸ ہو جائے گا، اگر کسر ہو تو تصحیح کر لی جائے۔[۱]

اگر بچہ مردہ پیدا ہوا، تو حمل کو کالعدم سمجھ کر تقسیم کی جائے، زوجہ وابوین کو روکا گیا مال دیا جائے گا، ۳ زوجہ کو، ٤،٤ ابوین کو اور بنت کو اتنا مزید دیا جائے کہ کل کے نصف ۱۰۸ تک پہنچ جائے۔ ۱۳ اسے پہلے ملے، ۹۵ مزید دینے سے ۱۰۸ ہو جائیں گے، یہ کل ۲۰۷ ہوئے (۲۷+۳٦+۳٦+۱۰۸=۲۰۷) باقی ۹ رہ گئے[۲] جو "اب" کو بطور عصبہ کے مل جائیں گے تو اس کے کل سہام ٤۵ ہو جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب۔

۱- قولہ: "تصحیح کر لی جائے" اس صورت میں اگر دو یا چار بنت پیدا ہوئیں تو کسر ہوگی، اگر ایک یا تین پیدا ہوئیں تو کسر نہ ہوگی۔ پہلی صورت میں اس لیے کسر ہوگی کہ دو بنت پہلی والی بنت کے ساتھ ملکر کل تین اور چار بنت پہلی والی بنت کے ساتھ ملکر کل پانچ بنات ہو جائیں گی، اور ۱۲۸ کی تین اور پانچ دونوں کے ساتھ نسبت تباین ہے، لہٰذا کسر ہوگی جسے دور کرنے کے لیے کل عدد رؤس کو تمام سہام اور مسئلہ سے ضرب دی جائے۔ دوسری صورت میں اس لیے کسر نہ ہوگی کہ ایک بنت پہلی والی بنت کے ساتھ ملکر کل دو، اور تین پہلی والی بنت کے ساتھ ملکر کل چار بنات ہو جائیں گی۔ اب ۱۲۸ کی دو اور چار دونوں کے ساتھ نسبت تداخل ہے، لہٰذا تقسیم برابر ہوگی۔ دو بنات میں سے فی بنت کو ٦٤ اور چار بنت میں سے فی بنت کو ۳۲ ملے گا۔

۲- قولہ: "باقی ۹ رہ گئے" اس کو یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ مال موقوف ۱۱۵ میں سے ۳ زوجہ کو، ٤،٤ ابوین کو اور ۹۵ بنت کو دیے گئے، یہ کل ۱۰٦ ہوئے، باقی ۹ رہ گئے۔ ذیل کے نقشوں میں مال موقوف کی تقسیم اور آخری حصص بتائے گئے ہیں:

مال موقوف کی تقسیم

ورثہ	حمل مذکر	حمل مؤنث	حمل مردہ
زوجہ	۳	×	۳
اب	٤	×	٤+۹=۱۳
ام	٤	×	٤
بنت	×	×	۹۵
حمل	۱۰٤	۱۱۵	×
کل مال موقوف	۱۱۵	۱۱۵	۱۱۵

آخری حصص

ورثہ	حمل مذکر	حمل مؤنث	حمل مردہ
زوجہ	۲۷	۲٤	۲۷
اب	۳٦	۳۲	۳٦+۹=٤۵
ام	۳٦	۳۲	۳٦
بنت	۱۳	۱۳	۱۰۸
حمل	۱۰٤	۱۱۵	×
کل حصص	۲۱٦	۲۱٦	۲۱٦

تماثل، تداخل اور تباین کی مثالیں:

تماثل:

مسئلہ ٦

میت

ام (حاملہ)	بنت	—	اخ ع (حمل مذکر)
۱	۳		۲

مسئلہ ٦

میت

ام (حاملہ)	بنت	اخ ع (حمل مونث)
۱	۳	۲

تداخل:

مسئلہ ۸

میت

زوجہ (حاملہ)	اخت ع	اخت ع	ابن (حمل مذکر)
۱	م	م	۷

مسئلہ۸ تصـــ ۱٦

میت

زوجہ (حاملہ)	اخت ع	۳/٦	اخت ع	بنت (حمل مونث)
۱/۲	۳		۳	٤/۸

تباین:

مثال قول السراجیة: "وإن کان من غیرہ وجاء ت بالولد لستة اشهر أو أقل منها یرث".

مسئلہ ٦ تصـــ ۱۸ تصـــ ۹۰

میت

ام (حاملہ)	حمل مذکر، اخ ع	٥/۱٥/۷٥	اخت ع
۱/۳/۱٥	۱۰/٥۰		٥/۲٥

مسئلہ ٦ ر ٥ تصـــ ۹۰

میت

ام (حاملہ)	حمل مونث، اخت ع	اخت ع
۱/۱۸	۲/۳٦	۲/۳٦

فصل فی المفقود

مفقود وہ غائب ہے جس کی حیات وممات کا پتہ نہ چلے۔ محققین علماء حنفیہ نے زوجۂ مفقود کے جوازِ نکاح کے بارے میں امام مالک رحمہ اللہ کے قول پر فتوی دیا ہے، کہ جس دن مسلمان حاکم نے اس کی موت کا فیصلہ کیا اس دن سے اس کی زوجہ کا نکاح ختم ہوجائے گا، اب چار ماہ دس دن کی عدت گذارنے کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے۔

لیکن میراث کی تقسیم کے بارے میں امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ دونوں نے نوے سال یا حاکم کی طے کردہ مدت مقرر فرمائی ہے[1]۔ اب یہاں دو مسئلے قابل غور ہیں:

(۱) مفقود کے اپنے مال کے احکام

(۲) دوسروں کے اموال سے مفقود کے حصے کا حکم۔

حکم مال مفقود:

المفقود حیّ فی ماله حتّی لایرث منه أحد:

مفقود اپنے مال کے حق میں زندہ قرار دیا جاتا ہے، لہٰذا اس کا ترکہ اس کے ورثہ میں فی الحال تقسیم نہیں کیا جائے گا جب تک دو باتوں میں سے ایک بات نہ ہو: یا اس کی موت گواہوں سے ثابت ہوجائے، یا حاکم اس کی موت کا فیصلہ کردے، ان دونوں صورتوں میں اس وقت اس کے جو ورثہ زندہ ہوں گے ان میں ترکہ تقسیم کردیا جائے گا، اس سے پہلے اس کے جو ورثہ انتقال کرگئے وہ وارث نہیں ہوں گے۔

۱- قولہ: "مقرر فرمائی ہے" قال فی التنویر وشرحه: "ولایفرق بینه وبینها ولو بعد مضیّ أربع سنین خلافاً لمالك". وفی الشامیة: قوله "خلافا لمالك" فإن عنده تعتد زوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضی أربع سنین، وهو مذهب الشافعی رحمه الله القدیم، وأما المیراث فمذهبهما (ای مذهب مالك والشافعی رحمه الله) کمذهبنا فی التقدیر بتسعین سنة، أو الرجوع إلی رأی الحاکم، وعند أحمد إن کان یغلب علی حاله الهلاك کمن فقد بین الصفین أو فی مرکب قد انکسر أو خرج لحاجة قریبة فلم یرجع ولم یعلم خبره، فهذا بعد أربع سنین یقسم ماله و تعتد زوجته، بخلاف ما إذا لم یغلب علیه الهلاك ...... فإنه یفوض للحاکم فی روایة عنه، وفی أخری یقدر بتسعین من مولده".

(رد المحتار: ۲۹۵/٤ مطبع سعید، کراتشی)

حکم حصۂ مفقود:

المفقود میت في مال غیره حتی لایرث من أحد[۱]:

مفقود مالِ غیر کے حق میں میت ہے، یعنی اگر اس کا کوئی مورث مرجائے تو مفقود کا حصہ محفوظ رکھا جائے گا، اگر حاکم شرعی کی مقرر کردہ مدت[۲] تک واپس آجائے تو داشتہ مال اس کو دے دیا جائے گا، ورنہ میت کے جن ورثہ سے جتنا مال مفقود کی وجہ سے روکا گیا تھا اتنا مال ان کو واپس کردیا جائے گا۔

اس میں بھی دو مسئلے بنائے جائیں گے، ایک مسئلہ میں مفقود کو مردہ فرض کریں گے دوسرے میں زندہ، پھر دونوں مسئلوں کے درمیان نسبت دیکھی جائے، تماثل ہو تو ایک مسئلہ پر اکتفاء کیا جائے گا، تداخل ہو تو اکثر پر اکتفا کیا جائے گا، توافق ہو تو ہر مسئلہ کے وفق کو دوسرے مسئلہ اور ورثہ کے سہام کے ساتھ ضرب دی جائے گی، تباین ہو تو ہر مسئلہ کے کل کو دوسرے مسئلہ کے کل اور اس کے ورثہ کے سہام کے ساتھ ضرب دی جائے گی، پھر مفقود کے سوا باقی ورثہ کو جس صورت میں کم ملے وہ ان کو دیکر جو باقی بچے وہ مفقود کے لیے محفوظ رکھا جائے گا، اگر مفقود واپس آجائے تو حی والی صورت پر عمل کریں گے، اگر واپس نہ آئے تو میت والی صورت پر عمل کریں گے۔

۱- قوله: "حتی لا یرث من أحد" لأن بقاء ه حیاً في ذلك الوقت باستصحاب الحال، وهو لا یصلح حجة في الاستحقاق. (هدایة)

۲- قوله: "حاکم شرعی کی مقرر کردہ مدت" قال في التنویر وشرحه: "یوقف قسطه إلی موت أقرانه في بلده علی المذهب؛ لأنه الغالب. وفي الشامیة: وقیل: یقدر بتسعین سنة، واختاره في الکنز والهدایة والذخیرة، وقیل: بمائة، وقیل: بمائة وعشرین، واختار المتأخرون ستین سنة، واختار ابن الهمام سبعین سنة؛ لقوله علیه الصلوة والسلام: "أعمار أمتي ما بین الستین إلی السبعین" وهذا کله تفسیر لظاهر الروایة، وهو موت الأقران، لکن اختلفوا، فمنهم من اعتبر أطول ما یعیش إلیه الأقران غالباً، ثم اختلفوا فیه: هل هو تسعون أو مائة أو مائة وعشرون، ومنهم وهم المتاخرون. اعتبروا الغالب من الأعمار فقدروه بستین، وقدره ابن الهمام رحمه الله بسبعین للحدیث؛ لأنه نهایة هذا الغالب، واختار الزیلعي تفویضه للإمام، وهذا غیر خارج عن ظاهر الروایة أیضاً، بل هو أقرب إلیه من القول بالتقدیر؛ لأنه فسره في شرح الوهبانیة بأن ینظر ویجتهد ویفعل ما یغلب علی ظنه، فلا یقول بالتقدیر؛ لأنه لم یرد به الشرع بل ینظر في الأقران وفي المکان والزمان ویجتهد". (رد المحتار علی الدر المختار: ۲۹۶/٤، مطبع سعید، کراتشي بتلخیص وتغییر یسیر)

تماثل:

مسئلہ ٦

میت

اخت خ (مفقود میت)	اخت خ	اخ ع	زوج
ــــــ	١	٢	٣

مسئلہ ٦

میت

اخت خ (مفقود حی)	اخت خ	اخ ع	زوج
١	١	١	٣

تداخل:

مسئلہ ٨

میت

اخ ع (مفقود میت)	اخ ع	بنت	زوجہ
ــــــ	٣	٤	١

مسئلہ ٨ تصـ ١٦

میت

اخ ع(مفقودحی)		اخ ع	بنت	زوجہ
٣	٣ / ٦	٣	٤ / ٨	١ / ٢

تباین:

مسئلہ ٢ تصـ ٨ تصـ ٥٦ مضروب: ٧

میت

اخ ع(مفقودحی)		اخت ع	اخت ع	زوج
٢ / ١٤	١ / ٤ / ٢٨	١ / ٧	١ / ٧	١ / ٤ / ٢٨

مسئلہ ٦ عـ ٧ تصـ ٥٦ مضروب: ٨

میت

اخ ع (مفقودمیت)	اخت ع	اخت ع	زوج
ــــــ	٢ / ١٦	٢ / ١٦	٣ / ٢٤

(مال موقوف: ٤+١٤=١٨)

زوج کے لیے دونوں صورتوں میں سے اقل ۲٤ اور اختین کے لیے اقل ۷،۷ ہے، یہ کل ۳۸ سہام ان کو دے دیے جائیں گے، باقی ۱۸ محفوظ رکھے جائیں گے۔ اگر مفقود واپس آ گیا تو حی والی صورت پر عمل کرتے ہوئے ۱۸ سے ٤ زوج کو اور ۱٤ مفقود کو دیا جائے گا، اور اگر واپس نہ آیا تو میت والی صورت پر عمل کرتے ہوئے کل داشتہ مال (۱۸) اختین کو دیا جائے گا، ہر اخت کو ۹،۹، اس طرح ہر اخت کا سہم ۱٦،۱٦ ہو جائے گا۔

فائدہ:

اگر مناسخہ میں خنثیٰ، حمل یا مفقود کی صورت پیش آئے تو دو صورتوں میں سے ایک صورت لکھی جائے گی، یعنی پہلے الگ دونوں صورتوں کو حل کر کے خنثیٰ میں اُسوء الحالین والی اور حمل ومفقود میں جونسی میں باقی ورثہ کو کم ملے وہ والی سلسلۂ مناسخہ میں داخل کی جائے گی۔

فصل فی المرتد

مرتد کے بارے میں دو چیزیں قابل غور ہیں: مرتد کے مال کا حکم، دوسروں کے مال میں مرتد کے حصے کا حکم۔

حکم مال مرتد:

اگر مرتد توبہ نہ کرے اور حالت ارتداد میں حقیقی یا حکمی موت مر جائے (حقیقی موت کا مطلب یہ ہے کہ خود مر جائے یا تعزیراً قتل کیا جائے اور حکمی موت کا مطلب یہ ہے کہ جان بچا کر دار الحرب بھاگنے میں کامیاب ہو جائے اور قاضی المسلمین اس کے لحوق بدار الحرب کا حکم جاری کردے) تو مرتد اور مرتدۃ کے مال کے بارے میں یہ تفصیل ہے:

مرتد:

مرتد کے اموال تین قسم کے ہو سکتے ہیں: حالت اسلام میں کمایا گیا مال، حالت ارتداد میں دار الاسلام میں کمایا گیا مال، دار الحرب بھاگ جانے کے بعد کمایا گیا مال، تیسرے قسم کے مال کے بارے میں اتفاق ہے کہ اگر ہاتھ لگ گیا تو "مال فیء" شمار کر کے بیت المال میں جمع کیا جائے گا۔

پہلی دو قسم کے اموال کا حکم مختلف فیہ ہے، اس میں تین قول ہیں، ایک مفصل دو مطلق۔

(۱) امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حالت اسلام میں حاصل کردہ مال ورثہ میں تقسیم ہوگا اور حالت ارتداد کا مال بیت المال میں جمع ہوگا۔

(۲) صاحبین کے نزدیک[1] دونوں قسم کے اموال ورثہ میں تقسیم ہوں گے۔

(۳) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک[2] دونوں اموال بیت المال میں جمع ہوں گے۔

۱- قولہ: "صاحبین کے نزدیک" لأبي يوسف ومحمد: "المرتد يجبر على رده إلى الإسلام، فيحكم عليه في حق ورثته بأحكامه". (شريفيه: ص ۱٤٠)

۲- قولہ: "امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک" وجه قوله: إنه مات كافرا والمسلم لايرث من الكافر، ولهما: أن انتقال ملكه إلى ورثته يستند إلى ماقبيل ردّته، إذ الردة سبب الموت، فيكون توريث المسلم من المسلم، ولأبي حنيفة ما قالاه في وجه التوريث، إلا أنه إنما يمكن الاستناد في كسب الإسلام؛ لوجوده قبل الردة، ولا يمكن الاستناد في كسب الردة؛ لعدمه قبيل موته الحكمي أعني الردة؛ لأنه إنما يورث ماهو مملوك للميت عند الموت. (راجع: الهداية: ۲/ ٦٠١)

مرتدۃ:

مرتدہ کے تینوں قسم کے اموال بالاتفاق اس کے ورثہ میں تقسیم ہوں گے۔[۱]

حکم حصۂ مرتد ومرتدہ:

ارتداد کا جرم مرد کرے یا عورت وہ کسی کا وارث نہیں ہوسکتا،[۲] اِلّا یہ کہ خدانخواستہ پوری بستی مرتد (مثلاً قادیانی) ہوجائے (والعیاذ باللہ) اور مسلمانوں کی کمزوری کی بناء پر ان پر ارتداد کی سزا جاری نہ ہوسکے، تو وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، اس لیے کہ وہ اہل حرب کے حکم میں ہوگئے، والحربی یرث من الحربی۔

فصل فی الأسیر

اگر کوئی مسلمان دشمن کے ہاتھوں میں قید ہوجائے تو تین حال سے خالی نہیں:

(۱) اگر وہ اپنے دین پر قائم ہے تو اس کا حکم عام مسلمانوں جیسا ہے۔

(۲) اگر خدانخواستہ اس نے اپنا مذہب چھوڑ دیا (والعیاذ باللہ) تو اس کا حکم مرتد کا سا ہے۔

(۳) اگر اس کے مذہب اور موت وحیات کے بارے میں کوئی اطلاع نہ ہو تو اس کا حکم مفقود والا ہوگا۔[۳]

فصل إذا مات الوارثان معاً

اس کو سراجی میں فصل فی الغرقیٰ والحرقیٰ والهدمیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر دو ایسے شخص اکٹھے فوت ہوجائیں (مثلاً کسی حادثہ میں انتقال کرجائیں) جو ایک دوسرے کے وارث بنتے ہوں اور موت میں تقدیم وتاخیر کا علم نہ ہوسکے، تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق ان میں سے کوئی بھی دوسرے کا وارث نہیں ہوگا، لہٰذا ان دونوں کی وفات کو ایک ہی وقت پر محمول کرکے میراث تقسیم کرتے وقت ایک کے ورثہ کی فہرست میں دوسرے کو شامل نہ کیا جائے گا، یہ جمہور کا مسلک ہے۔

۱- قولہ: "اس کے ورثہ میں تقسیم ہوں گے" وذلك لأن المرتدة لا تقتل عندنا، فلا تزول عصمة نفسها فلأن لا تزول عصمة مالها أولىٰ. (راجع: شريفية: ص ۱۴۰،۱۴۱)

۲- قولہ: "کسی کا وارث نہیں ہوسکتا" إذ المرتد لاملة له؛ لأن ما انتقل إليه لايقر عليه، والميراث مبنى على الملة كالنكاح.

۳- قولہ: "مفقود والا ہوگا" فلايقسم ماله ولاتتزوج امرأته حتى ينكشف خبره.

حضرت علی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے مذہب کے مطابق یہ ایک دوسرے کے ذاتی ترکہ میں تو باہم ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، البتہ ہر ایک کو دوسرے سے ملنے والے ترکہ میں ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔ طریقۂ تقسیم یہ ہوگا کہ ان کو پہلے مرحلہ میں ذاتی ترکہ تقسیم کرتے وقت ایک دوسرے کا وارث بنایا جائے گا، کتاب میں اس کو "یرث بعضهم عن بعض" سے تعبیر کیا ہے، البتہ دوسرے مرحلے میں جب ہر ایک کو دوسرے سے ملنے والا حصہ تقسیم ہوگا تو ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے، اس کو "إلا فیما ورث بعضهم من صاحبه" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تقسيم التركة على مذهب جمهور الصحابة رضى الله عنهم:

مسئلہ ٦ — ترکہ ۹۰ روپے، اخ: زید

میت

ام	بنت	مولی العتاقہ
زینب	رقیہ	عبداللہ
۱	۳	۲
۱۵	٤٥	۳۰

مسئلہ ٦ — ترکہ ۹۰ روپے، اخ: عمر

میت

ام	بنت	مولی العتاقہ
زینب	خالدہ	عبدالرحمٰن
۱	۳	۲
۱۵	٤٥	۳۰

اخ: زید و اخ: عمر — کل ترکہ ۱۸۰ روپے

الأموات

الأحیاء

ام	بنت	بنت	مولی العتاقہ	مولی العتاقہ
زینب	رقیہ	خالدہ	عبداللہ	عبدالرحمٰن
۳۰	٤٥	٤٥	۳۰	۳۰

تقسيم التركة على مذهب عليّ و ابن مسعود رضى الله عنهما:

مسئلہ ٦ — یرث بعضهم عن بعض — ترکہ ۹۰ روپے، اخ: زید

میت

ام	بنت	اخ	مولی العتاقہ
زینب	رقیہ	عمر	عبداللہ
۱	۳	۲	م
۱۵	٤٥	۳۰	

مسئلہ٦ ترکہ ۹۰ روپے، اخ: عمر

میـــــــــــــــــــت

ام	بنت	اخ	مولی العتاقة
زینب	خالدہ	زید	عبدالرحمٰن
۱/۱۵	۳/٤۵	۲/۳۰	م

مسئلہ٦ إلا فیما ورث بعضهم من صاحبه ترکہ ۳۰ روپے، اخ: زید

میـــــــــــــــــــت

ام	بنت	مولی العتاقه
زینب	رقیه	عبداللّٰه
۱/۵	۳/۱۵	۲/۱۰

مسئلہ٦ ترکہ ۳۰ روپے، اخ: عمر

میـــــــــــــــــــت

ام	بنت	مولی العتاقة
زینب	خالدہ	عبدالرحمٰن
۱/۵	۳/۱۵	۲/۱۰

اخ: زید و اخ: عمر کل ترکہ ۱۸۰ روپے

الأمـــــــــــــــــوات

الأحیـــــــــــــــــاء

زینب	رقیه	خالدہ	عبداللّٰه	عبدالرحمٰن
٤۰	٦۰	٦۰	۱۰	۱۰

حاصل یہ کہ دونوں مولی العتاقہ سے ۲۰، ۲۰ لے کر، ۵ ام کو اور ۱۵، ۱۵ ہر بنت کو دے دیے جائیں گے۔

تمت الربع الرابع بتوفیق اللّٰه تعالی و کرمه.

فصل فی المتفرقات

طریقۂ فتوی نویسی میراث:

مسئلہ لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے "هو الحی الذی لایموت" یا "هو الباقی" یا "بسم الله الرحمن الرحیم" لکھیں، پھر لفظ "میت" لمبا کھینچ کر اس کے دائیں گوشہ پر لفظ "مسئلہ" اور بائیں گوشہ پر میت کا نام لکھیں، اس میت کے نیچے اس کے وہ تمام ورثہ لکھیں جو اس کی وفات کے وقت زندہ تھے، اگر ورثہ میں زوج یا زوجہ ہو تو سب سے پہلے اسے لکھیں اس کے بعد باقی ورثہ، زوج یا زوجہ کو بعد میں لکھنے سے بھی اگرچہ مسئلہ صحیح نکل آتا ہے مگر لکھنے والا ناواقف سمجھا جاتا ہے۔ اگر ورثہ میں کوئی عصبہ بھی ہو، تو اسے سب سے آخر میں لکھیں۔ اگر سوال مناسخہ کا ہو تو تمام ورثہ کے نام بھی لکھ دیں۔

پھر ذوی الفروض کے حالات میں غور کر کے ہر وارث کے نیچے اس کا حصۂ مقررہ نصف، ربع وغیرہ لکھ دیں، عصبہ ہو تو اس کے نیچے لفظ عصبہ یا "ع" لکھ دیں، اور اگر کوئی وارث محروم یا محجوب ہو تو اس کے نیچے "م" لکھ دیں۔ پھر ذوی الفروض کے سہام کے مخرج کو لفظ مسئلہ کے اوپر لکھیں، اور اس مخرج سے ہر وارث کا حصہ نکال کر اس وارث کے نیچے لکھتے جائیں، سب ورثہ کو حصہ دینے کے بعد اگر کچھ بچ جائے تو وہ عصبہ کے نیچے لکھ دیں۔

اس طرح کا نقشہ بنانے کے بعد عبارت والفاظ میں بھی پوری تصریح کر دیں کہ فلاں شخص کے ترکہ میں سے وہ تین حقوق جو تقسیم پر مقدم ہوتے ہیں (یعنی تجہیز و تکفین کا خرچ اور قرض و وصیت اگر ہوں) منہا کرنے کے بعد اس قدر سہام بنا کر فلاں وارث کو اس قدر دیا جائے اور فلاں کو اس قدر۔ پھر آخر میں واللہ اعلم لکھ کر دستخط کر دیے جائیں[1]۔ آخر میں بطور نمونہ تین فتاویٰ دیئے جا رہے ہیں۔

۱- قولہ: "دستخط کر دیے جائیں" شارح مسلم امام محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ شافعی کی مشہور کتاب "مہذب" کی شرح "مجموع" کے مقدمے میں آداب فتویٰ بیان کرتے ہوئے میراث کے فتوی کے متعلق چند ہدایات لکھی ہیں جو تلخیصاً پیش خدمت ہیں: قال الصمیری وأبو عمرو: "إذا سئل عن میراث فلیست العادة أن یشترط فی الورثة عدم الکفر والرق والقتل وغیرها من موانع المیراث، بل المطلق محمول علی ذلك. وإذا کان فی المذکورین فی رقعة الاستفتاء من لا یرث، أفصح بسقوطه فقال: وسقط فلان. وینبغی أن یکون فی جواب مسائل المناسخات شدید التحفظ والتحرز". قال الصمیری وغیره: "وحسن أن یقول: "تقسیم الترکة بعد إخراج ما یحب تقدیمه من دین أو وصیة إن کانا".

(مقدمة المجموع: ص ۷۳،۷۴)

چند اہم مسائل:

(۱) میت کے مال سے غیر شرعی رسموں پر خرچ کرنا سخت گناہ ہے اور اگر ورثہ میں یتیم بچے بھی ہوں تو پھر تو یہ بہت بڑا ظلم بھی ہے، اس لیے اس سے سختی سے احتراز کرنا چاہیے۔

(۲) اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں جائداد تقسیم کرنا چاہے تو یہ وراثت نہیں، ہبہ اور عطیہ ہے، کیونکہ وراثت موت کے بعد جاری ہوتی ہے زندگی میں نہیں، لہٰذا اس صورت میں اقرباء کے حصص نہیں نکالے جائیں گے بلکہ سب کو برابر دینا ہوگا، میراث کے قاعدے پر لڑکے کا حصہ دگنا اور لڑکیوں کا آدھا نہ کیا جائے گا۔[۱]

البتہ اگر اولاد دینداری، فرمان برداری یا مالداری میں متفاوت ہو[۲] تو بعض کو بعض پر ترجیح دینا جائز ہے۔[۳]

یہ شخص اپنے لیے کچھ رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے، کیونکہ مرض الموت سے قبل اس کو تمام مملوکہ اشیاء پر کلی اختیار حاصل ہے، جو حصہ یہ اپنے لیے رکھے گا اس کی تقسیم اس کی وفات کے بعد ہوگی۔

(۳) بعض مرتبہ سائل اپنے رشتہ دار بیان کر کے پوچھتا ہے کہ میری موت کے بعد ان میں سے کس کو

۱- قولہ: "آدھا نہ کیا جائے گا" قال فی خلاصة الفتاوی: "رجل له ابن وبنت أراد أن يهب لهما شيئا، فالأفضل أن يجعل للذكر مثل حظ الأنثيين عند محمد، وعند أبي يوسف بينهما سواء، هو المختار لورود الآثار، ولو وهب جميع ماله لابنه جاز في القضاء، وهو آثم، نص عن محمد رحمه الله، هكذا في العيون." (خلاصة الفتاوى: كتاب الهبة: ٤/ ٤٠٠)

وقال في الدر المختار: "وفي الخانية لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة ؛ لأنها عمل القلب وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار، وإن قصده فسوى بينهم، يعطي البنت كالابن عند الثاني، وعليه الفتوىٰ" وفي رد المحتار: قوله: "وعليه الفتوىٰ" أي على قول أبي يوسف من أن التنصيف بين الذكر والأنثى أفضل من التثليث الذي هو قول محمد". (الدر المختار مع رد المحتار: كتاب الهبة: ٥/ ٦٩٦ مطبع سعيد، كراتشي)

۲- قولہ: "دینداری، فرمان برداری یا مالداری میں متفاوت ہو" یعنی اس کے کچھ بیٹے نیک ودیانتدار ہیں اور کچھ فاسق وبدکار، یا کچھ خدمت گار اور فرمان بردار ہیں اور باقی بے ادب ونالائق، یا کچھ مفلس وعیالدار ہیں اور دوسرے خوشحال ومالدار۔

۳- قولہ: "ترجیح دینا جائز ہے" "ولو أعطى بعض ولده شيئاً دون البعض لزيادة رشده لابأس به، وإن كانا سواء لا ينبغي أن يفضل". (خلاصة الفتاوى: ٤/ ٤٠٠)

وفي البحر: "يكره تفضيل بعض الأولاد على البعض في الهبة حالة الصحة إلا لزيادة فضل له في الدين، وإن وهب ماله كله لواحد جازقضاءً وهو آثم، كذا في المحيط". (٧/ ٤٩٠)

کتنا ملے گا؟ ایسے سائل کو جواب نہ دیا جائے، کیونکہ موت تک ورثہ میں تبدیلی کا امکان ہے، جس سے حصص میں تبدیلی پیدا ہوگی، فی الوقت جواب دینے سے ورثہ میں تنازع اور ایک دوسرے کا حصہ دبا لینے کا شدید خطرہ ہوتا ہے لہٰذا اس صورت میں بعداز وفات استفتاء کرنے کا کہا جائے۔

(٤) سوتیلے باپ یا سوتیلی ماں کو وراثت سے کچھ نہیں ملتا۔ ہر آدمی کی ماں وہ ہے جس نے اسے جنا، اسی طرح باپ بھی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو منہ بولا بیٹا یا بیٹی بنائے تو یہ منہ بولی اولاد اس کے ترکہ میں وراثت کی حقدار نہیں۔

(٥) جو شخص شرعاً وارث بن رہا ہو اسے عاق نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ایسی کوئی وصیت کی گئی تو وہ کالعدم اور غیر معتبر ہوگی اور بعداز وفات حسب حصۂ شرعیہ اس کو میراث ملے گی۔ (امداد المفتین، مصنفہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ: ۲/ ۷۹۱-۷۹۳)

البتہ عاق کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ اپنی حیات اور صحت میں تمام مال و جائداد اس وارث کے سوا دوسرے ورثہ یا اجنبیوں میں تقسیم کردے، اس کے لیے کچھ نہ چھوڑے، اس صورت میں اس کا یہ تصرف نافذ ہے لیکن اگر اس نے بلا کسی شرعی وجہ کے ایسا کیا ہے تو سخت گناہ گار ہوگا؛ لحديث ابن ماجة والبيهقي: "من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنّة". (مشكوة المصابيح: ١/ ٢٦٦)

البتہ اگر یہ وارث فاسق تھا تو اسے محروم کرنا جائز ہے۔ "ولو كان ولده فاسقاً فأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير ويحرمه عن الميراث، هذا خير من تركه؛ لأن فيه إعانة على المعصية". (خلاصة الفتاوىٰ: كتاب الهبة: ٢/ ٤٠٠)

(۱) فتویٰ نویسی ذوی الفروض وعصبات

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص زید ایک لاکھ روپے ترکہ چھوڑ کر فوت ہوگیا ہے، اس کے وارثوں میں ایک بیوی جمیلہ، ایک بیٹی رضیہ، ماں زینب، ایک بھائی رضوان، اور ایک بہن خالدہ ہے تو زید کے ترکہ میں سے ہر وارث کو کتنا ملے گا؟

الجواب باسم ملھم الصواب

مرحوم کے ترکہ سے تجہیز وتکفین کا خرچ نکالنے کے بعد اگر ان کے ذمہ قرض وغیرہ مالی واجبات ہوں تو انہیں ادا کیا جائے، پھر اگر انہوں نے کوئی وصیت کی ہو تو باقی ماندہ ترکہ کے ایک تہائی تک اسے پورا کیا جائے، پھر جو ترکہ بچ جائے اس کو بہتر (۷۲) برابر حصوں میں منقسم کر کے جمیلہ کو نو، رضیہ کو چھتیس، زینب کو بارہ، رضوان کو دس اور خالدہ کو پانچ حصے دیئے جائیں گے۔

فیصد کے اعتبار سے جمیلہ کا حصہ ٪۱۲٫۵، رضیہ کا حصہ ٪۵۰، زینب کا ٪۱۶٫۶۶، رضوان کا حصہ ٪۱۳٫۸۸ اور خالدہ کا حصہ ٪۶٫۹۴ ہوگا۔

اس تقسیم کی رو سے زید کے ترکہ سے جمیلہ کو ۱۲,۵۰۰/= روپے، رضیہ کو ۵۰,۰۰۰/= روپے، زینب کو ۱۶,۶۶۶٫۶۶، رضوان کو ۱۳,۸۸۸٫۸۸ روپے، خالدہ کو ۶,۹۴۴٫۴۴ روپے ملیں گے جیسا کہ ذیل کے نقشے میں دکھایا گیا ہے:

مسئلہ ۲۴ تصـــ ۷۲ ترکہ=/۱,۰۰,۰۰۰

میـ

	زوجہ جمیلہ	بیٹی رضیہ	ماں زینب	بھائی رضوان	۵/۱۵	بہن خالدہ
	۳	۱۲	۴			
عددی حصہ:	۹	۳۶	۱۲	۱۰		۵
فیصدی حصہ:	۱۲٫۵	۵۰	۱۶٫۶۶	۱۳٫۸۸		۶٫۹۴
فی کس رقم:	۱۲,۵۰۰،	۵۰,۰۰۰،	۱۶,۶۶۶٫۶۶،	۱۳,۸۸۸٫۸۸،		۶,۹۴۴٫۴۴

(۲) فتوی نویسی مناسخہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ راشدہ فوت ہوگئی، پسماندگان میں خاوند بکر، چار لڑکیاں رقیہ، زینب، فاطمہ اور رحیمہ اور ایک حقیقی بہن رضیہ موجود تھی، اس کے بعد میراث کی تقسیم سے پہلے فاطمہ بھی شوہر زاہد، دو لڑکے زید اور وسیم، باپ بکر اور تین حقیقی بہنیں رقیہ، زینب اور رحیمہ کو چھوڑ کر اللہ کو پیاری ہوگئی۔ ابھی میراث تقسیم نہیں ہوئی تھی کہ زید بھی دو بیویاں ہندہ اور کلثوم، باپ زاہد اور ایک حقیقی بھائی وسیم کو سوگوار چھوڑ کر خالق حقیقی سے جاملا، تو بروئے شریعت محمدی مرحومہ راشدہ کے ترکہ سے ہر ایک وارث کو کتنا کتنا حصہ ملے گا۔

واضح رہے کہ راشدہ کی موت کے وقت اس کی ملکیت میں کچھ روپے، ایک دکان اور ایک گاڑی تھی۔

الجواب حامدا و مصلیًا

تجہیز و تکفین کا خرچ، قرض کی ادائیگی اور وصیت کے نفاذ کے بعد مکان اور گاڑی کی موجودہ قیمت لگا کر اس میں نقد رقم جمع کی جائے، پھر کل ترکہ کے گیارہ سو باون حصے بنائے جائیں، ان میں سے بکر کو ۳۲۰ حصے، رقیہ، زینب اور رحیمہ میں سے ہر ایک کو ۱۹۲، ۱۹۲ حصے، رضیہ کو ۹۶، زاہد کو ۹۰، وسیم کو ۵۶، ہندہ اور کلثوم کو ۷، ۷ حصے دیئے جائیں گے۔

فیصد کے اعتبار سے بکر کا حصہ ٪۲۷ء۷۷ رقیہ، زینب، اور رحیمہ میں سے ہر ایک کا حصہ ٪۱۶ء۶۶، رضیہ کا حصہ ٪۸ء۳۳، زاہد کا حصہ ٪۷ء۸۱، وسیم کا حصہ ٪۴ء۸۶ اور ہندہ اور کلثوم کا حصہ ٪۰ء۶۰، ٪۰ء۶۰ ہوگا۔

صورت مسئولہ میں اگر قابل تقسیم ترکہ مثلاً پچاس ہزار روپے تھا تو اس تقسیم کی رو سے راشدہ کے ترکہ سے بکر کو ۱۳,۸۸۸ء۸۸ روپے، رقیہ، زینب اور رحیمہ میں سے ہر ایک کو ۸,۳۳۳ء۳۳ روپے، رضیہ کو ۴,۱۶۶ء۶۶ روپے، زاہد کو ۳,۹۰۶ء۲۵ روپے، وسیم کو ۲,۴۳۰ء۵۵ اور ہندہ اور کلثوم میں سے ہر ایک کو ۳۰۳ء۸۱ روپے ملیں گے، صورت تقسیم درج ذیل ہے:

مسئلہ۱۲ تصـــ۱٤٤ تصـــ۱۱۵۲ راشدہ ترکہ =/٥٠,٠٠٠

میـــت

زوج	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بہن
بکر	رقیہ	زینب	رحیمہ	[فاطمہ]	رضیہ
۳ ۳٦ ۲۸۸	۲ ۲٤ ۱۹۲	۲ ۲٤ ۱۹۲	۲ ۲٤ ۱۹۲	[۲]	۱ ۱۲ ۹٦

مسئلہ۱۲ تصـــ۲٤ وفق ۱۲ فاطمہ مـــ۲

میـــت

زوج	بیٹا		بیٹا	اب	اخت	اخت	اخت
زاہد	[زید]	۷ ۱٤	وسیم	بکر	رقیہ	زینب	رحیمہ
۳ ٦ ٤۸	[۷]		۷ ٥٦	۲ ٤ ۳۲	م	م	م

مسئلہ٤ تصـــ۸ زید مـــ۷

میـــت

زوجہ		زوجہ	اب	بھائی
ہندہ	[۱ ۲]	کلثوم	زاہد	وسیم
۱ ۷		۱ ۷	۳ ٦ ٤۲	م

الأحيـــــــاء

	بکر	زینب	رقیہ	رحیمہ	رضیہ	زاہد	وسیم	ہندہ	کلثوم
عددی حصہ:	۳۲۰	۱۹۲	۱۹۲	۱۹۲	۹٦	۹۰	٥٦	۷	۷
فیصدی حصہ:	۲۷٫۷۷	۱٦٫٦٦٦	۱٦٫٦٦	۱٦٫٦٦	۸٫۳۳	۷٫۸۱	٤٫۸٦	۰٫٦۰	۰٫٦۰
فی کس رقم:	۱۳,۸۸۸٫۸۸	۸,۳۳۳٫۳۳	۸,۳۳۳٫۳۳	۸,۳۳۳٫۳۳	٤,۱٦٦٫٦٦	۳,۹۰٦٫۲٥	۲,٤۳۰٫٥٥	۳۰۳٫۸۱	۳۰۳٫۸۱

ذیل کے نقشے میں یہ تفصیل مزید وضاحت سے دکھائی گئی ہے:

نمبر شمار	نام ورثہ	عددی حصے	فیصدی حصے	فی کس رقم
۱	بکر	۳۲۰	۲۷ء۷۷	۱۳,۸۸۸ء۸۸
۲	زینب	۱۹۲	۱۶ء۶۶	۸,۳۳۳ء۳۳
۳	رقیہ	۱۹۲	۱۶ء۶۶	۸,۳۳۳ء۳۳
۴	رحیمہ	۱۹۲	۱۶ء۶۶	۸,۳۳۳ء۳۳
۵	رضیہ	۹۶	۸ء۳۳	۴,۱۶۶ء۶۶
۶	زاھد	۹۰	۷ء۸۱	۳,۹۰۶ء۲۵
۷	وسیم	۵۶	۴ء۸۶	۲,۴۳۰ء۵۵
۸	ھندہ	۷	۰ء۶۰	۳۰۳ء۸۱
۹	کلثوم	۷	۰ء۶۰	۳۰۳ء۸۱
	مجموعہ	۱۱۵۲	۱۰۰	۵۰,۰۰۰/=

(۳) فتویٰ نویسی ذوی الارحام

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سلطان دو نواسے بکر اور خالد، تین نواسیاں ریحانہ، فرزانہ اور رضیہ، دو ماموں راشد اور رضوان اور ایک پھوپھی رشیدہ کو چھوڑ کر اس دار فانی سے کوچ کر گیا تو اب سلطان کا ترکہ اس کے مذکورہ ورثہ میں کس طرح تقسیم ہوگا؟

واضح رہے کہ سلطان کی وفات کے وقت اس کی ملکیت میں ایک لاکھ روپے مالیت کی ایک گاڑی اور پچاس ہزار روپے نقد تھے، لیکن اس کے ذمے چالیس ہزار روپے قرضہ بھی تھا اور اس نے تیس ہزار روپے مجاہدین کے لیے جمع کروانے کی وصیت بھی کی تھی اور دس ہزار روپے اس کی تجہیز و تکفین پر خرچ ہوئے۔

الجواب حامدا ومصليا

تجہیز و تکفین کے خرچ، قرض کی ادائیگی اور وصیت پوری کرنے کے بعد جو ترکہ بچ جائے اسے سات برابر حصوں میں منقسم کردیا جائے، ان میں سے دو دو حصے بکر اور خالد کو اور ایک ایک حصہ ریحانہ فرزانہ اور رضیہ کو دیا جائے گا جب کہ ماموں اور پھوپھی کو کچھ نہیں ملے گا۔

فیصد کے اعتبار سے بکر اور خالد میں سے ہر ایک کا حصہ ۲۸،۵۷٪ اور ریحانہ، فرزانہ اور رضیہ میں سے ہر ایک کا حصہ ۱۴،۲۸٪ ہوگا۔

اس تقسیم کی رو سے مرحوم سلطان کے قابل تقسیم ترکہ (۷۰,۰۰۰) میں سے بکر اور خالد کو بیس بیس ہزار روپے اور ریحانہ، فرزانہ اور رضیہ میں سے ہر ایک کو دس دس ہزار روپے ملیں گے جیسا کہ ذیل کے نقشے میں دکھایا گیا ہے:

کل ترکہ =/۱,۵۰,۰۰۰

مسئلہ۷ سلطان قابل تقسیم ترکہ=/۷۰,۰۰۰

میت

	نواسا بکر	نواسا خالد	نواسی ریحانہ	نواسی فرزانہ	نواسی رضیہ	ماموں راشد	ماموں رضوان	پھوپھی رشیدہ
عددی حصہ:	۲	۲	۱	۱	۱	محروم	محروم	محروم
فیصدی حصہ:	۲۸،۵۷٪	۲۸،۵۷٪	۱۴،۲۸٪	۱۴،۲۸٪	۱۴،۲۸٪			
فی کس رقم:	=/۲۰,۰۰۰،	=/۲۰,۰۰۰،	=/۱۰,۰۰۰،	=/۱۰,۰۰۰،	=/۱۰,۰۰۰،			

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب، وإليه المرجع والمآب.

تمت بحمد اللّٰہ تعالی وتوفیقه، وكان الفراغ من التبييض في يوم الخميس لمنتصف ذي القعدة عام ۱٤۱٤ من الهجرة النبوية، على صاحبها ألف ألف سلام وتحية.

فصل فى الخنثى

للخنثي المشكل أقل النصيبين، أعنى أسوأ الحالين عندأبى حنيفه رحمه الله تعالى وأصحابه، وهو قول عامة الصحابة رضى الله تعالى عنهم، وعليه الفتوي. كما إذاترك ابنا، وبنتا، وخنثي، للخنثي نصيب بنت؛ لأنه متيقن.

وعند الشعبى رحمه الله تعالي وهو قول ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما: للخنثى نصف النصيبين بالمنا زعة.

واختلفا في تخريج قول الشعبى. قال أبو يوسف رحمه الله تعالى: للابن سهم، وللبنت نصف سهم، وللخنثى ثلثة أرباع سهم؛ لأن الخنثى يستحق سهما إن كان ذكرا، ونصفَ سهم إن كان أنثى، وهذا متيقن فيأخذ نصف النصيبين، أوالنصف المتيقن مع نصف النصف المتنازع فيه. فصارت له ثلثة أرباع سهم، ومجموع الأنصباء سهمان وربع سهم؛ لأنه يعتبر السهام والعول[1]. وتصح من تسعة.

أونقول: للابن سهمان وللبنت سهم وللخنثى نصف النصيبين، وهو سهم ونصف سهم.

وقال محمد رحمه الله تعالى: يأخذ الخنثى خمسى المال إن كان ذكرا، وربعَ المال إن كان أنثىٰ، فيأخذ نصف النصيبين، وذلك خمس وثمن باعتبار الحالين. وتصح من أربعين. وهو المجتمع من ضرب إحدىٰ المسألتين وهى الأربعة في الأخرىٰ وهى الخمسة، ثم في الحالتين.

فمن كان له شيء من الخمسة، فمضروب في الأربعة، ومن كان له شيء من الأربعة فمضروب في الخمسة، فصارت للخنثى من الضربين ثلثة عشرسهما، وللابن ثمانية عشر سهما، وللبنت تسعة أسهم.

---

١ - قوله: "والعول" أي البسط، وليس المرادبه العول المعروف.

فصل في الحمل

[المسألة الأولى]

أكثر مدّة الحمل سنتان عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، وعند ليث بن سعد ثلث سنين، وعند الشافعي رحمه الله تعالىٰ أربع سنين، وعند الزهرى سبع سنين. وأقلها ستة أشهر.

[المسألة الثانية]

ويوقف للحمل عند أبي حنيفة رحمه الله تعالي نصيب أربعة بنين أوأربع بنات أيهما أكثر،ويعطى لبقية الورثة أقل الأنصباء.

وعند محمد رحمه الله تعالىٰ يوقف نصيب ثلثة بنين أوثلث بنات أيهما أكثر، رواه ليث بن سعد.

وفى رواية أخرى نصيب ابنين،وهو قول الحسن و إحدى الروايتين عن أبى يوسف رحمه الله تعالىٰ، رواه عنه هشام.

وروى الخصاف رحمه الله تعالىٰ عن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ:أنه يوقف نصيب ابن واحد أوبنت واحدة. وعليه الفتوى. ويؤخذ الكفيل على قوله.

[المسألة الثالثة]

فإن كان الحمل[1] من الميت وجاء ت بالولد لتمام أكثرمدة الحمل أوأقل منهما، ولم تكن أقرت بانقضاء العدة، يرث ويورث عنه.

وإن جاء ت بالولد لأكثر من أكثرمدّة الحمل، لايرث ولا يورث.

وإن كان من غيره وجاء ت بالولد لستة أشهر أوأقل منها، يرث و إن جاء ت به لأكثر من أقل مدة الحمل، لايرث.

١– قوله: "فإن كان الحمل" هذه المسألة مشتملة على الشرطين لتوريث الحمل: الأول أنه يشرط لتوريث الحمل ولادته فى سنتين إن كان من الميت فى ستة أشهر إن كان من غيره .والشرط الثانى الذى يذكر بقوله: "فإن خرج أقل الولد...." وهو أنه يشرط خروج أكثر الحمل حيا.

فإن خرج أقل الولد ثم مات، لايرث و إن خرج أكثره ثم مات، يرث،

فإن خرج الولد مستقيما، فالمعتبر صدره يعنى إذاخرج الصدر كله يرث. وإن خرج منكوسا فالمعتبر سرته.

الأصل في تصحيح مسائل الحمل: أن تصحح المسألة على تقديرين، أعني علي تقديرأن الحمل ذكر وعلى تقدير أنه أنثي.

ثم ينظربين تصحيحي المسألتين: فإن توافقا بجزء فاضرب وفق أحد هما في جميع الأخر، وإن تباينا فاضرب كل واحد منهما في جميع الأخر.فالحاصل تصحيح المسألة.

ثم اضرب نصيب من كان له شيء من مسألة ذكورته في مسألة أنوثته أوفى وفقها، ومن كان لشيء من مسألة أنوثته في مسألة ذكورته أوفى وفقها. كما في الخنثى..

ثم انظر في الحاصلين من الضرب أيهما أقل يعطى لذلك الوارث، والفضل الذى بينهما موقوف من نصيب ذلك الوارث.

فإذا ظهر الحمل فإن كان مستحقا لجميع الموقوف فبها، وإن كان مستحقا للبعض فيأخذ ذلك والباقي مقسوم بين الورثة. فيعطى لكل واحد من الورثة ماكان موقوفا من نصيبه، كما إذا ترك بنتا وأبوين وامرأة حاملاً،فالمسألة من أربعة وعشرين على تقديرأن الحمل ذكر ومن سبعة وعشرين على تقدير أنه أنثى.

فإذا ضرب وفق أحد هما في جميع الأخر صارالحاصل مائتين وستة عشر؛ إذ على تقدير ذكورته للمرأة سبعة وعشرون، وللأبوين لكل واحد ستة وثلثون.

وعلى تقدير أنوثته للمرأة أربعة وعشرون، ولكل واحد من الأبوين اثنان وثلثون.

فتعطى للمرأة أربعةوعشرون،وتوقف من نصيبها ثلثة أسهم،ومن نصيب كل واحد من الأبوين أربعة أسهم. وتعطى للبنت ثلثة عشر سهما؛ لأن الموقوف في حقها نصيب أربعة بنين عند أبى حنيفة رحمه الله تعالى.

وإذا كان البنون أربعة فنصيبها سهم وأربعة أتساع سهم من أربعة وعشرين، مضروب في تسعة، فصارثلثة عشر سهما وهي لها، والباقي موقوف، وهو مائة وخمسة عشر سهما.

فإن ولدت بنتا واحدة أوأكثر، فجميع الموقوف للبنات.

وإن ولدت ابناواحدا أوأكثر،فيعطى للمرأة والأبوين ماكان موقوفامن نصيبهم، فما بقى تضم إليه ثلثة عشرويقسم بين الأولاد.

وإن ولدت ولدا ميتا، فيعطى للمرأة والأبوين ماكان موقوفا من نصيبهم، وللبنت إلىٰ تمام النصف وهو خمسة وتسعون سهما، والباقى للأب وهو تسعة أسهم؛ لأنه عصبة.

فصل في المفقود

[القاعدة]

المفقودحي في ماله حتى لايرثُ منه أحد، وميت في مال غيره حتى لايرثُ من أحد.

[حكم ماله قبل انقضاء المدة]

ويوقف ماله حتى يصح موته أوتمضى عليه مدة، واختلفت الروايات في تلك المدة، ففي ظاهر الرواية: "أنه إذالم يبق أحد من أقرانه حكم بموته."

وروي الحسن بن زياد عن أبى حنيفة رحمهما الله تعالى: "أن تلك المدة مائة وعشرون سنة من يوم ولد فيه المفقود."

وقال محمد رحمه الله تعالى: "مائة وعشرسنين."

وقال أبو يوسف رحمه الله تعالى: "مائة وخمس سنين."

وقال بعضهم "تسعون سنة"، وعليه الفتوى.

وقال بعضهم: مال المفقود موقوف إلىٰ اجتهاد الإمام.

[حكم حصة المفقود قبل المدة]

وموقوف الحكم في حق غيره حتى يوقف نصيبه من مال مورثه كما في الحمل.

[حكم ماله بعد المدة]

فإذا مضت المدة فماله لورثته الموجودين عند الحكم بموته.

[حكم حصته بعد المدة]

وماكان موقوفالأجله يرد إلىٰ وارث مورثه الذى وقف ماله.

والأصل في تصحيح مسائل المفقود: أن تصحح المسألة على تقدير حياته ثم تصحح على تقدير وفاته، وباقى العمل ماذكرنا في الحمل.

فصل في المرتد

إذامات المرتد على ارتداده، أوقتل، أولحق بدارالحرب وحكم القاضي بلحاقه، [أي مات بموت حكمي] فما اكتسبه في حال إسلامه فهولورثته المسلمين، [لإمكان استناد التوريث فيكون توريث المسلم من المسلم] وما اكتسبه في حال ردته يوضع في بيت المال عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى. [لعدم إمكان استناد التوريث إلى زمان الإسلام وإذا لم يوجد في ذلك الوقت فكان توريث المسلم من الكافر]

وعند هما: الكسبان جميعا لورثته المسلمين. [لأنه يجبر على الإسلام فيحكم عليه في حق ورثته بأحكامه]

وعند الشافعي رحمه الله تعالىٰ: الكسبان جميعا يوضعان في بيت المال. [لئلايلزم توريث المسلم من الكافر]

وما اكتسبه بعد اللحوق بدارالحرب فهو فيء بالإجماع.

وكسب المرتدة جميعا لورثتها المسلمين بلا خلاف بين أصحابنا.

[حصة المرتد]

وأما المرتد فلا يرث من أحد، لامن مسلم ولا من مرتد مثله. وكذلك المرتدة إلا إذا ارتد أهل ناحية بأجمعهم فحينئذ يتوا رثون. (فيكون توريث الحربى من الحربى)

فصل في الأسير

حكم الأسير كحكم سائر المسلمين في الميراث مالم يفارق دينه.

فإن فارق دينه فحكمه حكم المرتد.

فإن لم تُعلم ردته ولاحياته ولا موته، فحكمه حكم المفقود.

فصل في الغرقىٰ والحرقىٰ والهدمىٰ

إذاماتت جماعة ولا يدرى أيهم مات أوّلا. جعلوا كأنهم ماتوا معا. فمال كل واحد منهم لورثته الأحياء، ولا يرث بعض الأموات من بعض. هذا هو المختار.

وقال على وابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنهما: يرث بعضهم عن بعض إلا في ما ورث كل واحد منهم من صاحبه.

والله أعلم بالصواب وإليه المرجع والمآب

فہرست شروحِ سراجی

نمبر شمار	شرح	مصنف	سن وفات
۱	شرح سراجیہ	شیخ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی مصری	۷۸۶ھ
۲	= =	شیخ شہاب الدین احمد بن محمود سیواسی	۸۰۳ھ
۳	= =	شیخ ابوالحسن حیدرہ بن عمر	......
٤	= =	شیخ محی الدین محمد بن مصطفیٰ معروف بشیخ زادہ	......
۵	= =	شیخ مصلح بن صلاح اللاری	......
٦	= =	شیخ برہان الدین حیدر بن محمد ہروی	۸۳۰ھ
۷	= =	شیخ الاسلام سیف الدین احمد بن یحییٰ بن محمد ہروی	۹۱٦ھ
۸	= =	شیخ شمس الدین محمد بن حمزۃ فناری	۸۳٤ھ
۹	= =	فاضل بہشتی محمد مشہور بفخر خراسان	......
۱۰	= =	شیخ شمس الدین احمد بن سلیمان معروف بابن کمال باشا	۹٤۰ھ
۱۱	= =	شیخ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲ھ
۱۲	= =	شیخ مجد الدین حسن بن احمد حلبی مشہور بابن امین الدولۃ	٦۵۸ھ
۱۳	= =	شیخ بہاء الدین حیدرہ بن محمد ابراہیم حلبی	۷۹۳ھ
۱٤	شریفیہ شرح سراجیہ	سید شریف علی بن محمد جرجانی	۸۱٦ھ
۱۵	المواہب المکیہ فی شرح فرائض السراجیہ	شیخ ربوہ محمد بن احمد بن عبد العزیز دمشقی قونوی	۷٦٤ھ
۱٦	ضوء السراج	شیخ محمود بن ابی بکر بن ابی العلاء بخاری کلاباذی	۷۰۰ھ
۱۷	الفرائد التاجی فی شرح فرائض السراجی	شیخ عبد الکریم بن محمد بن حسن محمد بن حسن ہمدانی	......
۱۸	المقاصد السنیہ بشرح السراجیہ	شیخ یونس بن یونس بن عبد القادر شیدی اثری	۱۰۱۱ھ
۱۹	التحقیق	شیخ محمد بن حاج احمد بن نصر	۸۵۲ھ
۲۰	شرح سراجیہ	شیخ ادریس بن شیخ پاشا	۸۵۸ھ
۲۱	حاشیہ سراجیہ	شیخ مصطفیٰ مشہور بطاشکبریٰ زادہ	۹٦۸ھ
۲۲	شرح سراجیہ	شیخ محی الدین محمد بن مصلح الدین قوجری	۹۵۰ھ
۲۳	ارشاد الراجی شرح فرائض سراجی	شمس الدین محمود بن احمد بن ظہیر اللارندی	......

(ماخوذ از ظفر المحصلین فی أحوال المصنفین: ص۲۲۰)